تفسیرِ ابنِ کثیر (اردو) پارہ ۷

فہرست اہم مضامین

یہ تفسیر کشمیر میں ملنے کا پتہ

مکتبہ مسلم بمبر شاہ • سرینگر کشمیر

ناشر مسعود پبلشنگ ہاؤس دیوبند یوپی۔

(راحت پریس دیوبند)

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَٰنِ الرَّحِيمِ

ساتواں پارہ

وَإِذَا سَمِعُوا مَا أُنزِلَ إِلَى الرَّسُولِ
اور جب وہ اس کو سنتے ہیں جو کہ رسول کی طرف بھیجا گیا ہے
تَرَىٰ أَعْيُنَهُمْ تَفِيضُ مِنَ الدَّمْعِ مِمَّا
تو آپ ان کی آنکھیں آنسو سے بہتی ہوئی دیکھتے ہیں اس سبب سے کہ انہوں
عَرَفُوا مِنَ الْحَقِّ ۖ يَقُولُونَ رَبَّنَا آمَنَّا
نے حق کو پہچان لیا یوں کہتے ہیں کہ اے ہمارے رب ہم مسلمان ہو گئے تو ہم کو بھی
فَاكْتُبْنَا مَعَ الشَّاهِدِينَ ﴿٨٣﴾ وَمَا لَنَا لَا نُؤْمِنُ
ان لوگوں کے ساتھ لکھ لیجئے جو تصدیق کرتے ہیں۔ اور ہمارے پاس کونسا عذر ہے کہ ہم
بِاللَّهِ وَمَا جَاءَنَا مِنَ الْحَقِّ وَنَطْمَعُ
اللہ تعالیٰ پر اور جو حق ہم کو پہنچا ہے اس پر ایمان نہ لاویں۔ اور اس بات کی امید
أَن يُدْخِلَنَا رَبُّنَا مَعَ الْقَوْمِ الصَّالِحِينَ ﴿٨٤﴾
رکھیں کہ ہمارا رب ہم کو نیک لوگوں کی معیت میں داخل کر دیگا
فَأَثَابَهُمُ اللَّهُ بِمَا قَالُوا جَنَّاتٍ تَجْرِي مِن
سو انکو اللہ تعالیٰ ان کے قول کی پاداش میں ایسے باغ دیں گے جن کے
تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ خَالِدِينَ فِيهَا ۚ وَذَٰلِكَ
نیچے نہریں جاری ہونگی یہ ان میں ہمیشہ ہمیشہ کو رہیں گے اور نیکوکاروں
جَزَاءُ الْمُحْسِنِينَ ﴿٨٥﴾ وَالَّذِينَ كَفَرُوا
کی یہی پاداش ہے۔ اور جو لوگ کافر رہے اور ہماری
وَكَذَّبُوا بِآيَاتِنَا أُولَٰئِكَ أَصْحَابُ الْجَحِيمِ ﴿٨٦﴾ ع ۹ / ۱۱ / ۱
آیات کو جھوٹا کہتے رہے وہ لوگ دوزخ والے ہیں

اور جب وہ رسول پر اتری ہوئی وحی کو سنتے ہیں، تو تم ان کی آنکھوں کو دیکھو گے کہ آنسوؤں سے بھری ہوئی ہوں گی۔ کیونکہ وہ اس بشارت کو پہچان گئے ہیں جو بعثت محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے متعلق انھوں نے اپنی کتابوں توریت اور انجیل میں دیکھی تھی، چنانچہ وہ کہنے لگتے ہیں کہ اے رب ہم محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لے آئے اب تو ہم کو اس گروہ میں شامل رکھ جنھوں نے شہادت دی ہے اور ایمان لے آئے ہیں۔ عبداللہ بن زبیر رض کہتے ہیں کہ یہ آیت نجاشی اور اس کے ساتھیوں سے متعلق نازل ہوئی ہے۔ ابن عباس رض کہتے ہیں کہ مع الشٰہدین سے محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کی اُمت مراد ہے جنھوں نے اپنے نبی کے لئے گواہی دی ہے کہ نبی نے حق تبلیغ ادا کر دیا اور رسول کی بھی گواہی دی ہے کہ وہ تبلیغ کا فریضہ ادا کر چکے۔ ابن عباس رض کہتے ہیں کہ تفیض من الدمع سے وہ کاشتکار لوگ مراد ہیں جو جعفر بن ابی طالب کے ساتھ حبشہ سے آئے تھے اور جب رسول اللہ نے قرآن سنایا تو وہ ایمان لے آئے، اُن کی آنکھوں میں آنسو آ گئے۔ رسول اللہ صلعم نے ان سے فرمایا کہ جب تم اپنے وطن جاؤ گے تو اپنے سابقہ مذہب میں عود تو نہیں کرو گے تو وہ کہنے لگے کہ، ہم اپنے اس دین سے ہرگز نہ پلٹیں گے، چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اُن کے قول کو اس

طرح نقل فرمایا ہے وَمَا لَنَا لَا نُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَمَا جَآءَنَا مِنَ الْحَقِّ وَنَطْمَعُ اَنْ يُّدْخِلَنَا رَبُّنَا مَعَ الْقَوْمِ الصّٰلِحِيْنَ یعنی آخر ہم کیوں ایمان نہ لائیں اللہ تعالیٰ پر اور اللہ تعالیٰ کی وحی پر، ہماری تو عین خواہش ہے کہ ہمارا رب ہمیں قوم صالحین میں داخل فرمالے۔ یہ نصاریٰ لوگ تھے جن کا ذکر اللہ تعالیٰ نے یوں فرمایا ہے کہ اہلِ کتاب میں سے ایسے لوگ بھی ہیں جو اللہ پر ایمان لاتے ہیں خشوع وخضوع اختیار کرتے ہیں اور تمہارے قرآن اور اپنی انجیل پر بھی ایمان رکھتے ہیں، یہ وہ لوگ ہیں جو اس سے پہلے بھی انجیل پر ایمان لاتے تھے، اور جب قرآن ان پر تلاوت کیا جاتا ہے تو کہتے ہیں کہ یہ خدا کی طرف سے حق ہے، ہم تو پہلے ہی مسلمان ہیں، اسی لئے یہاں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ان کے اس اعتراف کے سبب انہیں جنتیں دی جائیں گی جن میں پانی کے چشمے بہہ رہے ہوں گے۔ یہ ان کے ایمان اور تصدیق کا صلہ ہے، ان جنتوں میں وہ ہمیشہ رہیں گے وہاں سے دم بھر کیلئے ہٹیں گے تک نہیں، اتباعِ حق کرنے والوں کی جزا ایسی ہے جس طرح بھی وہ ہوں یا جہاں بھی ہوں یا جس کے ساتھ ہوں وہ اسی صلے کے مستحق ہیں، اس کے بعد حال اشقیا کی خبر دی جاتی ہے کہ جنھوں نے کفر کیا اور ہماری آیات کو جھٹلایا وہ سب دوزخی ہیں،

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تُحَرِّمُوْا طَيِّبٰتِ

اے ایمان والو اللہ تعالیٰ نے جو چیزیں تمہارے واسطے حلال کی ہیں ان میں لذیذ

مَآ اَحَلَّ اللّٰهُ لَكُمْ وَلَا تَعْتَدُوْا

چیزوں کو حرام مت کرو اور حدود سے آگے مت نکلو،

اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْمُعْتَدِيْنَ ﴿۸۷﴾ وَ

بے شک اللہ تعالیٰ حد سے نکلنے والوں کو پسند نہیں کرتے۔ اور

كُلُوْا مِمَّا رَزَقَكُمُ اللّٰهُ حَلٰلًا طَيِّبًا ۪

جو اللہ نے جو چیزیں تم کو دی ہیں ان میں سے حلال مرغوب چیزیں کھاؤ اور

وَّاتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِيْٓ اَنْتُمْ بِهٖ مُؤْمِنُوْنَ ﴿۸۸﴾

اللہ تعالیٰ سے ڈرو جس پر تم ایمان رکھتے ہو

ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ یہ آیت اصحاب النبی کے ایک گروہ میں نازل ہوئی، انھوں نے یہ کیا کہا تھا کہ ہم اپنے آلات کو قطع اور ترکِ شہوت کرنا چاہتے ہیں اور یہ کہ راہبوں کی طرح اِدھر اُدھر گھومتے رہیں اور دُنیا سے بالکل بے نیاز ہو جائیں۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو جب یہ اطلاع ملی تو آپ نے اُنھیں بُلا بھیجا اور پوچھا تو کہا ہاں ہمارا ایسا قصد ہے، تو آپ نے فرمایا لیکن دیکھو میں تو روزہ بھی رکھتا ہوں اور نہیں بھی رکھتا ہوں رات کو نماز بھی پڑھتا ہوں اور سو بھی رہتا ہوں---- عورتوں سے بھی نکاح کرتا ہوں، راہب بنا نہیں پھرتا۔ جو میرے طریقے پر چلا وہی میرا اور جو میرا طریقہ اختیار نہ کرے وہ میرا نہیں۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ بعض اصحابِ رسول اللہ نے حضرت کے گھریلو مخفی عمل کے بارے میں بعض ازواجِ نبی سے کچھ سوالات کئے (تو حضرت کی شب و روز عبادت گذاری کا حال معلوم ہوا ہوگا) تو اُن میں سے ایک کہنے لگا کہ میں اب سے کبھی گوشت نہیں کھاؤں گا۔ کسی نے کہا میں کبھی کسی عورت کے قریب نہ جاؤں گا۔ کسی نے کہا میں فرشِ خاک پر سوؤں گا، کبھی بستر پر نہ سوؤں گا۔ یہ خبر حضرت کو ملی تو آپ نے فرمایا ان لوگوں کو کیا ہوا؟ کوئی یہ کہتا ہے کوئی وہ کہتا ہے، میں تو روزہ رکھتا بھی ہوں اور نہیں بھی رکھتا، سوتا بھی ہوں اور نماز بھی پڑھتا ہوں، گوشت بھی کھاتا ہوں اور نکاح بھی کرتا ہوں۔ جو میرے طور طریق سے ہٹ گیا وہ مجھ میں سے نہیں، ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ ایک شخص نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آکر کہنے لگا کہ میں گوشت کھاتا ہوں، تو بہت شہوت پیدا ہو جاتی ہے اس لیے میں نے

اپنے اوپر گوشت حرام کرلیا ہے، تو یہ آیت اتری کہ اے ایمان والو! اللہ تعالیٰ کی حلال کی ہوئی چیزوں کو اپنے اوپر حرام نہ کر ڈالو۔ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ہم ایک لڑائی میں طویل عرصہ سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے، ہمارے ساتھ عورتیں نہ تھیں۔ جب ہم کو رہنا دوبھر معلوم ہونے لگا تو ہم نے حضرت ﷺ سے پوچھا کہ کیا ہم خصی ہو جائیں کہ خواہش ہی نہ پیدا ہو تو آپ نے منع فرمایا اور ہمیں ایک کپڑے یا ایک جوڑے مہر کے معاوضہ میں ایک موقتی نکاح کی اجازت دی پھر عبداللہ نے یہ آیت پڑھی کہ اے ایمان والو اللہ کی حلال کردہ چیزوں کو اپنے اوپر حرام نہ کرلو۔ لیکن یہ واقعہ نکاح متعہ کو حرام قرار دیئے جانے سے پہلے کا ہے۔ واللہ اعلم۔

عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے پاس پکی ہوئی کھیری کا تحفہ آیا۔ لوگ مل کر کھانے لگے تو ایک آدمی مجلس سے ہٹ گیا۔ حضرت عبداللہ نے کہا آؤ شریک ہو جاؤ تو کہنے لگا کہ میں نے تو اسکے نہ کھانے کی قسم کھالی ہے، آپ نے فرمایا کہ آؤ کھالو، قسم توڑ ڈالو اور کفارہ دیدو۔ پھر اس آیت کی تلاوت فرمائی، کہتے ہیں عبداللہ بن رواحہ نے ایک مہمان کو دعوت دی لیکن حضرت ﷺ کی خدمت میں ہونے کی وجہ سے دیر ہو گئی، گھر آ کر معلوم ہوا کہ مہمان کو منتظر رکھا گیا اور کھانا نہیں کھلایا گیا۔ تو بیوی پر غضبناک ہو کر کہا کہ میرے واسطے تم نے مہمان کو بھوکا رکھا۔ مجھ پر آج کھانا حرام ہے۔ عورت نے کہا ہاں مجھ پر بھی حرام ہے میں بھی نہیں کھاؤں گی۔ مہمان نے یہ دیکھ کر کہا مجھ پر بھی حرام ہے عبداللہ یہ دیکھ کر بہت پریشان ہوئے، پھر ہاتھ بڑھا کر کھانے لگے اور کہا بسم اللہ پڑھ کے سب شروع کرو۔ غرض یہ خبر حضرت کو ملی تو آیت بالا نازل ہوئی یہ حدیث اثر منقطع بھی جاتی ہے۔

صحیح بخاری کی وہ حدیث جس میں واقعہ صدیق اور ان کے مہمانوں کا ہے وہ بھی اسی کے مشابہ ہے

اور وہ اور یہ دونوں قصے اس بات کی دلیل ہیں کہ امام شافعی رحمہ اللہ وغیرہ علماء کا یہ مسلک ہے کہ جس نے اپنے اوپر کوئی طعام یا لباس یا عورتوں کو چھوڑ کر اور کوئی چیز اگر حرام کرلی تو وہ حرام نہیں ہو جاتی اور اس کا کفارہ نہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے کہدیا ہے کہ اللہ کی حلال کی ہوئی چیز اپنے اوپر حرام نہ بنالو۔ یہی تو وجہ ہے کہ جس نے گوشت کھانا اپنے اوپر حرام کرلیا تھا اس کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کفارہ دینے کا حکم نہیں دیا تھا۔ لیکن امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ یہ کہتے ہیں کہ جس نے کوئی کھانا پینا، لباس یا اور کوئی چیز حرام کرلی تو قسم کا کفارہ ادا کرنا پڑے گا۔ اس لیے کہ جب کوئی شخص قسم کے ذریعہ ترک اپنے اوپر لازم کرلے تو جیسے قسم کا کفارہ لازم آتا ہے اسی طرح بغیر قسم کے مجرد تحریم سے بھی غیر لازم کو لازم قرار دینے کی پاداش میں اسی سے مواخذہ کیا جانا چاہیئے جو کفارہ کی صورت میں ہو سکتا ہے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہ نے بھی ایسا ہی فتویٰ دیا ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ خدا کے قول سے بھی یہی نکلتا ہے۔ ارشاد ہے۔ يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ لِمَ تُحَرِّمُ الخ اور فرمایا قَدْ فَرَضَ اللّٰهُ لَكُمْ تَحِلَّةَ أَيْمَانِكُمْ۔ یعنی اے نبی! اپنی بیویوں کی خوشنودی کی خاطر اللہ نے جو تم پر حلال کر دیا ہے اس کو کیوں حرام کیئے لیتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ غفور رحیم ہے۔ پھر فرمایا کہ، اللہ تعالیٰ تم پر فرض کرتا ہے کہ اپنی قسموں کو توڑ دو، یہاں آیت مذکورہ بالا کے ذکر کے بعد یمین کے کفارہ کا ذکر فرمایا ہے، اس سے یہ بات ثابت ہوئی کہ یمین کا ذکر نہ بھی ہو اور اپنے اوپر حرام کرلیا ہو تو بھی مستحق کفارہ ہونے میں بمنزلہ یمین ہی کے ہے۔ واللہ اعلم۔ مجاہد رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ بعض بزرگ صحابہ جیسے عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ اور عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے ارادہ کیا کہ ترک دنیا کرلیں گے، خصی ہو جائیں گے، ٹاٹ کے سوا کچھ نہ پہنیں گے تو آیت متذکرہ اتری جس کے آخر میں فرمایا گیا کہ جس خدا پر تم ایمان لاچکے

اُس سے ڈرو۔

عکرمہ رضؓ سے مروری ہے کہ عثمانؓ بن مظعون رضؓ، علیؓ بن ابی طالب ابنؓ مسعود رضؓ، مقدادؓ بن اسود، سالم مولی ابو حذیفہ رضؓ ان اصحابؓ نے ترکِ دنیا کا قصد کر لیا۔ گھروں میں بیٹھ گئے۔ عورتوں کو چھوڑ دیا، ٹاٹ پہن لیا، طعام و لباس کی اچھی اچھی چیزیں سب اپنے پر حرام کر لیں۔ بنی اسرائیل کے رہبانوں کا سا کھانا پینا اختیار کر لیا خصی ہونے کا قصد کیا۔ اتفاق کر لیا کہ رات بھر نماز پڑھا کریں گے اور دن بھر روزہ رکھیں گے تو یہ آیت اُتری کہ طیبات خداوندی کو اپنے اوپر حرام نہ بنالو حد سے آگے نہ بڑھ جاؤ، ہم ایسے لوگوں کو ہرگز پسند نہیں کرتے، یہ مسلمانوں کا طریقہ نہیں کہ عورتوں سے الگ رہنا اچھا کھانا پینا اور اچھا لباس چھوڑ دینا، رات بھر جاگنا، دن بھر روزہ رکھنا، خصی ہو جانا یہ سب غلط طریقے ہیں، حضرت نے فرمایا کہ تم پر تمہارے نفس کا بھی حق ہے، کبھی نفل روزہ رکھو کبھی نہ رکھو، کبھی نماز پڑھو کبھی سو جاؤ، ہمارے اس طریقے کو چھوڑ دو گے تو تم ہم میں سے نہیں، یہ سن کر سب نے کہا، اے خدا! ہم کو ہمارے ان عزائم سے بچا اور اتباعِ وحی کی توفیق عنایت فرما،

نبی صلی اللہ علیہ وسلم ایک وقت تذکیر و تنبیہ کر کے اُٹھے اور صرف عذاب الٰہی سے خوف دلاتے رہے تو اصحابِ نبی صلعم میں سے دس آدمیوں نے کہا جن میں علیؓ بھی تھے عثمانؓ بن مظعون بھی تھے، کہنے لگے کہ اگر نصاریٰ اور رُہبان اپنے اوپر عیش و راحت حرام کر سکتے ہیں، تو ہم کو ان سے بھی زیادہ اس کا حق ہے۔ چنانچہ بعض نے گوشت چربی اپنے اوپر حرام کر لی، بعض نے نیند اور بعض نے عورتوں کو حرام کر لیا۔ چنانچہ ابن مظعون نے عورت کو اپنے اوپر حرام کر لیا تھا۔ نہ یہ اہل کے پاس جاتے نہ اہلیہ انکے پاس آسکتی، اب انکی عورت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس آئی۔ عائشہ صدیقہ رضؓ کے ساتھ دوسری ازواجُ النبی بھی بیٹھی ہوئی تھیں۔ حضرت عائشہ رضؓ نے پوچھا اے حولا! یہ تجھے کیا ہو گیا چہرے کا رنگ فق ہے، نہ کنگھی چوٹی ہے نہ تیل عطر ہے؟ تو اس نے کہا کنگھی کر کے تیل و عطر لگا کے کیا کروں، میرا شوہر نہ مجھ پر آ گرتا ہے نہ ذرا سا کپڑا تک میرا اٹھاتا ہے، سب کی سب اس کی بات سن کر ہنس پڑیں۔ ایسے میں رسولُ اللہ تشریف لائے، آپ نے فرمایا سب کی سب کیوں ہنس رہی ہو؟ تو کہا یا رسول اللہؐ حولا ایسا ایسا کہہ رہی ہے، تو آپ نے عثمانؓ بن مظعون رضؓ کو بلا کر کہا۔ یہ تو نے کیا کیا۔ وہ کہنے لگے کہ میں نے یہ عیش خدا کے لیے چھوڑ دیا ہے تا کہ عبادت کے لیے بالکل خاص رہوں بلکہ میرا ارادہ ہے کہ میں اپنے آپ کو خصی ہی کر لوں تو حضرتؐ نے فرمایا کہ مجھ کو خدا کی قسم ہے ہرگز ایسا نہ کرنا فوراً گھر جا اور بیوی سے مل۔ انھوں نے کہا یا رسول اللہ میرا روزہ ہے، حضرتؐ نے فرمایا روزہ توڑ دے۔ چنانچہ حسبِ انھوں نے پوری تعمیل کی۔ اب حولا، عائشہ رضؓ کے پاس آئی۔ کنگھی کی ہوئی، سُرمہ اور عطر لگائے ہوئے، حضرت عائشہ رضؓ نے ہنس کر پوچھا، حولا کیا ہوا، کہنے لگی کل وہ آیا تھا۔ آنحضرتؐ عثمانؓ سے فرماتے تھے کہ عثمان ایسا قطعی نہ کرنا، یہ دین پر بہت بڑی زیادتی ہے اور قسم کا کفارہ ادا کرنے کا حکم دے دیا اور فرمایا کہ اللہ تعالیٰ تمہاری لغو قسموں پر مواخذہ نہیں کرتا ہے، ہاں قسم کا پیمان باندھا گیا ہو تو گرفت کرے گا۔ لَا تَعْتَدُوْا کے معنی میں یہ بھی احتمال ہو سکتا ہے کہ مباحات کو اپنے اوپر حرام کر کے اپنے نفسوں پر تنگی نہ کر لو اور یہ بھی محتمل ہے کہ یہ مراد ہو کہ حلال کو حرام نہ بنالو اور حلال سے فائدہ اُٹھانے میں حد سے آگے نہ بڑھ جاؤ۔ حلال کو بھی بقدر کفایت ہی حاصل کرو زائد از ضرورت نہیں۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا، كُلُوْا وَاشْرَبُوْا وَلَا تُسْرِفُوْا۔ کھاؤ پیو لیکن کھانے

پینے میں زائد از ضرورت نہ خرچو۔ فرمایا کہ مومن وہ لوگ ہیں جو خرچ کرتے ہیں تو اسراف نہیں کرتے نہ بخل کرتے ہیں بلکہ اعتدال کی روش میں رہتے ہیں۔ اللہ تعالٰے نے افراط کی اجازت دی ہے نہ تفریط کی۔ اسی لئے فرمایا کہ لَا تَعْتَدُوْا پھر فرمایا کہ ہر حالت میں حلال اور طیب کھاؤ اور اپنے تمام امور میں خدا سے ڈرو۔ اس کی طاعت اور مرضی کی اتباع کرو۔ مخالفت وعصیان سے باز رہو۔

لَا يُؤَاخِذُكُمُ اللّٰهُ بِاللَّغْوِ فِيْٓ اَيْمَانِكُمْ

اللہ تم سے مواخذہ نہیں فرماتے تمہاری قسموں میں لغو قسم پر لیکن

وَلٰكِنْ يُّؤَاخِذُكُمْ بِمَا عَقَّدْتُّمُ الْاَيْمَانَ ۚ

مواخذہ اس پر فرماتے ہیں کہ تم قسموں کو مستحکم کر دو۔

فَكَفَّارَتُهٗٓ اِطْعَامُ عَشَرَةِ مَسٰكِيْنَ مِنْ

سو اس کا کفارہ دس محتاجوں کو کھانا دینا اوسط درجہ کا جو اپنے

اَوْسَطِ مَا تُطْعِمُوْنَ اَهْلِيْكُمْ اَوْ كِسْوَتُهُمْ

گھر والوں کو کھانے کو دیا کرتے ہو یا ان کو کپڑا دینا یا

اَوْ تَحْرِيْرُ رَقَبَةٍ ۭ فَمَنْ لَّمْ يَجِدْ فَصِيَامُ

ایک غلام یا لونڈی آزاد کرنا۔ اور جس کو مقدور نہ ہو تو تین دن کے

ثَلٰثَةِ اَيَّامٍ ۭ ذٰلِكَ كَفَّارَةُ اَيْمَانِكُمْ اِذَا

روزے ہیں یہ کفارہ ہے تمہاری قسموں کا جب کہ تم

حَلَفْتُمْ ۭ وَاحْفَظُوْٓا اَيْمَانَكُمْ ۭ كَذٰلِكَ

قسم کھا لو۔ اور اپنی قسموں کا خیال رکھا کرو۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ

يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمْ اٰيٰتِهٖ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ (۸۹)

تمہارے واسطے اپنے احکام بیان فرماتے ہیں تاکہ تم شکر کرو۔

لغو قسمیں، جن کو جھوٹ موٹ قسمیں یا تکیہ کلام قسمیں کہنا چاہیے ان کا ذکر سورۂ بقرہ میں گزر چکا۔ اس کے اعادہ کی ضرورت نہیں۔ ایسی قسمیں آدمی بلا قصد اپنی باتوں میں بولتا رہتا ہے "خدا قسم" "اللہ قسم" یہ امام شافعیؒ کا قول ہے۔ دوسروں کا قول ہے کہ ایسی لغو ہزل میں ہوا کرتی ہیں یا معصیت کے موقعہ پر بھی ہو سکتی ہیں۔ حضرت امام ابو حنیفہؒ اور امام احمدؒ کا قول ہے کہ غلبۂ ظن کے موقع پر بھی کہا جاتا ہو تو یمین لغو کی تعریف میں آجائے گا۔ یا غصہ کے وقت یا بھول کر قسم کھائی گئی ہو اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ ترکِ اکل وشرب ولباس سے متعلق بھی قسم ہو تو اسی استدلال سے قابل غیر مواخذہ ہے کہ لَا تُحَرِّمُوْا طَيِّبٰتِ الخ لیکن صحیح تر یہی بات ہے کہ بلا قصد جو قسم زبان سے نکلتی ہے وہی یمین لغو ہے وَلٰكِنْ يُّؤَاخِذُكُمْ بِمَا عَقَّدْتُّمُ الْاَيْمَانَ ۚ یعنی قسم کھانے کی نیت اور ارادے سے قسم کھائی گئی ہو اللہ تعالیٰ مواخذہ فرمائے گا فَكَفَّارَتُهٗٓ اِطْعَامُ عَشَرَةِ مَسٰكِيْنَ مِنْ اَوْسَطِ مَا تُطْعِمُوْنَ اَهْلِيْكُمْ یعنی عزوم و تصمیم والی قسم کو توڑنے کا کفارہ دس مسکینوں کو کھانا کھلانا ہے جن کے پاس "مایحتاج" کے حصول کی کوئی سبیل نہیں اور وہ اوسط قسم کی غذا دی جانی چاہیے جو تم کھاتے ہو اور اپنے عیال کو کھلاتے ہو۔ یہ اوسط غذا روٹی اور دودھ یا روٹی اور روغن ہے۔ ابن عباسؓ نے بیان کیا ہے کہ بعض لوگ اپنے اہل کو حیثیت سے بھی خراب غذا کھلاتے ہیں اور بعض حیثیت سے بھی اچھی۔ اس لئے اللہ نے کہا ہے کہ اوسط قسم کی ہو نہ اس میں تنگی برتی گئی ہو نہ دل کھول کر خرچ کیا گیا ہو۔ ابن عمرؓ کہتے ہیں کہ وہ روٹی گوشت ہے یا روٹی دودھ روغن یا سرکہ وغیرہ ہے یا روٹی کھجور وغیرہ۔ ابن جریر کہتے ہیں کہ اوسط سے مراد غذا کی قلت و کثرت ہے چنانچہ علماء نے مقدارِ غذا میں اختلاف کیا ہے۔ حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ صبح و شام دو وقت دس مسکینوں کو کھلایا جائے۔ محمد بن سیرین کہتے ہیں کہ ایک ہی وقت کافی ہے۔ یعنی روٹی اور گوشت اگر گوشت نہ ہو تو روٹی اور روغن ہی، یا سرکہ اور پیٹ بھر کر کھلائی جائے۔ بعض کہتے ہیں کہ ہر ایک کو نصف صاع گیہوں یا کھجوریں دی جائیں۔ یعنی تقریباً سوا سیر

ابو حنیفہ کہتے ہیں کہ گیہوں ہوں تو نصف صاع اور دوسرا غلہ ہو تو ایک صاع۔ ابن عباس رضؓ نے کہا ہے کہ رسول اللہ صلعم نے ایک صاع کھجور کا کفارہ دیا تھا۔ اور یہی حکم لوگوں کو دیا تھا۔ اور کھجوریں نہ ہوں تو نصف صاع گیہوں۔ پھر ابن عباس رضؓ نے کہا کہ ایک مد گیہوں یعنی ۵۶ تولہ سالن کے ساتھ۔ ابن عمرؓ، زید بن ثابت، مجاہد اور عکرمہ اور محمد بن سیرین وغیرہ سے بھی یہی مروی ہے۔

امام شافعیؒ نے کہا کہ کفارۂ یمین میں مقدار واجب مد النبی ہے یعنی وہی ۵۶ تولہ گیہوں لیکن سالن کی کوئی قید نہیں، یہاں امام شافعیؒ نے دلیل لی ہے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اس حکم سے جو آپ نے ایک شخص کو حکم دیا تھا جس سے بحالت صوم رمضان جماع کا فعل سرزد ہو گیا تھا کہ ساٹھ مسکینوں کو ایک ایسے پیمانہ سے ناپ کر گیہوں دو جس میں پندرہ صاع سما سکیں یعنی ہر ایک کو ایک ایک مد مل سکے۔ ابن عمرؓ سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم یمین کا کفارہ ایک مد گیہوں قرار دیتے تھے۔ احمد بن حنبل کہتے ہیں کہ واجب مد بھر گیہوں یا دو مد غیر گندم۔ واللہ اعلم۔

قولہ تعالٰی اَوْ كِسْوَتُهُمْ امام شافعیؒ کہتے ہیں کہ اگر ان دس میں سے ہر ایک کو اس قدر کپڑا دیں جس پر لباس کا اطلاق ہو سکتا ہو تو کافی ہے، جیسے ایک قمیص، ایک پاجامہ یا عمامہ یا چادر۔ ٹوپی کے بارے میں اختلاف ہے کہ صرف ٹوپی کافی ہو سکتی ہے یا نہیں۔ بعض کہتے ہیں جائز ہے، دلیل اس حدیث سے لی ہے کہ عمران بن الحصین سے سوال کیا گیا تو کہا کہ اگر چند لوگ تمہارے امیر کے پاس آئیں اور وہ ہر ایک کو ایک ایک ٹوپی اڑھا دے تو تم کہتے ہو کہ لباس دیا گیا۔ پس كِسْوَتُهُمْ میں ٹوپی بھی آ گئی لیکن اس کی اسناد ضعیف ہیں۔ مالک اور احمد بن حنبل کہتے ہیں کہ ہر ایک کو اتنا لباس دینا ضروری ہے جتنا کہ نماز پڑھنے میں لباس پہنے رہنا ضروری ہے۔ مرد اور عورت کو لباس کے حسب ضرورتِ شرعی۔ واللہ اعلم۔ ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ ہر مسکین کو ایک عبا دی جائے یا ایک شملہ۔ مجاہد کہتے ہیں کہ اوپر کا لباس، یا لباس زیریں جو چاہو کوئی ایک دے سکتے ہو۔ ابراہیم النخعی کہتے ہیں کہ ایسا لباس جو ملحفہ اور ردا، دونوں پر مشتمل ہو دینا چاہئے۔ یعنی لحاف اور چادر وغیرہ نہ کہ صرف جانگیا اور قمیص اور اوڑھنی وغیرہ، اسکو لباس جامع نہیں کہیں گے۔ سعید بن المسیب کہتے ہیں کہ عمامہ جیسے سر پر لپیٹتے ہیں اور عبا جسے بدن پر پہنتے ہیں۔ لباس جامع کی تعریف میں ہے۔ ابن سیرین کہتے ہیں کہ دو دو کپڑے دیئے جائیں ابو موسیٰ نے قسم کھائی تھی تو دو کپڑے کفارہ میں دیئے تھے۔ حضرت عائشہ رضہ سے مروی ہے کہ، كِسْوَتُهُمْ سے ہر مسکین کے لیئے ایک عبا مراد ہے اور یہ حدیث غریب ہے۔ اَوْ تَحْرِيْرُ رَقَبَةٍ یا ایک غلام آزاد کر دیا جائے ابو حنیفہ رح مطلق غلام مراد لیتے ہیں۔ خواہ کافر غلام آزاد کیا جائے یا مومن۔ امام شافعیؒ اور دوسرے فقہاء کہتے ہیں کہ مومن غلام ہونا ضروری ہے جیسا کہ قتل کے کفارہ میں مومن غلام کی قید ہے اس صورت میں اتحاد موجب تو موجود رہے گا اگرچہ اتحادِ سبب نہ ہو۔ حدیث معاویہ بن حکم سے معلوم ہوتا ہے اور صحیح مسلم میں بھی ہے کہ ابن حکم سلمی کے ذمہ ایک غلام کو آزاد کرنا تھا۔ چنانچہ وہ ایک حبشی جاریہ کو لیکر آئے۔ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے پوچھا کہ خدا کہاں ہے تو اس حبشن نے کہا آسمان میں۔ پھر پوچھا میں کون ہوں؟ تو کہا آپ اللہ تعالٰی کے رسول ہیں۔ تو حضرتؐ نے فرمایا کہ ہاں یہ مومنہ ہے اس کو آزاد کر سکتے ہو۔ اب ان تین قسم کے کفاروں میں سے جس قسم کا کفارہ بھی ادا کیا جائے گا ادا ہو جائے گا۔ قرآن میں، پہلے سب سے سہل کا ذکر ہے اس کے بعد درجہ بدرجہ۔ یعنی کھلانا زیادہ سہل ہے لباس دینے سے پھر لباس غلام آزاد کرنے سے زیادہ سہل ہے۔ غرض یہ کہ ادنیٰ سے اعلیٰ

کی طرف قدم بڑھایا گیا ہے سب سے آخر میں یہ ہے کہ اگر مکلف ان تینوں میں سے کسی پر بھی قادر نہ ہو تو فَمَنْ لَّمْ يَجِدْ فَصِيَامُ ثَلٰثَةِ اَيَّامٍ یعنی تین دن کے روزے رکھو ابن جبیر اور حسن بصری نے کہا ہے کہ جس کے پاس تین درہم بھی ہوں تو وہ کھانا کھلائے ورنہ روزے رکھے۔ بعض متاخرین فقہاء سے منقول ہے کہ اسکے لئے جائز ہے جسکے پاس اپنی ضروریات ما یحتاج کے سوا اور کوئی چیز فاضل نہ ہو، جسکو وہ یمین کے کفارہ میں دے سکتا ہو۔ ابن جریر نے یہ بھی کہا ہے کہ نیز وہ اس قدر غریب ہو کہ وہ اپنی یا اپنے عیال کی اس دن کی قوت سے زیادہ کچھ نہ رکھتا ہو، اب علماء کا اختلاف اس میں بھی ہے کہ پے در پے تین روزے رکھنا کیا واجب ہے یا مستحب ہے اور کیا الگ الگ بھی رکھ سکتے ہیں۔ شافعی رح کہتے ہیں کہ پے در پے رکھنا واجب نہیں، مالک رح بھی یہی کہتے ہیں اسلئے کہ حکم مطلق ہے کوئی قید نہیں۔ جیسے رمضان کے مسلسل روزے قضا ہوں تو اس کو بھی مسلسل قضا رکھنے کی ضرورت نہیں۔ کیونکہ فَعِدَّةٌ مِّنْ اَيَّامٍ اُخَرَ ایک مطلق آیت ہے۔ امام شافعی رح سے ایک جگہ پے در پے کے وجوب کی صراحت۔ احناف اور حنابلہ کا بھی یہی قول ہے۔ وہ اس روایت کی بنا پر کہ ابی بن کعب کی ایک قرأت ہے فَصِيَامُ ثَلٰثَةِ اَيَّامٍ مُّتَتَابِعَاتٍ

اصحاب ابن مسعود رض بھی اسی طرح پڑھتے تھے اگرچہ یہ قرأت متواتر طور پر ثابت نہیں، لیکن کم از کم خبر واحد ضرور ہے یا صحابہ کی تفسیر سے اس کا ثبوت ملتا ہے۔ ابن عباس رض سے مروی ہے کہ جب کفارہ کی آیت اتری تو حذیفہ نے کہا یا رسول اللہ ص! کیا ہم ان تینوں میں سے کسی ایک کو اختیار کرنے میں آزاد ہیں تو آپ نے فرمایا کہ ہاں چاہو تو غلام آزاد کردو، یا کسی کو لباس پہنا دو یا کھانا کھلا دو اور کچھ بھی نہیں تو تین دن کے پے در پے روزے رکھو، اور یہ حدیث غریب ہے ذٰلِكَ كَفَّارَةُ اَيْمَانِكُمْ اِذَا حَلَفْتُمْ یہ یمین کا شرعی کفارہ ہے وَاحْفَظُوْا اَيْمَانَكُمْ یعنی کفارہ ادا کئے بغیر نہ رہنا۔ اللہ پاک اسی طرح وضاحت کے ساتھ اپنی آیتیں بیان فرماتا ہے کہ شاید تم شکر ادا کرو۔

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اِنَّمَا الْخَمْرُ وَالْمَيْسِرُ
اے ایمان والو بات یہی ہے کہ شراب اور جوا

وَالْاَنْصَابُ وَالْاَزْلَامُ رِجْسٌ مِّنْ
اور بت وغیرہ اور قرعہ کے تیر یہ سب گندی باتیں

90 عَمَلِ الشَّيْطٰنِ فَاجْتَنِبُوْهُ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ
شیطانی کام ہیں سو ان سے بالکل الگ رہو تاکہ تم کو فلاح ہو۔

اِنَّمَا يُرِيْدُ الشَّيْطٰنُ اَنْ يُّوْقِعَ بَيْنَكُمُ
شیطان تو یوں چاہتا ہے کہ شراب اور جوے کے ذریعے سے تمہارے

الْعَدَاوَةَ وَالْبَغْضَآءَ فِى الْخَمْرِ وَالْمَيْسِرِ
آپس میں عداوت اور بغض واقع کردے اور اللہ تعالیٰ

وَيَصُدَّكُمْ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ وَعَنِ الصَّلٰوةِ
کی یاد سے اور نماز سے تم کو باز رکھے۔

فَهَلْ اَنْتُمْ مُّنْتَهُوْنَ 91 وَاَطِيْعُوا اللّٰهَ
سو اب بھی باز آؤ گے اور تم اللہ تعالیٰ کی اطاعت

وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ وَاحْذَرُوْا فَاِنْ
کرتے رہو اور رسول کی اطاعت کرتے رہو اور احتیاط رکھو، اگر اعراض

تَوَلَّيْتُمْ فَاعْلَمُوْۤا اَنَّمَا عَلٰى رَسُوْلِنَا الْبَلٰغُ
کروگے تو یہ جان رکھو کہ ہمارے رسول کے ذمہ صرف صاف

الْمُبِيْنُ 92 لَيْسَ عَلَى الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا
صاف پہنچا دینا تھا۔ ایسے لوگوں پر جو کہ ایمان رکھتے ہوں اور

وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ جُنَاحٌ فِيْمَا طَعِمُوْۤا
نیک کام کرتے ہوں اس چیز میں کوئی گناہ نہیں جس کو وہ کھاتے

اِذَا مَا اتَّقَوْا وَّاٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ
پیتے ہوں جبکہ وہ لوگ پرہیز رکھتے ہوں اور ایمان رکھتے ہوں اور نیک کام کرتے

ثُمَّ اتَّقَوْا وَّاٰمَنُوْا ثُمَّ اتَّقَوْا وَّاَحْسَنُوْا

ہوں پھر پرہیز کرنے لگتے ہوں اور ایمان رکھتے ہوں پھر پرہیز کرنے لگتے ہیں

وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ ﴿۹۳﴾

اور خوب نیک عمل کرتے ہوں اللہ تو ایسے نیکوکاروں سے محبت رکھتے ہوں

اللہ پاک اپنے مومن بندوں کو شراب نوشی اور جوئے بازی وغیرہ سے منع فرماتا ہے۔ حضرت علیؓ سے مروی ہے کہ شطرنج بھی ایک قسم کا جوا ہے۔ مجاہد اور طاؤسؒ سے مروی ہے کہ ہر چیز جس میں قمار کا لگاؤ ہو جوا ہے حتیٰ کہ بچوں کا شرطیں لگا کر منکے یا کوڑیاں کھیلنا یہ سب جوا ہے اسلام آنے تک یہ جوا زمانۂ جاہلیت میں خصوصیت کے ساتھ کھیلا جاتا تھا۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو ان اخلاقِ قبیحہ سے منع فرمایا۔ اہلِ جاہلیت میں بالعموم یہ جوا یوں ہوتا تھا کہ ایک بکری یا دو بکری کا گوشت شرط کے طور پر بیچ دیا جاتا تھا۔

زہری کہتے ہیں کہ جوا یوں ہوتا تھا کہ اموال واثمار پر پانسے پھینکے جاتے تھے اور اس طرح جوئے کے ذریعہ ان پر قبضہ کیا جاتا تھا۔ حضرتؐ نے فرمایا ہے کہ پانسوں کے ذریعے جو کھیل کھیلا جاتا ہے وہی جوا ہے۔ اسی طرح جس چیز کو کھیلتے وقت مار کر جیتا جاتا ہے وہ بھی قمار ہے اور شاید اس سے یہ مراد ہے کہ شطرنج کا کھیل حرام ہے اور اسی طرح چوسر کا۔ کیونکہ اس میں مہرے کو مار کر جیتا جاتا ہے۔

حضرتؐ نے فرمایا کہ جو شطرنج یا چوسر کھیلے گویا کہ اس نے اپنا ہاتھ سور کے گوشت میں ڈال دیا اور اسکے خون میں ڈبو دیا۔ ابو موسیٰ اشعری کی روایت ہے کہ حضرتؐ نے فرمایا جو نرد کھیلے وہ خدائے تعالیٰ کا باغی ہے۔ عبدالرحمٰن کہتے ہیں کہ میں نے اپنے باپ سے سنا کہ حضرت فرماتے ہیں کہ جو چوسر کھیل کر نماز پڑھنے کو کھڑا ہو اسکی مثال ایسی ہے کہ کوئی پیپ اور خنزیر کے خون سے وضو کر کے نماز پڑھنے کے لئے کھڑا ہوا ہو۔ شطرنج

کے بارے میں تو عبداللہ بن عمرؓ کہتے ہیں کہ یہ چوسر سے بھی بُری ہے اور وہ اسے قمار و میسر میں شمار کرتے ہیں۔ امام مالکؒ امام ابو حنیفہؒ، امام احمدؒ اس کے حرام ہونے کے قائل ہیں لیکن امام شافعیؒ اس کو مکروہ بتاتے ہیں۔ ابن عباسؓ اور دوسرے بہت سے صحابہؓ کہتے ہیں کہ "انصاب" اُن پتھروں کو کہتے ہیں کہ جن پر مشرکین قربانیاں کر کے بتوں پر چڑھاتے تھے۔ اور "ازلام" بھی ان پانسوں کو کہتے ہیں جنھیں تقسیم کر کے فال لیا جاتا تھا۔ خدائے تعالیٰ فرماتا ہے کہ "یہ شیطانی اعمال کی گندگی ہے اور سب سے بُرے شیطانی اعمال ہیں۔ اس لئے اے میرے بندو اس گندگی سے بچو، تم فلاح پا سکو گے"۔ ارشاد باری ہے "شیطان کا مقصد ہمیشہ یہ رہتا ہے کہ خمر اور میسر میں مبتلا کر کے تم میں بغض و عداوت پیدا کرتا رہے اور خدا کے ذکر اور نماز سے تمہیں غافل کرتا رہے۔ اب بھی ان باتوں سے باز آؤ گے کہ نہیں" یہ خدائے تعالیٰ کی طرف سے زبردست تنبیہہ و تخویف ہے۔

ع ۱۲ ۷ ۲

حرمتِ شراب میں احادیث واردہ کا ذکر!

ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ شراب کی حرمت تین دفعہ آئی۔ جب کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ تشریف لائے اُس وقت لوگ شراب پیتے تھے۔ جوئے کا مال کھاتے تھے حضرتؐ سے اِس بارے میں سوال کیا گیا۔ تو یہ وحی نازل ہوئی کہ "تم سے شراب اور جوئے کے بارے میں پوچھتے ہیں تو کہہ دو کہ اس میں فائدہ تو ہے لیکن بہت کم اور اس کے مقابلہ میں نقصان بہت زیادہ ہے" تو لوگوں نے کہا کہ فائدہ کم اور زیادہ نقصان بتایا گیا ہے، حرام نہیں کہا گیا ہے، چنانچہ شراب پیتے رہے، لیکن ایک دن ایسا اتفاق ہوا کہ ایک مہاجر صحابی نمازِ مغرب میں قرآن

پڑھتے وقت نشے کے عالم میں قرآن کو غلط سلط اور غلط ملط کر دیا۔ چنانچہ یہ آیت اُتری کہ "اے مومنو! نشے کی حالت میں نماز نہ پڑھا کرو جب تک کہ تمہیں ہوش نہ ہو کہ کیا پڑھتے ہو اور کیا نہیں"۔ یہ آیت پہلے سے زیادہ سخت تھی، چنانچہ لوگوں نے نماز کے وقت شراب پینا چھوڑ دیا لیکن پھر بھی برابر پیتے رہے کیونکہ صراحتاً ممانعت نہیں تھی لیکن ایک دن شراب میں مست ہو کر کوئی نماز پڑھ رہا تھا، چنانچہ ممانعت کی صاف آیت نازل ہو گئی کہ "اے لوگو! شراب اور جُوا اور پانسے اور تیر یہ سب شیطان کے گندے عمل ہیں تم فوراً رُک جاؤ شاید فلاح پا سکو"۔ تو لوگوں نے کہا اے رب! ہم رُک گئے، باز آ گئے، پھر لوگوں نے حضرتؐ سے ان لوگوں کے بارے میں پوچھا جو یہ ممانعت کئے جانے سے قبل فی سبیل اللہ قتل ہو گئے تھے یا طبعی موت مر گئے تھے لیکن شراب پیتے تھے اور جُوا کھیلتے تھے اُن کا کیا ہو گا جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے اسکو شیطانی عمل فرما دیا اور ممانعت کر دی تو یہ آیت نازل ہوئی کہ "جو لوگ ایمان لائے تھے اور نیک عمل کئے تھے تو ممانعت سے پہلے جو کچھ انھوں نے حرام کھایا تھا اُس پر الزام نہیں دیا جائے گا"۔ اور حضرتؐ نے فرمایا کہ اگر ان کی زندگی میں ان پر یہ حرام ہو جاتا تو وہ بھی اس کو ایسے ہی چھوڑ دیتے جیسا کہ تم نے چھوڑ دیا۔

ابی میسرہ سے روایت ہے کہ تحریمِ خمر کی آیت اُترنے سے پہلے حضرت عمرؓ نے یہ دعا مانگی تھی۔ اے خدا! حرمتِ شراب کے بارے میں ہمارے پاس اپنی وحی بھیج، تو یہ آیت اُتری تھی کہ اس میں نقصان زیادہ اور فائدہ کم ہے، لیکن حضرت عمرؓ کو جب یہ آیت سُنائی گئی تو انھوں نے پھر یہ دُعا مانگی کہ اے خدا بیان شافی و کافی نازل فرما، تو سورۂ نساء میں یہ آیت اُتری کہ "اے ایمان والو! نشے کی حالت میں ہرگز نماز نہ پڑھو

تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے موذن نے حَیَّ عَلَی الصَّلوٰۃ کے بعد پکار کر کہہ دیا کہ نشے کی حالت میں نماز پڑھنے کی ممانعت آ گئی ہے۔ عمرؓ کو پھر یہ وحی سُنا دی گئی، پھر بھی آپ یہ کہنے لگے کہ "اے خدا بیانِ شافی و کافی اُتار"۔ تو سورۂ مائدہ میں یہ آیت نازل ہوئی کہ "شراب بالکل حرام ہے بالکل رُک جاؤ"۔ تو حضرت عمرؓ کہنے لگے کہ رُک گئے اے خدا! ہم رُک گئے۔

صحیحین سے ثابت ہے کہ عمر بن الخطابؓ نے منبرِ رسول پر خطبہ دیتے ہوئے فرمایا کہ اے لوگو! شراب حرام ہو گئی ہے اور ان پانچ چیزوں میں سے جس سے بھی بنائی جائے وہ شراب ہے، انگور، کھجور، شہد، گیہوں، جَو اور خمر کا لفظ عام ہے ہر ایسی نشے کی چیز پر جو عقل کو ڈھانک دے ابن عمرؓ کہتے ہیں کہ تحریم خمر کے وقت انگور کی شراب چالو نہیں تھی۔

ایک دوسری حدیث یہ بھی ہے کہ شراب سے متعلق جب پہلی وحی آئی تو عام چرچا ہوا کہ شراب حرام ہو گئی تو لوگوں نے کہا، یا رسول اللہؐ! جیسا کہ اللہ نے فرمایا ہے کہ اس میں نفع ہے تو ہم کو نفع اُٹھاتے رہنا چاہیئے، تو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم چُپ ہو رہے۔ جب دوسری آیت اُتری تو پھر شہرت ہوئی کہ شراب حرام ہو گئی۔ تو لوگوں نے کہا یا رسول اللہ! ہم نماز کے وقت نہیں پئیں گے، تو آپ پھر خاموش ہو گئے۔ لیکن جب یہ آیت نازل ہوئی کہ یہ شیطان کا عمل ہے اس سے رُک جاؤ تو حضرتؐ نے صاف فرما دیا کہ شراب حرام ہو گئی ہے۔

ایک دوسری حدیث ہے جو کہ ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ قبیلۂ ثقیف یا قبیلۂ دوس کا ایک شخص حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا دوست تھا۔ وہ فتح مکہ کے روز آپ سے ملا اور شراب کا ایک مٹکا حضرتؐ کو تحفہ پیش کیا۔ آپ نے فرمایا کیا تم کو [illegible] معلوم ہے کہ اللہ نے ...

نے شراب حرام کردی ہے تو وہ آدمی اپنے غلام کی طرف متوجہ ہوا اور کہا اسے بازار میں لے جاکر بیچ دو، تو حضرتؐ نے فرمایا جس نے شراب حرام کی ہے اُس نے اس کی خرید و فروخت بھی حرام کی ہے، تو اس نے اپنے غلام کو حکم دیا کہ شہر سے باہر لے جاؤ اور یہ مٹکا لنڈھا دو۔

ایک دوسری حدیث تمیم داری سے مروی ہے کہ وہ ہر سال نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو شراب کا ایک مٹکا تحفتہً بھیجتے تھے اور جب شراب حرام ہو گئی اور وہ حسب معمول مٹکا لے آئے تو حضرت نے مسکرا کر فرمایا کہ تمہارے پیچھے شراب حرام کردی گئی ہے تو اُس نے کہا: یارسول اللہؐ میں اسے بیچ دیتا ہوں اور قیمت ہاتھ کر لیتا ہوں تو حضرت نے فرمایا خدا یہودیوں پر لعنت کرے جن پر گائے اور بکرے کی چربی حرام کردی گئی تھی تو وہ اسکو پگھلا کر روغن بنا کر بیچ دیتے تھے۔ اللہ نے شراب اور اس کی قیمت سب حرام کردی ہے، بالکل ایسی ہی ایک حدیث عبدالرحمن بن غنم سے مروی ہے جس میں معناً کوئی فرق نہیں، اسی طرح کی اور ایک حدیث ہے کہ ابن کیسان کا باپ حضرتؐ کے زمانے میں شراب کی تجارت کرتا تھا، چنانچہ وہ تجارت کے لئے شام سے شراب کے مٹکے لے آیا اور حضرتؐ کے پاس بھی ایک مٹکا لاکر کہنے لگا کہ یارسول اللہؐ! آپ کے لئے بڑی نفیس شراب لے آیا ہوں، تو آپ نے فرمایا اے کیسان، یہ تو تیرے پیچھے حرام ہو گئی ہے، تو اُس نے پوچھا کہ حضرتؐ کیا میں اسے فروخت کردوں؟ اس پر آپ نے فرمایا اس کی قیمت بھی حرام ہے، تو ابن کیسان نے مٹکوں کو لے جاکر پاؤں سے ٹھوکر مار کر تمام تجارت کی شراب بہا دی۔

انسؓ سے مروی ہے کہ میں ابو عبیدہؓ کو اور ان کے دوسرے ساتھیوں کو شراب پلا رہا تھا حتی کہ قریب تھا کہ شراب انہیں مخمور کر دے کہ اتنے میں کسی نے کہا کیا تمہیں خبر نہیں کہ شراب حرام ہو گئی ہے، تو لوگوں نے کہا ابھی ہم انتظار کریں گے اور تحقیق کریں گے تو دوسرے صحابہؓ نے کہا، نہیں! اے انس جو کچھ تیرے مٹکے میں بچ رہی ہے وہ سب لنڈھا دے، خدا کی قسم اب ہم پھر نہیں چکھیں گے، یہ کھجور اور خشکی شراب تھی، اُس وقت انسؓ اور ان کے ساتھی ابو طلحہ کے گھر میں تھے، منادی ندا کرنے لگا، تو کہا گیا کہ نکل کر دیکھو اور سنو! تو معلوم ہوا کہ شراب حرام ہو گئی ہے، اور مدینہ کی گلیوں میں شراب بہہ رہی تھی، بعض نے کہا کہ ان لوگوں کا کیا ہوگا جو شراب پیتے تھے اور جہاد میں قتل ہو گئے، تو یہ آیت اُتری، کہ جو مومن نیک عمل کرتے تھے اور مر گئے ہیں ان پر کوئی گناہ نہیں۔

انس کہتے ہیں کہ میں شراب پلا رہا تھا، لوگوں کے سر نشے سے ڈھلک رہے تھے کہ منادی نے شراب کی حرمت سُنادی تو ہر آنے جانے والے نے اپنی شراب بہا دی اور مٹکے توڑ دیئے، بعض نے وضو کیا اور بعض نے غسل کیا بعض نے اُم سلیم کے پاس سے لے کر خوشبو لگائی پھر مسجد آئے تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حرمت شراب کی آیت سُنائی، ایک آدمی نے قتادہؓ سے کہا کہ کیا تم نے یہ انسؓ سے سنا ہے، اور کسی نے انسؓ سے پوچھا کہ کیا تم نے رسول اللہؐ سے سُنا ہے؟ تو انسؓ نے کہا ہاں! نہ حضرتؐ جھوٹ بولتے ہیں نہ ہم جھوٹ کہتے ہیں بلکہ ہم تو جانتے بھی نہیں کہ جھوٹ کیا چیز ہے۔

عبداللہ بن عمرو کہتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے عام شراب اور جوا اور گیہوں کی شراب اور شطرنج، چوسر، گانے بجانے کے آلات سب حرام کردیئے ہیں اور صرف مجھ پر صلوٰۃ وتر واجب فرمائی ہے، رسول اللہؐ نے فرمایا کہ میری طرف سے جو شخص جھوٹی حدیث بنا کر پیش کرے اس کا ٹھکانہ دوزخ ہے۔ آپ نے غبیرہ درخت سے کھینچی ہوئی شراب بھی حرام قرار دی اور ہر نشہ آور شے کو حرام فرمایا۔

ابن عمرؓ فرماتے ہیں کہ حضرتؐ نے فرمایا کہ شراب کے دس متعلقات پر لعنت، خود شراب پر لعنت، پینے والے اور پلانے والے پر لعنت، بیچنے والے اور خریدنے والے پر لعنت، شراب کشید کرنے والے، شراب بنانے والے، شراب اٹھا کر لیجانے والے اور جس کی طرف لے جا رہا ہو اُس پر اور شراب کی قیمت کھانے والے، ان سب پر لعنت۔

ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ایک باڑے کی طرف نکلے، میں آپ کی سیدھی طرف تھا کہ ابوبکرؓ سامنے کی طرف سے آئے میں پیچھے ہو گیا ابوبکرؓ آپ کی سیدھی طرف ہو گئے، میں بائیں طرف ہو گیا کہ اتنے میں عمرؓ آتے دکھائی دیئے، میں بازو ہو گیا، حضرت عمرؓ آپکے بائیں طرف ہو گئے، اب نبی صلی اللہ علیہ وسلم اس باڑے پر آئے جو گھروں کے پیچھے اونٹوں کے بیٹھنے کی جگہ تھی، وہاں شراب کا ایک مشکیزہ دکھائی دیا۔ ابن عمرؓ کہتے ہیں کہ حضرت نے مجھے بلایا اور ایک چھرا دیا اور کہا اس مشکیزے کو چیر دو اور فرمایا کہ شراب پر اور شراب کے پینے اور پلانے والے پر لانے لیجانے والے پر کشید کرنے والے اور بنانے والے اور اس کی قیمت کھانے والے سب پر لعنت ہو۔ ابن عمرؓ ہی سے مروی ہے کہ ایک دن نبی صلی اللہ علیہ وسلم اپنے اصحاب کو لے کر مدینہ کے بازاروں میں گئے، وہاں شراب کے مشکیزے رکھے ہوئے تھے جو شام سے لائے گئے تھے، میرے ہاتھ میں چھرا تھا۔ مجھ سے آپ نے چھرا لیا پھر جتنے مشکیزے آپ کے سامنے تھے، سب کو چیر دیا، پھر چھرا مجھے دیا اور اپنے اصحاب سے کہا کہ اس کے ساتھ جاؤ اسکی مدد کرو اور مجھے حکم دیا کہ بازار میں کوئی ایسا مشکیزہ نہ چھوڑنا جس کو چیر کر شراب بہا نہ دی گئی ہو، چنانچہ میں نے ایسا ہی کیا۔ یزید خولانی سے مروی ہے کہ ان کا چچا شراب فروشی کرتا تھا اور بہت باخبر اور مخیر آدمی تھا، میں نے اس کو شراب فروشی سے منع کیا، اُس نے نہ سنی، جب میں مدینہ آیا تو ابن عباسؓ سے شراب اور اس کی قیمت کے بارے میں دریافت کیا تو کہنے لگے کہ شراب اور شراب کی قیمت حرام ہے، پھر کہا کہ اے امتِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اگر تمہاری کتاب کے بعد کوئی اور کتاب آئی ہوتی یا تمہارے نبی کے بعد دوسرا نبی آیا ہوتا تو تمہارے گناہوں اور سرکشیوں کا اس میں اسی طرح ذکر ہوتا جیسے کہ پہلے کی گناہ گار امتوں کا ذکر تمہارے قرآن میں ہے اور وہ رُسوا ہو گئے ہیں، لیکن اب دوسری کتابِ الٰہی آنے والی نہیں ہے اس لئے تمہاری رُسوائی قیامت تک کے لئے تاخیر میں پڑ گئی ہے، خدا کی قسم ان لوگوں کی رسوائی سے بھی اہم ہے۔

ثابت کہتے ہیں کہ میں نے عبداللہ ابن عمرؓ سے شراب کی قیمت کے بارے میں پوچھا۔ تو کہا سُنو۔ میں مسجد میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھا آپ گوٹ لگائے بیٹھے تھے فرمانے لگے جس کے پاس شراب ہے لے آئے لوگ لانے لگے، کوئی مٹکا لایا کسی نے مشکیزہ کسی نے کچھ اور حضرتؐ نے فرمایا کہ ساری شراب میدانِ بقیع میں جمع کر کے مجھے اطلاع دو، ایسا ہی کیا گیا۔ اب آپ اُٹھ کھڑے ہوئے میں بھی آپ کے ساتھ چلا اور آپ کی سیدھی طرف تھا آپ مجھ پر سہارا لئے ہوئے تھے اتنے میں ابوبکرؓ مل گئے، حضرتؐ نے ابوبکر کو میری جگہ لے لیا اور مجھے بائیں طرف کر دیا، پھر چلتے میں عمرؓ ملے، عمرؓ کو حضرتؐ نے بائیں طرف کر دیا اور مجھے پیچھے کر دیا۔ اب آپؐ شراب کے ذخیرے پر پہنچے اور لوگوں سے کہا جانتے ہو یہ کیا ہے؟ جواب دیا کہ ہاں یا رسول اللہؐ یہ شراب ہے فرمایا تم سچ کہتے ہو، پھر شراب کے دس متعلقات پر لعنت بھیجی۔ پھر ایک چھری منگوائی، آپ نے چھری تیز کروائی پھر سارے مشکیزے چیر دیئے، لوگوں نے کہا کہ اس میں منفعت بھی تھی، تو آپ نے فرمایا ہاں، میں خدا کے

غضب سے ڈر کر ایسا کر رہا ہوں، شراب میں خدا کی ناراضگی ہے، عمرؓ نے کہا یا رسول اللہ صلعم لایئے میں سب مشکیزے چیر دوں تو حضرتؐ نے فرمایا میں خود اس کو ضائع کرونگا

سعدؓ سے مروی ہے کہ شراب کے بارے میں چار آیتیں اُتریں۔ پھر وہ حدیث بیان کرتے ہیں کہ ایک انصاری نے ہماری دعوت کی، ہم نے وہاں خوب شراب پی یہ شراب کے حرام ہونے سے پہلے کا ذکر ہے، جب ہم خوب نشہ میں ہو گئے تو آپس میں فخر کرنے لگے، انصار کہتے تھے کہ ہم افضل ہیں اور قریش کہتے تھے کہ ہم افضل ہیں، چنانچہ ایک انصاری نے اونٹ کی ایک بڑی ہڈی لے کر سعد کے ناک پر دے مارا چنانچہ سعد کے ناک کی ہڈی ٹوٹ گئی، اسی بنا پر شراب کی حرمت نازل ہوئی جس کو مسلم نے بیان کیا ہے۔

ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ شراب کی حرمت کی یہ وجہ ہوئی کہ انصار کے دو قبیلوں نے خوب شراب پی، جب مست ہو گئے تو ایک دوسرے پر دست درازیاں کرنے لگے اور جب نشہ اُتر گیا تو کسی کے چہرے پر زخم آیا ہوا تھا تو کسی کے سر پر چوٹ آئی ہوئی تھی کسی کی ڈاڑھی نچی ہوئی تھی، کوئی کہتا تھا کہ میرے فلاں ساتھی نے مجھے یہ زخم پہنچایا ہے چنانچہ ایک دوسرے کے دشمن ہو گئے حالانکہ پہلے آپس میں بڑی محبت تھی کینہ نہیں تھا۔ کہتے تھے کہ اگر یہ میرا ہمدرد ہوتا تو کبھی مجھے زخمی نہ کرتا۔ چنانچہ دشمنی بڑھ گئی اب اللہ تعالےٰ نے شراب کی حرمت نازل فرمادی، لوگ کہنے لگے کہ مرے ہوؤں کا کیا ہوگا تو وحی اُتری کہ جو مومنین نیک عمل کر کے مر گئے ہیں ان پر کوئی گناہ نہیں۔ ابو بریدہ اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ ہم ایک ٹیلے پر بیٹھے شراب پی رہے تھے، ہم تین یا چار افراد تھے شراب کا مٹکا رکھا تھا! دور چل رہا تھا کہ میں اُٹھ کر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اُسی وقت تحریم خمر کی آیت اُتری، میں فوراً اپنے ساتھیوں کے پاس آیا اور انھیں وحی سُنائی۔ بعض نے شراب پی لی تھی۔ بعض نے کچھ پی تھی اور کچھ ہاتھ میں دھری رکھی تھی، کسی کے منہ سے شراب لگی ہوئی تھی، یہ سنتے ہی سب نے اپنی اپنی شراب زمین پر بہادی، اور آخری آیت فَهَلْ أَنْتُمْ مُنْتَهُونَ کو سُن کر کہنے لگے اِنْتَهَيْنَا رَبَّنَا اے رب ہم رُک گئے صحیح بخاری میں جابرؓ سے روایت ہے کہ جنگ اُحد کی صبح میں لوگوں نے شراب پی تھی اور لڑائی میں اُس روز اکثر شہید ہو گئے، یہ تحریم خمر سے پہلے کی بات ہے تو اکثر یہودی کہنے لگے کہ جو لوگ قتل ہو گئے اور ان کے پیٹوں میں شراب تھی، تو یہ آیت نازل ہوئی کہ نیک عمل کرنے والے مومنین پر کچھ آنچ نہیں جب کہ تحریم خمر سے پہلے شراب پی ہو،

جابر بن عبداللہ رضؓ سے مروی ہے کہ ایک شخص خیبر سے مدینے کی طرف شراب لا رہا تھا تاکہ یہاں لا کر بیچے اور جب مدینے پہنچا تو ایک مسلمان نے اس سے کہا کہ شراب تو حرام ہو گئی ہے، تو اس نے لے جا کر ایک ٹیلہ پر رکھ دی، اور اُسے کپڑوں سے ڈھانک دیا، پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور پوچھا کیا شراب حرام ہو گئی ہے؟ آپ نے فرمایا ہاں۔ کہنے لگا۔ کیا میں مال لیجا کر واپس کر دوں؟ آپ نے فرمایا کہ شراب میں واپس کئے جانے کی بھی صلاحیت نہیں، تو اس نے کہا کہ کیا میں اُس شخص کو دیدوں جو اس کا کچھ معاوضہ ادا کرے؟ تو آپ نے فرمایا کہ یہ بھی نہیں اُس نے کہا کہ اس تجارت میں یتیموں کا بھی پیسہ لگا ہوا تھا جو میرے زیر پرورش ہیں، تو حضرت نے فرمایا جب بحرین کا مال آئے گا تو تم میرے پاس آنا تو میں اُس میں سے تمہارے یتیموں کو معاوضہ دیدوں گا، پھر حُرمتِ شراب کی مدینہ میں مُنادی ہو گئی، ایک شخص نے کہا یا رسولؐ اللہ شراب کے برتنوں سے ہمیں نفع اُٹھانے کی اجازت دیجئے آپ نے کہا کہ برتنوں کے مُنہ کھول ڈالو، شراب بہادو! چنانچہ شراب اتنی بہائی گئی کہ پست زمینوں میں شراب کھڑی ہوئی تھی ابوطلحہ رضؓ نے حضرت رسول اللہ صلعم

سے سوال کیا کہ میرے زیرِ پرورش یتیم ہیں کہ ورثہ میں جن کو شراب ملی ہے، حضرت نے فرمایا۔ بہادو! سب بہادو! ابو طلحہ رضؓ نے کہا، ہم اس کا سرکہ بنالیں؟ آپ نے فرمایا! نہیں، مسلم، ابوداؤد اور ترمذی سب نے اِس کی تائید کی ہے۔ عبداللہ بن عمروؓ سے روایت ہے کہ یہ آیت يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِنَّمَا الْخَمْرُ وَالْمَيْسِرُ إلى قوله لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ۔ یہی آیت توریت میں بھی ہے کہ اللہ تعالےٰ نے حق کو اس لئے نازل کیا ہے کہ باطل کو نابود کردے اور گانے بجانے کے آلات بربط، ستار، سارنگی، دَف، طنبورے تاکہ سب کو باطل کردے، اللہ پاک اپنی عزّت کی قسم کھاکر کہتا ہے کہ بعد از حرمت جو اس کو پیئے گا، میں اسکو قیامت کے روز پیاسا رکھوں گا۔ اور جو اس کو چھوڑدے گا، میں اُس کو جنّت کے پاکیزہ چشمہ سے شراب پلاؤں گا۔

ابن العاصؓ سے مروی ہے کہ حضرت نے فرمایا کہ جس نے نشے کی وجہ سے ایک وقت کی نماز کھودی تو گویا کہ ساری دُنیا کی دَولت اُس کو حاصل تھی، اور چھن گئی اور جس نے نشہ کی وجہ سے چار وقت کی نماز کھودی، تو اب خدا کو حق ہے کہ اس کو طینۃ الخبال پلائے۔ لوگوں نے کہا طینۃ الخبال کیا چیز ہے؟ آپ نے فرمایا کہ جہنمیوں کے جسم سے نچوڑی ہوئی گندگی۔

ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ حضرتؐ نے فرمایا کہ عقل پر پردہ ڈال دینے والی ہر پینے کی چیز خمر ہے اور ہر نشہ آور چیز حرام ہے جو شخص کوئی نشہ آور چیز پیئے گا اسکی چالیس دن کی نماز قبول نہ ہوگی، لیکن اگر وہ توبہ کرلے تو توبہ قبول کرلی جائے گی، اور چوتھی بار اگر شراب پیئے تو خدا کو حق ہے کہ اس کو طینۃ الخبال پلائے، آپ نے فرمایا کہ "طینۃ الخبال" اہلِ نار کا پیپ ہے اور جس نے کسی بچہ کو شراب پلائی جو حرام حلال کو نہیں پہنچانتا تو اس آدمی کو بھی طینۃ الخبال پلایا جائے گا۔

ابن عمرؓ سے مروری ہے کہ جس نے دنیا میں شراب پی اور توبہ نہیں کی تو آخرت کی شراب اس پر حرام ہے آپ نے فرمایا کہ ہر نشیلی چیز خمر ہے اور حرام ہے، جو عمر بھر شراب پیتا رہا اور مرگیا اور توبہ نہیں کی، تو وہ جنت کی شراب سے بالکل محروم رہے گا۔ آپ نے فرمایا کہ تین آدمی ہیں! جن کی طرف اللہ تعالےٰ قیامت کے دن نظر اٹھا کر بھی نہیں دیکھے گا۔ ایک ۱ وہ جو اپنے والدین کی نافرمان اولاد ہے اور دوسرے ۲ ہمیشہ شراب پینے والا اور تیسرا ۳ احسان کرکے جتانے والا۔ آپ نے فرمایا کہ احسان جتانے والا! اور والدین کا نافرمان اور ہمیشہ شراب پینے والا یہ تینوں کبھی جنت میں نہیں جائیں گے؛

عثمان ابن عفانؓ سے مروی ہے کہ شراب سے بہت بچے رہو کیونکہ وہ ساری برائیوں کی جڑ ہے، ایک واقعہ سُنو کہ تم سے پہلے کے زمانے میں ایک شخص بڑا ہی عابد تھا لوگوں کو چھوڑ چھاڑ کر بستی سے الگ تھلگ عبادت خانے میں عبادت کرتا پڑا رہتا تھا، ایک بدکار عورت کی اُس پر نظر تھی، اس نے اپنی خادمہ کو بھیجا کہ ایک گواہی کے بہانے اُس کو بُلا لائے، وہ بیچارہ آگیا۔ جب وہ کسی دروازہ کے اندر داخل ہوتا تو باہر سے اس کا دروازہ بند کردیا جاتا یہاں تک کہ اُس بدکار عورت تک پہنچے، اس کے پاس ایک بچہ اور شراب کا مٹکا رکھا ہوا تھا۔ وہ اُس شیخ سے کہنے لگی کہ خدا کی قسم میں نے تجھ کو کسی گواہی کے لئے نہیں بُلایا ہے بلکہ اس لئے کہ یا تو میرے ساتھ رات گزارے یا یہ کہ اس بچہ کو قتل کردے یا یہ کہ شراب پیئے اُس شیخ نے یہ مناسب جانا کہ دونوں گناہوں کی بہ نسبت شراب آسان گناہ ہے، چنانچہ اُس نے شراب پی لی، اب وہ ایک جام کے بعد پے در پے دور جام چلنے لگا، یہاں تک کہ شراب کے نشے میں اس لڑکے کو بھی قتل کردیا اور اس عورت کے ساتھ بھی رات گذاری،

اس لئے شراب سے بچو، وہ ساری برائیوں کی جڑ ہے، شراب اور ایمان کسی ایک جگہ نہیں جمع ہو سکتے اگر شراب ہے تو ایمان نہیں، اگر ایمان ہے تو شراب نہیں، صحیحین میں ہے کہ رسول اللہ نے فرمایا کہ زانی جس وقت زنا کرتا ہے تو وہ مومن نہیں رہتا اور چور جب چراتا ہوتا ہے تو مومن نہیں ہوتا، اور شرابی جب شراب پیتا ہے تو مومن نہیں ہوتا۔ جب قبلہ کے بدلنے کی آیت اُتری تو لوگوں نے کہا یا رسول اللہ! وہ لوگ جو مر گئے اور بیت المقدس کی طرف منہ کر کے نماز پڑھتے تھے، تو ان کا کیا ہوگا؟ تو وحی اُتری کہ اُن کی عبادت ضائع نہیں ہوگی،

اسمار بنت یزید سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس نے شراب پی، اللہ تعالیٰ چالیس دن تک اُس سے ناخوش رہتا ہے اگر وہ مر جائے تو کافر مرے گا اور اگر توبہ کرے تو اللہ تعالیٰ توبہ قبول کرے گا۔ حضرت نے فرمایا کہ جب یہ آیت اُتری کہ قبل از حرمت پینے پر الزام نہیں لگایا جائے گا تو مجھ سے کہا گیا کہ تم پر بھی کوئی الزام نہیں ہے، حضرت نے فرمایا جوے سے بچو اور چوسر اور شطرنج سے بچو، یہ دونوں عجم کا جوا ہے۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَيَبْلُوَنَّكُمُ اللَّهُ بِشَيْءٍ

اے ایمان والو اللہ تعالیٰ قدرے شکار سے تمہارا امتحان

مِنَ الصَّيْدِ تَنَالُهُ أَيْدِيكُمْ وَرِمَاحُكُمْ لِيَعْلَمَ

کرے گا جن تک تمہارے ہاتھ اور تمہارے نیزے پہنچ سکیں گے، تاکہ اللہ تعالیٰ معلوم

اللَّهُ مَنْ يَخَافُهُ بِالْغَيْبِ فَمَنِ اعْتَدَىٰ

کرلے کہ کون شخص اس سے بن دیکھے ڈرتا ہے، سو جو شخص اسکے بعد حد سے

بَعْدَ ذَٰلِكَ فَلَهُ عَذَابٌ أَلِيمٌ ﴿٩٤﴾ يَا أَيُّهَا

نکلے گا اس کے واسطے دردناک سزا ہے۔ اے

الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَقْتُلُوا الصَّيْدَ وَأَنْتُمْ

ایمان والو وحشی شکار کو قتل مت کرو جب کہ تم حالت احرام

حُرُمٌ ۚ وَمَنْ قَتَلَهُ مِنْكُمْ مُتَعَمِّدًا فَجَزَاءٌ

میں ہو اور جو شخص تم میں اسکو جان بوجھ کر قتل کرے گا تو اس پر پاداش

مِثْلُ مَا قَتَلَ مِنَ النَّعَمِ يَحْكُمُ بِهِ ذَوَا

واجب ہوگی جو کہ مساوی ہوگی اس جانور کے جسکو اس نے قتل کیا ہے جسکا فیصلہ تم میں سے دو

عَدْلٍ مِنْكُمْ هَدْيًا بَالِغَ الْكَعْبَةِ أَوْ كَفَّارَةٌ

معتبر شخص کر دیں خواہ وہ پاداش خاص چوپایوں میں سے ہو بشرطیکہ نیاز کے طور پر کعبہ تک پہنچائی

طَعَامُ مَسَاكِينَ أَوْ عَدْلُ ذَٰلِكَ صِيَامًا

جائے اور خواہ کفارہ مساکین کو دیدیا جائے اور خواہ اسکے برابر روزے رکھ لئے جائیں تاکہ اپنے

لِيَذُوقَ وَبَالَ أَمْرِهِ ۗ عَفَا اللَّهُ عَمَّا

کئے کی شامت کا مزہ چکھے اللہ تعالیٰ نے گزشتہ کو معاف کر دیا اور جو شخص پھر

سَلَفَ ۚ وَمَنْ عَادَ فَيَنْتَقِمُ اللَّهُ مِنْهُ ۗ

ایسی ہی حرکت کرے گا تو اللہ تعالیٰ انتقام لیں گے

وَاللَّهُ عَزِيزٌ ذُو انْتِقَامٍ ﴿٩٥﴾

اور اللہ تعالیٰ زبردست ہیں انتقام لے سکتے ہیں۔

ابن عباسؓ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ تمہیں آزما رہا ہے شکار کی ممانعت کر کے خواہ کمزور شکار ہو یا چھوٹا ہو کہ دیکھیں حالت احرام میں تم ان کا شکار کرنے سے بچتے ہو یا نہیں، حتیٰ کہ لوگ اگر چاہتے تو اپنے ہاتھوں سے اس شکار کو پکڑ سکتے تھے، اللہ تعالیٰ نے ان کے قریب ہونے سے بھی ممانعت کر دی مجاہدؒ کہتے ہیں کہ چھوٹے شکاروں کو اور بچوں کو ہاتھوں سے بھی پکڑ سکتے تھے اور بڑوں کو تیر سے شکار کر کے، مقاتل ابن حیان کہتے ہیں کہ عمرۂ حدیبیہ میں یہ آیت اُتری کہ جہاں جنگلی چوپائے پرندے اور شکار ان کے ٹھکانوں میں ٹوٹ پڑنے لگے تھے کہ اس سے پہلے کبھی نہیں دیکھے گئے تھے چنانچہ بحالت احرام ان کا شکار کرنے سے ممانعت کی گئی تاکہ ثابت ہو جائے کہ سرًّا و علانیۃً کس سے اطاعت سرزد ہوتی ہے اور کس سے نہیں، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: إِنَّ الَّذِينَ يَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَيْبِ لَهُمْ مَغْفِرَةٌ

اَجْرٌ كَرِيْمٌ - جو خدا سے ڈرتے ہیں، غیب پر ایمان رکھتے ہیں اُن کے لئے مغفرت اور اجرِ کریم ہے یہاں اللہ پاک نے فرمایا ہے کہ اب اس کے بعد جو نافرمانی کرے اُسکے لئے عذابِ الیم ہے کیونکہ اُس نے حکمِ خداوندی کی مخالفت کی ہے، پھر فرمایا کہ حالتِ احرام میں شکار نہ کرو، یہ نہی، معنویت کے لحاظ کرتے تو حلال جانور اور ان کے بچوں پر بھی مشتمل ہے اور غیر ماکول پر بھی، لیکن امام شافعی رح کے نزدیک غیر ماکول کا شکار کرنا احرام والے کے لئے جائز ہے لیکن جمہور علماء تو ایسے شکار کو بھی جائز نہیں رکھتے اور کسی کو مستثنیٰ نہیں کرتے، اِس کے سوا جو صحیحین میں حضرت عائشہ رض سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ پانچ چیزیں فاسق ہیں احرام میں بھی ان کو قتل کیا جا سکتا ہے کیونکہ یہ تکلیف پہنچانے والے جانور ہیں کوا، چیل بچھو، چوہا اور کاٹنے والا کتا - ابن عمر سے مروی ہے کہ رسول اللہ ص نے فرمایا کہ اِن پانچ کو قتل کرنا مُحرم کے لئے گناہ نہیں، ایوب کہتے ہیں کہ میں نے نافع سے پوچھا کہ سانپ کا کیا حکم ہے؟ تو نافع نے کہا کہ سانپ کو مارنے میں بھی کیا شک ہے، علماء کا اس میں اختلاف نہیں، امام مالک اور احمد اور دیگر علماء نے بھونکنے والے کتے کیساتھ بھیڑیے اور درندے شیر اور چیتے کو بھی شامل رکھا ہے کیونکہ ان کا ضرر تو کتے سے بھی زیادہ ہے، واللہ اعلم زید بن اسلم اور سفیان کہتے ہیں کہ ہر حملہ کرنے والے درندے کا حکم کتے کے حکم میں شامل ہے جس کی تائید اس حدیث سے ہوتی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب عتبہ بن ابی لہب پر بددعا کی تھی تو کہا تھا کہ، اے خدا اس پر شام میں اپنا ایک کتا مسلط فرما دے، چنانچہ مقامِ زرقار میں اس کو ایک بھیڑیے نے پھاڑ کھایا تھا ہاں ان کے سوا اگر وہ کسی اور جانور کو قتل کریگا تو فدیہ دینا پڑے گا جیسے سوسمار یا لومڑی یا گفتار وغیرہ، مالک

کہتے ہیں کہ یہی حکم ہے اِن پانچ جانوروں کے بچوں کا بھی یا پھاڑنے والے جانوروں کے چھوٹے بچوں کا بھی کہ اگر مُحرم قتل کرے گا تو فدیہ دینا پڑے گا خواہ حیوان غیر ماکول یا ان کے بچوں ہی کو قتل کیا ہو، کیوں کہ اس میں چھوٹے بڑے کی کوئی قید نہیں ہے اور غیر ماکول جانور پر بھی سبب شامل ہے، ابو حنیفہ رح کہتے ہیں کہ احرام والا کاٹنے والے کتے کو اور بھیڑیے کو بھی قتل کر سکتا ہے کیونکہ بھیڑیا بھی بری کتا ہے، لیکن ان دونوں کے سوا کسی اور کو قتل کرے گا تو فدیہ دینا پڑے گا، ہاں کوئی دوسرا درندہ حملہ کر بیٹھے تو قتل کر سکتا ہے فدیہ ادا کرنا ضروری نہیں، یہ اوزاعی اور حسن کا قول ہے کہ امام زفر کہتے ہیں کہ فدیہ دینا پڑے گا اگرچہ حملہ کرنے کی وجہ سے ہی مار ڈالا گیا ہو، بعض لوگ کہتے ہیں کہ کوّے سے مراد وہ کوا ہے کہ جسکے پیٹ اور پیٹھ پر سفیدی ہو سیاہی نہ ہو، جمہور کا مذہب یہ ہے کہ کوّے سے ہر عام کوا مراد ہے کیونکہ لفظ میں کوئی قید نہیں، مالک رح فرماتے ہیں کہ کوا جب حملہ کرے یا تکلیف پہنچا تو محرم صرف اس وقت اُس کو قتل کر سکتا ہے بلا وجہ نہیں اور مجاہد اور دوسرے لوگ کہتے ہیں کہ قتل نہ کرے بلکہ اس کو ہانکے یا اُس کو اُڑا دے، حضرت علی رض سے بھی ایک روایت ایسی ہی ہے، ابو سعید سے مروی ہے کہ حضرت نے فرمایا کہ سانپ بچھو اور چوہا ان کو قتل کر دیا جائے - لیکن محرم کوّے کو صرف اُڑا دے قتل نہ کرے اور کاٹنے والے کتے اور گدھ اور حملہ کرنے والے درندے اِن کو محرم قتل کر سکتا ہے، اللہ تعالیٰ کا قول ہے کہ جو جان بوجھ کر بہ حالتِ احرام شکار کرے گا اس کو اس شکار کے جیسا ہی دوسرا مویشی فدیہ میں دینا پڑے گا؟ طاؤس رح سے مروی ہے کہ یہ حکم اس شخص سے متعلق نہیں جس نے خطا سے کسی جانور کو قتل کیا ہو، بلکہ عمداً قتل کرنے کی قید ہے اور ظاہری الفاظ سے بھی یہی معلوم

ہوتا ہے۔ مجاہد کہتے ہیں یہاں مُتَعَمِّداً سے مراد یہ ہے کہ کسی نے اپنی حالتِ احرام کو بھول کر قتلِ صید کا قصد کیا ہو ورنہ احرام کی حالت یاد رہنے کی باوجود ارادہ قتلِ صید کرے تو اس کا گناہ تو کفارہ کی سزا سے بھی بہت بڑھا چڑھا ہے اس کا تو احرام ہی باطل ہو جاتا ہے، جمہور اس بات کے قائل ہیں کہ قصداً اور بھول کر قتل کرنے والا دونوں کفارہ ادا کرنے میں برابر ہیں زہری کہتے ہیں کہ قرآن سے تو دلالت ہوتی ہے عمداً قتل کرنے والے پر، لیکن حدیث سے بھول کر قتل کرنے والا بھی اسی حکم میں شامل ہے مطلب یہ ہوا کہ قرآن سے ثابت ہوا ہے اس کو کفارہ بھی دینا ہوگا اور وہ گنہگار بھی ہے جیسا کہ اللہ تعالےٰ نے فرمایا تو اسکو اپنے گناہ کی سزا چکھنی پڑے گی، لیکن جو گذر گیا سو معاف ہے اور اگر کسی نے پھر ایسا کیا تو اللہ تعالیٰ اس سے انتقام لے گا احکامِ نبی اور احکامِ اصحاب سے بھی ثبوت ملتا ہے کہ خطاسے قتل کرنے کی صورت میں بھی کفارہ دینا پڑے گا جیسا کہ عمداً قتل کرنے کی صورت میں از روئے قرآن دینا پڑتا ہے، کیونکہ اگر شکار کو قتل کیا گیا تو یہ شکار کو تلف کرنا ہوگا اور جب عمداً تلف کرے تو تاوان ادا کرنا پڑتا ہے اور خطا سے تلف کرنے کا بھی یہی حکم ہے، فرق صرف اتنا ہے کہ عمداً شکار کرنے والا کفارہ کے ساتھ گنہگار بھی ہوا لیکن خطا والا گنہگار نہیں ہوا۔

قولہ تعالیٰ فَجَزَآءٌ مِّثْلُ مَا قَتَلَ مِنَ النَّعَمِ بعض نے جَزَآءٌ کو مضاف بنا کر پڑھا ہے، بعض نے عطف قرار دیکر اور ابن مسعود فَجَزَآؤُهٗ با ضافہ (ہ) پڑھتے ہیں لیکن ہر طرح پڑھنے میں بھی مالکؒ، شافعیؒ، احمدؒ اور جمہور کی دلیل قائم رہتی ہے کہ صید شدہ جانور کے مثل کی جزا اپنی جگہ واجب رہتی ہے، بشرطیکہ اُس جیسا یا اس کے قریب کوئی پالتو جانور ہوتا ہو تاکہ وہی دیدے ورنہ اس کی قیمت دیدے، لیکن امام ابو حنیفہ کا اس میں اختلاف ہے، وہ کہتے ہیں کہ صید مقتول پالتو جانور کے مشابہ ہو، یا غیر پالتو کے ہر صورت میں اس کا مثل دینے کے بجائے قیمت ہی دینا چاہیئے، اور اس شکاری کو اختیار ہے کہ چاہے اس کی قیمت صدقہ کر دے یا قربانی کا کوئی جانور خرید لے، لیکن حق تو یہ ہے کہ صحابہؓ نے مثل دینے کا جو حکم لگایا ہے وہ ہمارے لیئے زیادہ قابلِ اتباع ہے انھوں نے حکم لگایا ہے کہ شترمرغ کا شکار کیا تھا تو اونٹنی کفارے میں دو اور جنگلی گائے کے شکار میں گھریلو گائے اور ہرن کے شکار میں بکری، صحابہؓ کے یہ فیصلے کتاب الاحکام میں سب کے سب مذکور ہیں، لیکن جہاں کوئی صید مثلی نہ ہو یعنی ایسا نہ ہو کہ کسی پالتو جانور کے مشابہ ہو وہاں ابن عباس رضؓ حکم لگاتے ہیں کہ اس کی قیمت مکے روانہ کر دی جائے۔ بیہقی اس کے راوی ہیں،

قولہ تعالےٰ یَحْكُمُ بِهٖ ذَوَا عَدْلٍ مِّنْكُمْ یعنی اس کفارہ کا فیصلہ کرنے کے لیئے دو عادل مسلمان مقرر کیئے جائیں جو یہ فیصلہ کریں کہ مثلی شکار میں مثلی جانور دیا جائے یا غیر مثلی میں قیمت دی جائے، اگر علماء کا اختلاف ہو تو صرف اس بارے میں ہے کہ ان دو حکموں میں ایک حکم خود شکاری بھی بنایا جاسکتا ہے یا نہیں، ایک یہ قول ہے کہ نہیں بنایا جاسکتا۔ اس لئے کہ اِس صورت میں اپنا حکم اپنے ہی پر نافذ کرنا لازم آئیگا جس سے متہم ہونے کا اندیشہ ہے۔ امام مالکؒ کا یہی قول ہے دوسرا قول ہے کہ بنایا جاسکتا ہے اس لیئے کہ آیت بالکل عام ہے اس میں کوئی اِس قسم کی قید نہیں، یہ امام شافعیؒ اور احمدؒ کا قول ہے پہلے قول کی دلیل یہ ہے کہ ایک ہی قضیہ کے اندر حاکم خود محکوم نہیں بنایا جاسکتا، ابن ابی حاتم کی حدیث ہے کہ ایک اعرابی حضرت ابو بکرؓ کے پاس آیا اور کہا کہ میں نے بحالتِ احرام ایک شکار کر لیا ہے، اب مجھ پر کیا جزا ہے، آپ نے اُبَیّ بن کعبؓ سے جو پاس ہی بیٹھے ہوئے تھے، پوچھا کہو تم کیا فیصلہ کرتے ہو؟ تو اعرابی نے کہا کہ میں تو

تمہارے پاس آیا اگر تم خلیفۂ رسول اللہ ہو لیکن تم خود دوسرے سے پوچھتے ہو، تو ابوبکرؓ نے کہا تم کیوں اعتراض کرتے ہو اللہ تعالےٰ نے خود کہا ہے کہ دو عادل مسلمان مل کر کوئی حکم لگائیں، چنانچہ میں نے اپنے ساتھی سے مشورہ کیا، ہم دونوں جس بات پر متفق ہو جائیں گے تجھ کو اپنا فیصلہ سُنا دیں گے، یہاں اسی بات کا احتمال تھا چنانچہ صدیق رضؓ نے جب دیکھا کہ اعرابی جاہل ہے اور عادلین کے مسئلے سے واقف نہیں تو نرمی اور ملائمت سے اُسے سمجھا دیا کیونکہ جہل کی دوا تعلیم ہے لیکن معترض اگر صاحب علم ہو تو جیسا کہ ابن جریر بیان کرتے ہیں کہ ابن جابرؓ سے روایت ہے کہ ہم ایک دفعہ حج کے ارادے سے نکل کھڑے ہوئے اور ہم جب صبح کی نماز پڑھ لیتے تو اپنی سواریوں کے پیچھے پیچھے پیدل چلتے اور باتیں کرتے رہتے ایک دن صبح ایسا اتفاق ہوا کہ ایک ہرن دکھائی دیا، ہمارے ایک ساتھی نے اس کے ایک پتھر مارا وہ نشانے پر پہنچا اور ہرن مر گیا، یہ شخص ہرن کو مردہ چھوڑ کر سوار ہو کر چل دیا، ہم نے اس شخص پر سخت اعتراض کیا اور جب مکے پہنچے تو میں عمر بن الخطابؓ کے پاس آیا اور ان سے سارا واقعہ بیان کیا عمرؓ کے ساتھ ہی ایک اور صاحب بیٹھے ہوئے تھے گورے چٹے، چاندی کی طرح سفید یہ عبدالرحمن بن عوف رضؓ تھے عمرؓ ان کی طرف متوجہ ہوئے، کچھ باتیں کیں پھر اس آدمی سے پوچھا کیا تو نے عمداً اُس کو مارا یا خطاً؟ اس نے کہا پتھر تو میں نے ارادۃً مارا تھا لیکن اس کو قتل کرنے کا ارادہ نہیں تھا حضرت عمرؓ نے کہا کہ ارادۃً اور خطاً دونوں کے درمیان تجھ سے عمل سرزد ہوا تھا چنانچہ ایک بکری لے اُس کو ذبح کر اُس کا گوشت صدقہ کر دے اور اس کی کھال گھر کے کام میں لا۔ اب ہم وہاں سے اُٹھ کھڑے ہوئے میں نے اپنے ساتھی سے کہا خدا کے حدود شریعت کی عزت بڑی اہمیت رکھتی ہے، جو کچھ تو نے پوچھا تھا امیرالمومنین خود اس سے واقف نہ تھے حتیٰ کہ اپنے ساتھی سے پوچھا، اب تو معافی کے طور پر اپنی ناقہ کو ذبح کر دے، ممکن ہے کہ اس تیرے جرم کی... مکافات ہو جائے قبیصہ کہتے ہیں کہ مجھے سورۂ مائدہ کی عادلین والی آیت یاد ہی نہیں آئی تھی۔ میرے اس مشورے کی خبر عمرؓ کو پہنچی، وہ دُرّہ لئے آپہنچے میرے ساتھی پر ایک کوڑا برسایا اور کہنے لگے کیا تو حرم میں قتل کرتا ہے اور حکم میں بیوقوف کو حَکَم بناتا ہے، پھر میری طرف متوجہ ہوئے، میں نے کہا، اے امیرالمومنین! اگر آپ نے مجھے مارا تو اس مار کو میں معاف نہیں کروں گا تو کہنے لگے، اے قبیصہ بن جابر! تو نوجوان ہے کھلے دل والا خوب بولنے والا ہے لیکن اگر کسی نوجوان میں نو عادتیں بھی اچھی ہوں اور صرف ایک بُری ہو تو وہی ایک ساری اچھائیوں پر پانی پھیر دیتی ہے، نوجوانی کی لغزشوں سے محتاط رہ۔

ابن جریر البجلی کہتے ہیں کہ بحالت احرام ایک ہرن کا میں نے شکار کر لیا۔ حضرت عمرؓ سے میں نے اس کا ذکر کیا۔ تو آپ نے فرمایا کہ اپنے دو ساتھیوں کو لاؤ تاکہ وہ دونوں تم پر اپنا فیصلہ صادر کر دیں، میں عبدالرحمن اور سعد کو لے آیا۔ انھوں نے یہ فیصلہ صادر کیا کہ میں ایک موٹا تازہ بکرا فدیہ دوں، ابن جریر کہتے ہیں کہ اربد نے ایک ہرن کو بحالتِ احرام روند کر قتل کر دیا پھر حضرت عمرؓ کے پاس فیصلہ لینے کے لئے آیا، تو عمرؓ نے کہا کہ میرے ساتھ فیصلے کے لئے ایک اور حَکَم تو خود بن جا، چنانچہ دونوں نے ایک پالتو بکری کفارے میں قرار دی جو گھر کا پانی اور چارہ کھا کر خوب تازہ ہو گئی تھی، پھر عمرؓ نے عادلین والی آیت پڑھی یہ واقعہ اس بات کے جواز پر دلالت کرتا ہے کہ قاتل خود حَکَمین عادلین میں سے ایک ہو سکتا ہے جیسا کہ شافعی رح اور احمد رح کا مذہب ہے، پھر اس میں بھی علماء کا اختلاف ہے کہ آئندہ زمانہ میں بھی جب کبھی کسی مجرم سے یہ جرم سرزد ہو تو اسی وقت کے دو حَکَم چاہئیں یا صحابہؓ کے فیصلے ایسے مسائل کے وقت جو صادر ہو چکے ہیں ان کی

روشنی میں فتویٰ دیا جاسکتا ہے، اس میں دو قول ہیں احمدؒ اور شافعیؒ کہتے ہیں کہ صحابہؓ نے اس بارے میں جو فیصلے دیئے ہیں اُن کی پیروی کی جائے اور ان دونوں نے اسی کو شرعی فیصلہ قرار دیا ہے اُس سے انحراف نہ کیا جائے اور جہیں صحابہ کا کوئی حکم موجود نہ ہو تو پھر اپنے زمانہ کے عادلین کیطرف رجوع کریں، مالکؒ اور ابو حنیفہؒ کہتے ہیں کہ حکم اپنے اپنے زمانے کے ہر ہر فرو پر الگ، الگ لگے گا اور اپنے زمانہ ہی کے عادل قرار پائیں گے خواہ صحابہ کا کوئی حکم اور فتویٰ موجود ہو کہ نہ ہو کیونکہ اللہ پاک نے مِنْكُمْ کا لفظ فرمایا ہے اور پہلے زمانے کے صحابہ اس وقت تمہاری جماعت کے افراد تو نہیں ہیں۔

وقولہ تعالےٰ هَدْيًا بٰلِغَ الْكَعْبَةِ یعنی یہ قربانی کعبے تک پہنچائی جائے، وہیں ذبح کی جائے اور حرم ہی کے مساکین پر اس کا گوشت تقسیم کیا جائے اس بات میں کسی کا اختلاف نہیں سب بالاتفاق یہ رائے رکھتے ہیں۔ قولہ تعالےٰ ہے أَوْ كَفَّارَةٌ طَعَامُ مَسٰكِيْنَ أَوْ عَدْلُ ذٰلِكَ صِيَامًا۔ یعنی محرم اگر شکار مقتولہ کا مثل نہ پائے یا شکار مقتول اس قسم کا جانور ہی نہ ہو کہ گھریلو جانور سے مشابہت رکھے تو پھر جزا اور اطعام اور صیام کے بارے میں اختیار ہے اور قرآن پاک میں او اختیار ہی کے معنی میں آیا ہے اور یہی قول ہے مالک اور ابو حنیفہ، ابو یوسف اور محمد کا نیز شافعی کا بھی ایک قول ایسا ہی ہے، احمد کا بھی قول مشہور یہی ہے کہ اَوْ اختیار دینے کے مقصد سے لایا گیا ہے اور ایک دوسرا قول یہ ہے کہ اختیار کے مقصد سے نہیں بلکہ ترتیب اور سلسلہ بتانے کے لئے ہے اور اس کی صورت یہ ہوگی کہ قیمت کے برابر اگر ٹھہر جائے، اور صید مقتول کی تلافی ہو جائے۔ یہ مالک اور ابو حنیفہ اور حماد اور ابراہیم کے نزدیک ہے۔ لیکن شافعی کہتے ہیں کہ وہ قیمت بدل ہو اس جانور کا کہ اگر موجود ہوتا تو کیا قیمت ہوتی، پھر اس رقم سے اناج خرید لے اور صدقہ کردے اور ہر مسکین کو ایک مد یعنی ۵۶ تولہ غلہ دے، یہ مسئلہ شافعیؒ اور مالکؒ اور علماء حجاز کے نزدیک ہے، اور ابو حنیفہ اور ابو یوسف اور محمد وغیرہ کہتے ہیں کہ ہر مسکین کو دو مد دیئے جائیں! احمد کہتے ہیں گیہوں ہوں تو ایک مد اور دوسرا غلہ ہو تو دو مد، پس اگر یہ نہ دے سکے تو روزے رکھے یعنی ایک مسکین کو جتنے دن کھانا کھلایا جاتا ہے اتنے دن روزے رکھے، دوسروں کا قول ہے کہ ہر صاع کے بدلے جو نہ دیا جاسکا ایک روزہ ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کعب بن عجرہ کو حکم دیا تھا کہ ایک فرق اناج چھ آدمیوں میں تقسیم کرے یا تین دن کے روزے رکھے ایک فرق تین صاع کا ہوتا ہے اور صاع ۲۲۵ تولے کا ہوتا ہے، اب اس میں بھی اختلاف ہے کہ کہاں کھلائیں، شافعی کہتے ہیں کہ حرم میں کھلائیں، عطا کا بھی یہی قول ہے، مالک کہتے ہیں کہ اس جگہ کھلائیں جہاں شکار کو قتل کیا تھا یا وہیں کہیں قریب میں، امام ابو حنیفہ کہتے ہیں اس کی کوئی تخصیص نہیں کہیں بھی کھلائیں، خواہ حرم ہو یا غیر حرم کوئی اور مقام ہو۔

اس مسئلہ کے متعلق سلف کے اقوال

اس آیت سے متعلق ابن عباسؓ کا قول ہے کہ محرم جب صید کرے تو ویسا ہی جانور اس پر لازم آتا ہے اگر کفارے کے لئے ویسا ہی چوپایہ نہ ملے تو اس کی قیمت دیکھی جائیگی قیمت سے پھر طعام کا اندازہ لگایا جائے گا، پھر ہر نصف صاع اناج کے بدلے ایک روزہ رکھا جائے گا، اللہ تعالےٰ نے کفارہ طعام اور صیام کو ذریعہ قرار دیا ہے، جب طعام پایا جائے تو اسی سے کفارہ ادا کیا جا سکے گا۔

ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ کفارہ کا جانور کعبہ کو بھیجا جائے یا مسکینوں کو کھانا کھلایا جائے یا اسی کے برابر روزے رکھے جائیں، جب محرم نے شکار کو قتل کیا تو اسی کے مثل

چوپایہ اُس پر لازم آیا، اگر کسی نے ہرن یا اُس کے مثل جانور قتل کیا تو اُس پر بکری لازم آئیگی جو کعبے بھیج کر ذبح کی جائے گی، اگر نہ ہو سکے تو چھ مسکینوں کو کھانا کھلایا جائے گا اگر یہ بھی نہ ہو سکے تو تین روزے رکھے جائیں گے اگر کسی نے اونٹ یا ونٹ کے مثل جانور کو قتل کیا تو اس پر گائے واجب ہے، اگر نہ ہو سکے تو بیس مسکینوں کو کھلائے، اگر یہ بھی نہ ہو سکے تو بیس روزے رکھے اور اگر شتر مرغ یا گورخر وغیرہ کو مارے تو ایک اونٹنی اُس پر واجب ہو گئی، نہ ہو سکا تو تیس مسکینوں کو کھلائے ورنہ تیس دن کے روزے رکھے، ابن جریر نے بھی یہی کہا ہو لیکن یہ اور زیادہ کہا ہے کہ طعام ہر ایک کو ایک ایک مُد دیا جائے تا کہ پیٹ بھر کر لے، عطا اور مجاہد وغیرہ نے کہا ہے کہ طعام ایک ایک مُد اس شخص کے لئے ہے جو قربانی کا جانور کعبے تک نہ پہنچا سکتا ہو۔ سدی کا کہنا ہو کہ اس اختیار میں ترتیب کا لحاظ رکھا جائے، اور ابراہیم النخعی وغیرہ کہتے ہیں کہ ہر طرح اُس کو اختیار ہے چاہے جو کفارہ پسند کرے، قولہ تعالیٰ لِيَذُوقَ وَبَالَ أَمْرِهِ تا کہ وہ کرتوت کی سزا پالے، یعنی ہم نے کفارہ اس پر اس لئے واجب کیا ہے کہ ہمارے حکم کی جو اس نے مخالفت کی ہے۔ اُس کی سزا پالے، لیکن زمانہ جاہلیت میں جو کچھ ہوا وہ اس شخص کے لئے معاف ہو جس نے اسلام میں اچھے کام کئے، پھر فرمایا کہ وَمَنْ عَادَ فَيَنْتَقِمُ اللَّهُ مِنْهُ یعنی اسلام میں آنے کے بعد اور اسکی ممانعت کے باوجود جس نے نافرمانی کی اللہ اس سے انتقام لے گا اور وہ سرکشوں سے انتقام لینے والا ہے۔ لیکن جاہلیت میں ....

جو کچھ ہو گیا وہ معاف ہے، اور اس سوال کا جواب بھی نفی میں ہے کہ کیا امام اسلام اس کی کوئی سزا قرار دے سکتا ہے؟ یعنی امام کو سزا دینے کا حق نہیں ہے، یہ گناہ خدا اور بندے کے درمیان ہے، ہاں اس کو امام کی سزا نہ دینے کے باوجود فدیہ تو ضروری ہی دینا پڑے گا۔ اس کو ابن جریر نے روایت کیا ہے، اس کا مطلب یہ ہوا کہ اللہ تعالیٰ کفارے ہی کے ذریعہ انتقام لے گا اور انتقام کی یہی صورت ہو گی۔

جمہور سلف اور خلف اس پر متفق ہیں کہ محرم نے جب شکار کو قتل کر دیا تو اس پر فدیہ دینا واجب ہو گیا اور پہلی یا دوسری یا تیسری خطا میں کوئی فرق نہیں ہے خواہ کتنی ہی دفعہ ہو، فعلِ خطا اور فعلِ عمد سب حکم میں برابر ہیں۔ ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ وہ محرم سے خطاً اگر قتل صید سرزد ہوا تو اُس ہر قتل کے وقت یہ حکم صادر ہو گا لیکن اگر وہ عمداً قتل کرے تو پہلی دفعہ میں تو یہ سزا اس پر عائد ہو گی لیکن دوسری دفعہ میں، اس سے کہا جائیگا کہ خدا تجھ سے انتقام لے جیسا کہ خود اللہ تعالیٰ نے بھی فرمایا ہے کہ دوبارہ کرے تو اللہ تعالیٰ انتقام لے گا۔ امام حسن بصریؒ فرماتے ہیں کہ ایک صاحبِ احرام نے شکار کیا اس پر فدیہ کی سزا عائد کی گئی۔ اس نے دوبارہ یہ جرم کیا تو آسمان سے آگ اُتری بجلی گری اور اُسے جلا دیا، یہی معنی فَيَنْتَقِمُ اللَّهُ مِنْهُ کے ہیں۔ اللہ اپنی سلطنت میں غالب ہے کوئی اس کو مغلوب نہیں کر سکتا، وہ انتقام لینا چاہے تو کون ہے کہ روک سکے، ساری کائنات اس کی مخلوق ہے حکم بس اسی کا چلتا ہے سرکشوں کو وہ سزا ضرور دے گا۔ اس کی صفتِ انتقام کا یہی اقتضاء ہے۔

أُحِلَّ لَكُمْ صَيْدُ الْبَحْرِ وَطَعَامُهُ

تمہارے لئے دریا کا شکار پکڑنا اور اس کا کھانا حلال کیا گیا ہے تمہارے

مَتَاعًا لَّكُمْ وَلِلسَّيَّارَةِ ۖ وَحُرِّمَ

انتفاع کے واسطے اور مسافروں کے واسطے اور خشکی کا شکار پکڑنا

عَلَيْكُمْ صَيْدُ الْبَرِّ مَا دُمْتُمْ حُرُمًا

تمہارے لئے حرام کیا گیا ہے جب تک تم حالت احرام میں ہو

وَاتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِیْۤ اِلَیْهِ تُحْشَرُوْنَ ﴿۹۶﴾

اور اللہ تعالےٰ سے ڈرو جس کے پاس جمع کئے جاؤ گے۔

جَعَلَ اللّٰهُ الْكَعْبَةَ الْبَیْتَ الْحَرَامَ قِیٰمًا

خدا نے کعبہ کو جوکہ ادب کا مکان ہے لوگوں کے قائم رہنے کا سبب قرار

لِّلنَّاسِ وَالشَّهْرَ الْحَرَامَ وَالْهَدْیَ وَ

دیدیا اور عزت والے مہینہ کو بھی اور حرم میں قربانی ہونے والے جانور کو بھی اور ان

الْقَلَآىِٕدَ ؕ ذٰلِكَ لِتَعْلَمُوْۤا اَنَّ اللّٰهَ یَعْلَمُ

جانوروں کو بھی جن کے گلے میں پٹے ہوں یہ اسلئے تاکہ تم اس بات کا یقین کرلو کہ

مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ وَاَنَّ اللّٰهَ

بیشک اللہ تو تمام آسمانوں اور زمین کے اندر کی چیزوں کا علم رکھتے ہیں اور بیشک

بِكُلِّ شَیْءٍ عَلِیْمٌ ﴿۹۷﴾ اِعْلَمُوْۤا اَنَّ اللّٰهَ

اللہ تو سب چیزوں کو خوب جانتے ہیں۔ تم یقین جانو کہ اللہ تو سزا بھی

شَدِیْدُ الْعِقَابِ وَاَنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ ﴿۹۸﴾

سخت دینے والے ہیں اور اللہ تو بڑی مغفرت اور رحمت والے بھی ہیں

مَا عَلَى الرَّسُوْلِ اِلَّا الْبَلٰغُ ؕ وَاللّٰهُ

رسول کے ذمہ تو صرف پہنچانا ہے۔ اور اللہ تعالےٰ سب جانتے ہیں

یَعْلَمُ مَا تُبْدُوْنَ وَمَا تَكْتُمُوْنَ ﴿۹۹﴾

جو کچھ تم ظاہر کرتے ہو اور جو کچھ پوشیدہ رکھتے ہو۔

تمہارے لئے سمندر کا تازہ شکار حلال ہے اور جو مچھلی سکھا کر زادِ راہ بنائی جاتی ہے وہ بھی تمہارے لئے اور اہلِ قافلہ کے لئے جائز ہے۔ ابن عباسؓ کہتے ہیں کہ وہ شکار جو سمندر سے زندہ حاصل کیا گیا ہے مُراد ہے اور لفظ "طعام" وہ مُراد ہے جس کو سمندر نے مار کر ساحل پر پھینک دیا ہو ابوبکر صدیق رضؓ کہتے ہیں کہ طعام سے ہر وہ چیز مُراد ہے جو سمندر میں ہو، حضرت ابوبکرؓ نے خطبہ دیا تو کہا کہ صید بحر تمہارے لئے حلال ہے اور وہ شکار کیا ہوا لیکن سمندر کا پھینکا ہوا وہ بھی تمہارے استفادہ اور زادِ راہ کی چیز ہے۔ ابن مسیب کہتے ہیں کہ سمندر نے تو زندہ پھینکا ہو لیکن خشکی پر آ کر مر گیا ہو وہ طعام ہے، عبد الرحمٰن نے سوال کیا کہ سمندر بہت سی مُردہ مچھلیاں ساحل پر لا ڈالتا ہے کیا ہم کھا سکتے ہیں تو ابن عمر رضؓ نے جواب دیا کہ نہ کھانا، جب عبد اللہ بن عمر گھر واپس ہوئے قرآن کھولا اور یہ آیت دیکھی کہ طَعَامُهٗ مَتَاعًا لَّكُمْ وَ لِلسَّیَّارَةِ تو کہا جاؤ اور کہدو کھالیا کرو کیونکہ سمندر کی چیز کو اللہ تعالےٰ طعام کہتا ہے۔ ابن جریر بھی یہی کہتے ہیں کہ وہ "طعام" سے سمندر کی مردہ مچھلیاں ہی مُراد ہیں۔ حضرتؓ نے بھی یہی فرمایا ہے کہ سمندر کی موجوں سے مُردہ آئی ہوئی مچھلی طعام ہے متاع سے مُراد منفعت اور قُوت ہے" سیارہ" جمع ہے سیار کی عکرمہ رضؓ کہتے ہیں کہ جو سمندری مقامات پر رہتے ہیں وہ تو تازہ تازہ شکار کرلیتے ہیں اور جو مر جائیں ان کو سکھا کر ذخیرہ کر رکھتے ہیں یا شکار کر کے رکھ چھوڑتے ہیں اور یہ مسافرین اور ساحلی مقامات سے دُور رہنے والوں کے لئے زادِ راہ کا کام دیتا ہے۔ جمہور نے ماہی مردہ کے حلال ہونے پر اسی آیت سے استدلال کیا ہے، امام مالکؒ نے جابر بن عبد اللہ سے روایت کی ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے ساحل کی طرف ایک لشکر بھیجا۔ ابو عبیدۃ الجراح کو اس کا امیر بنایا۔ یہ تین سو آدمی تھے میں بھی شامل تھا۔ ہم راستے ہی میں تھے کہ زادِ راہ ختم ہوگیا تو ابو عبیدہ رضؓ نے حکم دیا کہ، سارے لشکر میں سے سب کا زادِ راہ لا کر جمع کریں۔ میرے پاس کھجور زادِ راہ تھی، ہم اس میں سے ہر روز تھوڑا تھوڑا کھاتے تھے، آخر کار وہ ذخیرہ ختم ہوا اور رسد کے طور پر ہم کو صرف ایک ایک کھجور ملتی تھی ہم لوگ خود اب مرنے کے قریب ہو گئے لیکن سمندر تک آ پہنچے تھے ساحل پر دیکھا کہ ایک مچھلی ٹیلہ کے مانند چوڑی چکلی پڑی ہوئی ہے۔ ہمارے سارے لشکر نے اس کو تیرہ دن تک کھایا۔ ابو عبیدہ نے اس مچھلی کی دو پسلیوں کو بصورتِ کمان قائم کرنے کا حکم دیا اس کمان کے نیچے سے ایک اونٹنی سوار گذر گیا اور اس کے بالائی

جسے کو چھو نہ سکا۔ جابر بھی اسی طرح بیان کرتے ہیں کہ ساحلِ بحر پر ایک بلند ٹیلہ سا معلوم ہوا۔ دیکھا تو وہ ایک دریائی جانور مرا پڑا تھا جس کو عنبر کہتے تھے۔ ابو عبیدہ رضؓ نے کہا یہ تو میت ہے پھر کہا ہم رسول اللہ صلعم کے قاصد ہیں بھوک سے مجبور ہو گئے ہیں۔ تازہ تازہ گوشت ہے خوب کھاؤ۔ ہم وہاں ایک مہینہ ٹھہرے رہے ہم تین سو آدمی تھے، کھا کھا کر خوب موٹے ہو گئے اسکی آنکھوں کے ڈھیلوں کے اندر سے ہم مٹکے بھر بھر کر روغن نکالتے تھے، اتنے بڑے بڑے ٹکڑے کاٹ لئے تھے جیسے گائے ابو عبیدہ رضؓ نے اس کی آنکھ کے گڑھے میں تیرہ آدمیوں کو بٹھایا تھا۔ اس کی ایک پسلی لے کر بصورت کمان زمین پر قائم کی گئی تو بڑے سے بڑا اونٹ اس کے نیچے سے نکل گیا۔ غرض یہ کہ وہ مچھلی اس قدر بڑی تھی، پھر ہم نے اس کا گوشت سکھا کر زادِ راہ بنا لیا۔ جب مدینے پہنچے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کا ذکر کیا۔ تو فرمایا کہ یہ تمہارے لئے خدا کا رزق تھا۔ اگر تمہارے ساتھ کچھ ہے تو لاؤ ہمیں بھی کھلاؤ! ہم نے آں حضرت صلعم کے پاس تحفہ بھیجا۔ آپ نے تناول فرمایا۔ اور ایک اور روایت میں ہے کہ یہ لشکر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھا جب کہ یہ مچھلی پائی گئی تھی۔ بعض کہتے ہیں، نہیں حضرت ساتھ نہیں تھے، اور وہ دوسرا واقعہ ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ نہیں، واقعہ ایک ہی ہے پہلے واقعہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم ساتھ تھے۔ پھر حضرت صلعم نے جب دوسرا لشکر بھیجا تھا تو اس کے امیر ابو عبیدہ رضؓ تھے اور یہ واقعہ اسی ابو عبیدہ والے لشکر کا تھا۔ واللہ اعلم

ابو ہریرہ رضؓ سے روایت ہے کہ ایک آدمی نے حضرت صلعم سے سوال کیا۔ یا رسول اللہ صلعم! ہم سمندر میں سفر کرتے ہیں اور تھوڑا سا پانی ساتھ رکھ سکتے ہیں، اگر اس سے وضو کر لیا کریں تو پیاسے رہ جائیں گے تو کیا ہم آبِ سمندر سے وضو کر سکتے ہیں؟ آپ نے فرمایا کہ سمندر کا پانی پاک ہے اور اس میں کی مردہ مچھلی حلال ہے۔ صحابہ رضؓ کی ایک جماعت سے بھی یہی مروی ہے۔ ابو ہریرہ رضؓ کہتے ہیں کہ ہم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حج یا عمرہ میں ساتھ تھے تو ایک ٹڈی دل لشکر سے ہمیں سامنا ہوا۔ ہم اپنی لکڑی سے انھیں مارتے تھے وہ مر کر ہمارے پاس گر پڑتے تھے، ہم نے آپس میں کہا کہ اب ہم کیا کریں، ہم تو حالتِ احرام میں ہیں، چنانچہ حضرت سے ہم نے پوچھا تو فرمایا کہ صیدِ بحر کی ممانعت نہیں ہے، نبی علیہ السلام نے جب ٹڈیوں پر بددعا کی تھی تو کہا تھا کہ اے خدا چھوٹی بڑی سب ٹڈیوں کو ہلاک کر دے۔ ان کے انڈوں کو ضائع کر کے افزائشِ نسل سے روک دے تاکہ یہ ہمارا غلہ اور ہماری فصلیں اور ہمارے باغات و درخت تباہ نہ کر دیں، تو مجیب الدعوات ہے۔ حضرت خالد رضؓ نے کہا یا رسول اللہ صلعم یہ بھی گویا ایک خدائی فوج ہے آپ اس کو قطع نسل کی بددعا کیوں فرماتے ہیں؟ تو آپ نے فرمایا کہ یہ ٹڈیاں بھی سمندر کی مچھلیوں کی نسل سے ہوتی ہیں۔ زیاد بیان کرتے ہیں کہ مجھ سے خود اس شخص نے بیان کیا جس نے مچھلی سے ٹڈی پیدا ہوتی دیکھی ہے۔ یہ حدیث صرف ابن ماجہ نے بیان کی ہے۔ ابن عباس نے حرم میں ٹڈی کا شکار کرنے کی ممانعت کی ہے اور بعض فقہا نے اس آیتِ کریمہ سے استدلال کیا ہے کہ تمام آبی جانور کھائے جا سکتے ہیں اور اس میں کسی چیز کا استثنا نہیں ہے۔ بعض نے مینڈکوں کو مستثنیٰ کیا ہے اور اس کے سوا باقی کو جائز رکھا ہے۔ عبداللہ بن عمر رضؓ سے روایت ہے کہ حضرت نے مینڈک کو مارنے کی ممانعت کی ہے اور فرمایا کہ اس کی آواز خدا کی تسبیح ہے دوسروں نے کہا ہے کہ مچھلی کھا لی جائے لیکن مینڈک نہ کھائیں۔ ان دونوں کے ماسوا میں اختلاف ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ بری ماکول جانوروں کے مشابہ جو بحری جانور ہیں وہ کھائے جائیں اور جو بر کے جانور نہیں کھائے جاتے ہیں بحر کے بھی ایسے جانور نہ کھائے جائیں۔ یہ سب اختلاف بر بنائے مذہبِ شافعی رح ....

ہیں اور ابو حنیفہؒ کہتے ہیں کہ سمندر میں جو مچھلی مر گئی وہ نہ کھائی
جائے، جیسا کہ خشکی کا مرا ہوا جانور بھی نہیں کھایا جاتا ہے۔
کیونکہ اللہ تعالیٰ نے حُرِّمَتْ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةُ فرمایا ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے کہ تم نے سمندر
سے جو شکار کیا اور وہ زندہ تھا پھر مر گیا تو کھاؤ اور جس مردہ
مچھلی کو موجوں نے بہا کر کنارے لا ڈالا ہو تو نہ کھانا۔ جمہور نے
اصحاب مالکؒ و شافعیؒ و احمدؒ سے حدیث عنبر کے ذریعہ اور اس
حدیث سے استدلال کیا ہے کہ سمندر کا پانی طاہر ہے اور اس کا مردہ
حلال ہے اس لئے وہ ایسی مچھلی کو بھی جائز رکھتے ہیں، رسول اللہ
صلعم نے فرمایا کہ ہمارے لئے دو مردہ جانور اور دو خون جائز ہیں،
دو مردہ جانور تو مچھلی اور ٹڈے ہیں اور دو خون کلیجی اور
تلی ہیں۔ قولہ وَحُرِّمَ عَلَيْكُمْ صَيْدُ الْبَرِّ مَا دُمْتُمْ حُرُمًا یعنی
حالتِ احرام میں تم کو شکار کرنا حرام ہے۔ اگر عمداً ایسا کرو گے
تو گنہگار بھی ہو گے اور تاوان بھی دینا پڑے گا اور خطا سے
ایسا کیا ہے تو تاوان دینے کے بعد سزا اٹھ جائے گی لیکن
اُس شکار کا کھانا حرام ہو گا اس لئے کہ وہ اُس کے حق
میں مثل میتہ کے ہے اور امام شافعیؒ و مالکؒ کا ایک قول
یہی ہے کہ احرام والوں اور غیر احرام والوں سب کے
لئے اُس کا کھانا حرام ہے پس وہ شکاری اگر اس میں سے
کچھ کھالے تو کیا اس پر ڈبل فدیہ لازم آ جائے گا۔ اس میں علماء
کے دو قول ہیں ایک تو یہ کہ ہاں دوگنا فدیہ لازم آئے گا۔ عطاء
سے روایت ہے کہ اگر محرم شکاری اس کو ذبح کرے اور کھالے
تو دو کفارے لازم آئیں گے ایک جماعتِ علماء کا مذہب یہی
ہے دوسرا قول یہ ہے کہ اس کے کھانے پر دوسرا فدیہ لازم
نہ آئے گا۔ مالک بن انس کا یہی مذہب ہے۔ ابو عمر کہتے ہیں کہ
زانی نے حد ماری جانے سے پہلے بار بار وطی کی تو اس پر
ایک ہی حد واجب ہو گی۔ ابو حنیفہ کہتے ہیں کہ اپنے شکار کا
گوشت کھا لینے پر اپنی غذا کی قیمت دینی لازم آئے گی اس
سے زیادہ نہیں۔ ابو ثور کہتے ہیں کہ ایسی صورت میں محرم

پر صرف کفارہ لازم آئے گا اور اس صید میں سے کھانا اس
کے لئے حلال ہے لیکن میں مکروہ سمجھتا ہوں کہ وہ اس میں
سے کھائے۔ کیونکہ حضرت نے فرمایا ہے کہ بہ حالتِ احرام صید
بر تم پر حلال ہے بشرطیکہ خود تم نے اس کا شکار نہ کیا ہو،
اور نہ تمہارے لئے شکار کیا گیا ہو۔ اس حدیث کا بیان آگے
آئے گا لیکن شکاری کے لئے اس کا کھانا جائز قرار دینا یہ
عجیب بات ہے۔ لیکن غیر شکاری کے لئے محرم کے شکار کے
بارے میں اختلاف ہے اور ہم نے سابق میں بیان کر دیا ہے
کہ جائز نہیں۔ لیکن بعض لوگ غیر شکاری کو اس کا کھانا جائز
کہتے ہیں اور محرم اور غیر محرم سب کو یکساں قرار دیتے ہیں۔
جب غیر محرم شکار کرے اور محرم کو ہدیہ بھیجے تو بعض لوگ
کہتے ہیں کہ محرم کے لئے مطلقاً جائز ہے اور اس میں کوئی
فرق نہیں کہ خود اس کے لئے شکار کیا ہو یا نہ کیا ہو۔ ابو ہریرہؓ
سے محرم کے شکار کے بارے میں پوچھا گیا کہ کیا اس کا کھانا محرم
کو حلال ہے تو فتویٰ دیا کہ ہاں کھا سکتا ہے پھر عمر بن خطابؓ
سے ملاقات ہوئی، انہیں علم ہوا تو کہا کہ اس کے خلاف
اگر تم فتویٰ دیتے تو میں تمہیں سزا دیتا لیکن دوسرے
لوگ بالکلیہ ناجائز سمجھتے ہیں ابن عباس اور ابن عمر مکروہ
سمجھتے ہیں کیونکہ حُرِّمَ عَلَيْكُمْ کی آیت عام ہے حضرت علیؓ
محرم کے لئے "اکل لحم صید" مکروہ کہتے ہیں اور مالکؒ شافعی
اور احمد وغیرہ کہتے ہیں کہ غیر محرم نے اگر محرم کی خاطر شکار کیا
ہو تو محرم کو اس کا کھانا اب جائز نہیں۔ صعب ابن جثامہ
نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک گورخر ہدیہ بھیجا تھا تو آپ نے
واپس کر دیا تھا اور جب آپ نے بھیجنے والے کے چہرے پر کچھ
آثارِ رنج محسوس کئے تو فرمایا کہ میں تو صرف محرم ہونے کی وجہ
سے نہیں کھاتا ہوں۔ یہ حدیث صحیحین میں الفاظ کثیرہ کے ساتھ
ہے اس کی وجہ یہ تھی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے گمان کیا تھا کہ یہ
صرف آپ کی خاطر شکار کیا گیا تھا اس لئے واپس کیا اور اگر کوئی
شکار محرم کے واسطے کیا ہوا نہ ہو تو محرم کے لئے اس کا

کھانا جائز ہے کیونکہ ابو قتادہ کی حدیث میں ہے کہ انھوں نے ایک گورخر شکار کیا تھا اور وہ محرم نہیں تھے اور ان کے اصحاب محرم تھے تو وہ اس کے کھانے سے باز رہے اور حضرت ؐ سے پوچھا تو آپ نے فرمایا کہ کیا تم میں سے کسی نے شکاری کو شکار کرنے کے لئے شکار بتایا تھا یا اس کے قتل میں مدد دی تھی ؟ تو اصحاب نے کہا، نہیں، تو فرمایا کہ پھر تو کھاؤ اور خود آپ نے بھی کھایا جابر بن عبد اللہ سے روایت ہے کہ حضرت نے فرمایا کہ صَید بر تمہارے لئے حلال ہے بشرطیکہ خود تم نے بحالتِ احرام شکار نہ کیا ہو یا تمہارے ایما سے یا تمہارے مقصد سے نہ شکار کیا گیا ہو۔

عامر بن ربیعہ کہتے ہیں کہ میں نے عثمان بن عفان کو جب وہ عرج میں تھے اور محرم تھے اور سرما کا زمانہ تھا دیکھا کہ آپ نے اپنا چہرہ ارغوانی چادر سے چھپا لیا تھا۔ پھر شکار کا گوشت لایا گیا تو آپ نے اصحاب سے کہا کہ تم لوگ کھاؤ میں نہیں کھاؤں گا کیونکہ شکار میری خاطر کیا گیا ہے اور تمہاری خاطر نہیں کیا گیا ہے۔

قُلْ لَّا يَسْتَوِي الْخَبِيثُ وَالطَّيِّبُ وَ

آپ فرما دیجئے کہ ناپاک اور پاک برابر نہیں گو تجھ کو ناپاک کی

لَوْ أَعْجَبَكَ كَثْرَةُ الْخَبِيثِ ۚ فَاتَّقُوا اللَّهَ

کثرت تعجب میں ڈالتی ہو۔ تو خدا تعالےٰ سے ڈرتے رہو

يَا أُولِي الْأَلْبَابِ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ (۱۰۰) يَا أَيُّهَا

اے عقلمندو! تاکہ تم کامیاب ہو۔ اے ایمان

الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَسْأَلُوا عَنْ أَشْيَاءَ إِنْ

والو ایسی باتیں مت پوچھو کہ اگر تم سے ظاہر کر دی جائیں

تُبْدَ لَكُمْ تَسُؤْكُمْ وَإِنْ تَسْأَلُوا عَنْهَا

تو تمہاری ناگواری کا سبب ہو۔ اور اگر تم زمانہ نزولِ قرآن میں ان باتوں ل

حِينَ يُنَزَّلُ الْقُرْآنُ تُبْدَ لَكُمْ عَفَا اللَّهُ عَنْهَا

کو پوچھو تو تم سے ظاہر کر دی جائیں۔ سوالات گزشتہ اللہ تو نے معاف

وَاللَّهُ غَفُورٌ حَلِيمٌ (۱۰۱) قَدْ سَأَلَهَا قَوْمٌ

کر دیئے اور اللہ تو بڑی مغفرت والے ہیں۔ بڑے حلم والے ہیں۔ ایسی باتیں تم سے

مِّن قَبْلِكُمْ ثُمَّ أَصْبَحُوا بِهَا كَافِرِينَ (۱۰۲)

پہلے اور لوگوں نے بھی پوچھی تھیں پھر ان باتوں کا حق نہ بجا لائے۔

اللہ تعالےٰ رسولِ پاک سے ارشاد فرماتا ہے کہ خبیث اور طیب دونوں برابر نہیں ہو سکتے اگرچہ خبیث کتنا ہی اچھا کیوں نہ معلوم ہو، اے انسان تھوڑی سی حلال چیز جو نافع ہو وہ اس کثیر حرام سے بہتر ہے جو مضرت بخش ہے جیسا کہ حدیث میں ہے کہ کم چیز اور کفایت کرنے والی چیز اچھی ہے کثیر چیز سے جو خدا سے غافل بنانے والی ہے۔ ثعلبہ ابن حاطب الانصاری نے کہا، یا رسول اللہؐ دعا فرمایئے کہ خدا مجھے بہت سا مال عطا فرمائے تو حضرتؐ نے فرمایا کہ تھوڑا مال جس کا تم شکر ادا کرو وہ اس کثیر سے اچھا ہے جس کا شکر ادا نہ کرو۔ پس اے صحیح عقل والو! خدا سے ڈرو، حرام سے بچو۔ حلال پر قناعت کرو۔ شاید تم دین اور دنیا میں فلاح پا سکو، پھر فرمایا کہ اے ایمان والو! ایسے سوالات نہ کرو کہ اگر ان کے جوابات ظاہر ہو جائیں تو تمہیں سخت رنج پہنچے یہ اللہ تعالےٰ کی طرف سے عبادِ مومنین کو تادیب ہے اور بغیر ضرورت، مخفی سوالات کے پوچھنے سے ممانعت ہے کیونکہ اگر یہ امور ظاہر ہو جائیں گے تو انھیں سن کر سخت ناگوار ہوگا اور رنج پہنچے گا، حضرتؐ نے فرمایا کہ کوئی مجھے کسی کی کوئی خبر لا کر نہ پہنچایا کرے، میں چاہتا ہوں کہ تم سے سامنا ہو تو میرا دل تمہاری طرف سے بالکل صاف رہے اور کسی کی طرف سے دل میں کوئی خلش پیدا ہونے نہ پائے۔ انس بن مالک کہتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے خطبہ دیا تھا کہ ایسا خطبہ میں نے کبھی نہیں سنا تھا، آپ نے فرمایا کہ اگر تم وہ سب کچھ جانتے ہو جو میں جانتا ہوں تو بہت تھوڑا ہنستے اور بہت زیادہ روتے۔ تو صحابہؓ نے اپنا منہ ڈھک کر

روتے لگے۔ ایک آدمی اُٹھ کر پوچھنے لگا کہ حضرت میرا باپ کون تھا، کہا فلاں تھا۔ چنانچہ یہ آیت اُتری کہ لَا تَسْئَلُوْا عَنْ اَشْيَاءَ اِنْ تُبْدَ لَكُمْ الخ انس بن مالک سے روایت ہے کہ ایک دن بعض صحابہ رضا نے آنحضرت سے کچھ سوالات کئے اور بہ اصرار کئے تو آپ منبر پر آئے اور فرمانے لگے کہ آج جو بات مجھ سے پوچھنا چاہتے ہو پوچھو میں سب کچھ تمہارے حالات بیان کردوں گا۔ اصحاب النبی یہ سُن کر کانپ اُٹھے کہ کوئی نئی بات ظاہر ہونے والی ہے اور میں دائیں بائیں جدھر بھی دیکھتا تھا صحابہ رضا اپنا منہ کپڑے سے ڈھانپے ہوئے رو رہے تھے ایک آدمی اُٹھا جس کو لوگ اسکے باپ میں بدنام کرتے تھے۔ کہنے لگا۔ یا نبی اللہ! میرا باپ کون تھا؟ آپ نے فرمایا حذافہ تھا۔ پھر عمر رضا اُٹھے اور کہنے لگے ہمیں کچھ پوچھنے کی ضرورت نہیں۔ اللہ تعہ ہمارا رب ہے، اسلام ہمارا دین ہے محمدؐ ہمارے رسول ہیں۔ ہم کسی فتنے کے ظاہر ہونے سے پناہ مانگتے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ آج کی طرح میں نے کبھی خیر و شر کو عیاں نہیں دیکھا جنت اور دوزخ اس طرح میرے سامنے مجسم ہے گویا اس دیوار کے پیچھے ہی واقع ہے۔ ابن حذافہ کے پوچھنے پر ام عبداللہ بن حذافہ کہنے لگی کہ تجھ سے زیادہ نالائق لڑکا میں نے نہیں دیکھا تجھے کیا معلوم کہ ایام جاہلیت میں کیا کیا ہوا کرتا تھا اگر فرض کرو میں بھی اس زمانے میں کسی معصیت میں مبتلا ہو جاتی تو آج نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان پر لوگوں کے سامنے تیری بدولت رُسوا ہونا پڑتا۔ عبداللہ کہنے لگے کہ اگر کوئی حبشی غلام بھی میرا باپ قرار پاتا تو میں اپنے کو اُسی کی طرف منسوب کرتا۔ ابو ہریرہ رضہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلعم باہر نکلے تو غضبناک تھے چہرہ سُرخ تھا، منبر پر بیٹھ گئے ایک آدمی اُٹھ کر پوچھنے لگا کہ میرا متوفی باپ کہاں ہے، آپ نے فرمایا دوزخ میں ہے، دوسرے نے پوچھا میرا باپ کون ہے؟ آپ نے فرمایا تیرا باپ حذافہ ہے عمر رضہ کھڑے ہو گئے کہنے لگے بس کافی ہے ہمارے لئے کہ خدا

ہمارا رب ہے، اسلام دین ہے اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے رسول ہیں، قرآن ہمارا امام ہے، یا رسول اللہ صلعم ہم عہدِ جاہلیت اور عہدِ شرک سے بہت قریب ہیں، خدا تعہ ہی واقف ہے کہ ہمارے آباؤ اجداد کون تھے۔ یہ سُن کر آپ کا غصہ ٹھنڈا ہو گیا اور یہ آیت اُتری کہ ایسے سوالات نہ کرو کہ بات ظاہر ہو جائے تو تمہیں رنج پہنچے۔ ایک مرسل حدیث میں ہے کہ، ایک روز جب کہ حضرت غضب میں تھے اُٹھ کر فرمانے لگے کہ پوچھو مجھ سے کیا پوچھتے ہو؟ جو کچھ تم پوچھو گے بتادونگا یہ سُن کر بنی سہم کا ایک قریشی اُٹھا جسکے باپ کے بارے میں طعن کیا جاتا تھا۔ پوچھنے لگا حضرت میرا باپ کون تھا؟ تو آپ نے اُسکو اسکے باپ کی طرف ہی منسوب کیا عمر رضا اُٹھے اور کہا حضرت! ہماری خطا معاف کر دیجئے خدا آپ کو بھی معاف فرمائے آپ سے مسلسل درخواست کی حتیٰ کہ حضرتؐ کا غصہ ٹھنڈا ہو گیا، فرمانے لگے زانیہ کا لڑکا باپ کے بجائے ماں کی طرف منسوب کیا جائیگا اور زانی پر پتھر پڑیں گے۔ ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ لوگ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ظرافت و خوش طبعی کے طور پر بھی پوچھتے تھے کہ میرا باپ کون ہے کوئی کہتا کہ میری گم شدہ ناقہ کہاں ہے چنانچہ سوالات سے ممانعت کی آیت اُتری۔ علیؓ سے روایت ہے کہ جب یہ آیت اُتری کہ وَلِلّٰهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ اِلَيْهِ سَبِيْلًا۔ یعنی جسکو قدرت ہو اس پر حج کرنا فرض ہے، تو لوگوں نے پوچھا کہ یا رسول اللہ صلعم ہر سال تو آپ خاموش ہو گئے۔ دوبارہ پوچھا کیا ہر سال؟ آپ پھر خاموش ہو گئے تیسری بار پھر پوچھا تو فرمایا کہ اگر میں ہاں کہدوں تو ہر سال تم پر حج واجب ہو جائیگا جسکی تم قدرت نہ رکھو گے۔ اور اگر نہ ادا کرو گے تو کافر ہو جاؤ گے۔ چنانچہ ممانعت سوال کی آیت اُتری۔ ایک آدمی نے بھی اسی طرح پوچھا تھا کہ کیا ہر سال حج کریں، تو آپ چیخ اُٹھے کہ اُسے چُپ کرو یا اُس پر غضب ناک ہو گئے، کچھ عرصہ تک ٹھہرے رہے۔ پھر فرمایا۔ کس نے سوال کیا تھا اعرابی نے کہا۔ میں نے۔ آپ نے فرمایا کم بخت اگر میں ہاں

کہہ دیتا تو ہر سال فریضۂ حج سے تجھے کون بچا سکتا تھا؟ یقیناً تم لوگ ادا نہ کرتے۔ تم سے پہلے کی اُمتیں اسی طرح تو ہلاک ہوئیں۔ اگر میں تمہارے لئے ساری دنیا و مافیہا بھی حلال کر دوں اور قدم برابر جگہ حرام کر دوں تو اسی کی حرص تمہیں دامنگیر ہو جائے گی۔ اسی لئے تو اللہ تعالیٰ نے کہا ہے کہ اگر تمہارے سوال کا جواب دے دیا جائے تو تم پر نہایت شاق ہو جائے گا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: وَاِنْ تَسْئَلُوْا عَنْهَا حِيْنَ يُنَزَّلُ الْقُرْاٰنُ تُبْدَ لَكُمْ۔ قرآن نازل ہوتے وقت اگر تم کچھ پوچھو گے جس کی تمہیں ممانعت کر دی گئی ہے تو یقین رکھو خدا تمہارے سوال پر روشنی ڈال دے گا۔ پھر کیا کرو گے اور یہ بات تو خدا پر آسان ہے، لیکن جو گذر چکا وہ خدا نے معاف کر دیا ہے اللہ بڑا غفور ہے حلیم ہے اس لئے ہرگز کوئی نیا سوال بلا وجہ نہ کر بیٹھو، ورنہ جواب میں تم پر سختی اور تنگی وارد ہو جائے گی، اور یہ اپنے ہاتھوں مصیبت مول لینا ہے۔ حدیث میں ہے کہ مسلمانوں کا سب سے بڑا مجرم وہ ہے جس کے سوال کی وجہ سے ایک غیر حرام چیز محض بر بنائے وضاحت حرام ہو گئی اور لوگوں پر تنگی پیدا ہو گئی ہاں قرآن کی کوئی بات بوجہ اجمال سمجھ میں نہ آتی ہو اور تم سمجھنا چاہو تو پوچھ لو میں بیان کر دوں گا۔ کیونکہ تم تعمیل حکم کے لئے اس کی ضرورت رکھتے ہو۔ اگر کتاب میں کچھ مذکور نہ ہو اور تم نے کیا تو ہمارے عمل کی تم سے باز پرس نہیں تو تم بھی کسی سوال سے متعلق چُپ سادھ لیا کرو جیسا کہ میں۔ صحیح حدیث میں ہے کہ حضرتؐ نے فرمایا کہ میں نے جو بیان نہیں کیا اس کو غیر بیان شدہ ہی رہنے دو۔ کثرتِ سوال نے، اور انبیاءؑ کے حکم سے اختلاف کرنے ہی نے اگلی قوموں کو تباہ کیا ہے، حضرتؐ نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے فرائض قرار دیدئے ہیں، ان کو ضائع نہ ہونے دو۔ اور عمل کے حدود مقرر کر دیئے ہیں اُن سے تجاوز نہ کرو اور جو باتیں حرام کی گئی ہیں، اُن کے مرتکب نہ ہو، میں بعض باتوں سے عمداً ساکت ہوں یہ تم پر اقتضائے رحمت کی بنا پر ہے۔ میں بھول جانے کے سبب ساکت نہیں ہوا ہوں اس لئے ہرگز سوالات نہ کرو۔ پھر اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ان مسائلِ ممنوعہ کا سوال تم سے پہلے کی قوموں نے کیا تھا۔ جواب دیا گیا۔ سختی عائد ہو جانے کی وجہ سے انھوں نے عمل نہیں کیا اور کافر ہو گئے۔ کیونکہ انھوں نے بر بنائے طلبِ ہدایت سوال نہیں کیا تھا۔ بلکہ بر بنائے استہزاء و عناد آپ نے فرمایا کہ میں نے جو چھوڑ دیا تم بھی چھوڑ دو اور میں جو حکم دوں اختیار کرو۔ نصارٰی نے جیسا سوال کیا تھا تم ایسا کرنے سے باز رہو، انھوں نے مائدہ مانگا تھا لیکن اسکے باوجود کفر کیا مائدہ کی قدر نہ کی پوچھنے کے بجائے خود میرے کہنے کا انتظار کرو۔ تمہارے پوچھنے کے بغیر ہی قرآن خود تمہالے سوال کی وضاحت میں نازل ہو جائے گا۔

ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ بحیرہ اور وصیلہ اور سائبہ اور حام سے متعلق سوالات کرنے کی ممانعت ہے دیکھو لَا تَسْئَلُوْا عَنْ اَشْيَآءَ کے بعد ہی ہے۔ مَا جَعَلَ اللّٰهُ مِنْۢ بَحِيْرَةٍ وَّلَا سَآئِبَةٍ وغیرہ ہے۔ عکرمہ کہتے ہیں کہ وہ لوگ معجزات کے بارے میں سوالات کرتے تھے جس کی ممانعت کی گئی ہے۔ قریش نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے باغات اور نہریں مانگتے تھے اور کہتے تھے کہ کوہِ صفا کو ہمارے لئے سونا بنا دو۔ وغیرہ وغیرہ جیسا کہ یہود کے مطالبات تھے کہ موسیٰؑ! آسمان سے ہمارے لئے کتاب اُتار دو۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: وَمَا مَنَعَنَآ اَنْ نُّرْسِلَ بِالْاٰيٰتِ جب کبھی ہم نے ان کے مطالبہ پر اپنے معجزے بھیجے تو سابقہ لوگوں نے تکذیب کر دی۔ ہم نے ثمود کو اپنی روشن دلیل ناقہ دی۔ انھوں نے اس کے ساتھ ظلم کیا۔ ہمارے معجزے صرف تخویف کے لئے آتے ہیں۔ وہ قسمیں کھا کھا کر بیان کرتے ہیں کہ اگر ان کے پاس معجزہ آئے تو ضرور ایمان لائیں گے۔ اے نبیؐ! کہدو کہ معجزات خدا کے ہاتھ میں ہیں۔ تم سمجھتے نہیں اگر معجزے آئیں گے تو بھی وہ ایمان نہ لائیں گے ہم نے اُن کے دلوں کو اُلٹ دیا ہے آنکھوں

پر پردہ ڈال دیا ہے۔ حسب سابق وہ ایمان لائیں گے ہی نہیں۔ ہم ان کی سرکشیوں میں انکو اور بھٹکا رہے ہیں، اگر ہم اُن پر ملائکہ بھی نازل کر دیں، مُردے جی کر اُن سے باتیں کرنے لگیں اور ہر سابقہ چیز زندہ ہو کر انکے سامنے آموجود ہو تو بھی یہ ایمان نہ لائیں، ہاں خدا جسکو چاہے وہ ایمان اختیار کرے لیکن اکثر لوگ سمجھتے نہیں

مَا جَعَلَ اللّٰهُ مِنْ بَحِيْرَةٍ وَّلَا سَآئِبَةٍ وَّلَا

اللہ تعالیٰ نے نہ بحیرہ کو مشروع کیا ہے اور نہ سائبہ کو اور نہ

وَصِيْلَةٍ وَّلَا حَامٍ وَّلٰكِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا

وصیلہ کو اور نہ حامی کو لیکن جو لوگ کافر ہیں وہ

يَفْتَرُوْنَ عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ ۗ وَاَكْثَرُهُمْ

اللہ تعالیٰ پہ جھوٹ لگاتے ہیں۔ اور اکثر کافر عقل

لَا يَعْقِلُوْنَ ﴿۱۰۳﴾ وَاِذَا قِيْلَ لَهُمْ تَعَالَوْا اِلٰى

نہیں رکھتے۔ اور جب اُن سے کہا جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جو احکام

مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ وَاِلَى الرَّسُوْلِ قَالُوْا

نازل فرمائے ہیں ان کی طرف اور رسولؐ کی طرف رجوع کرو تو کہتے ہیں

حَسْبُنَا مَا وَجَدْنَا عَلَيْهِ اٰبَآءَنَا ۗ اَوَلَوْ كَانَ

کہ ہم کو وہی کافی ہے جس پہ ہم نے اپنے بڑوں کو دیکھا۔ کیا اگرچہ ان کے

اٰبَآؤُهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ شَيْـًٔا وَّلَا يَهْتَدُوْنَ ﴿۱۰۴﴾

بڑے نہ کچھ سمجھ رکھتے ہوں اور نہ ہدایت رکھتے ہوں

بَحِیْرَۃ وہ مویشی ہے جس کا دودھ نہیں دوہتے تھے اور کہتے تھے کہ یہ بتوں کے نام ہے۔ کوئی یہ دودھ نہیں پیتا تھا۔ سائبہ وہ جانور جو بتوں کے نام پر چھوڑ دیا جاتا تھا اُس پر نہ سامان لادا جاتا نہ سواری کی جاتی۔ ابو ہریرہؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ عمرو بن عامر خزاعی کو دوزخ میں پیٹ کے بل گھسٹتے ہوئے دیکھا ہے۔ اسی نے سب سے پہلے جانوروں کو بتوں کے نام پہ چھوڑنے کا طریقہ رائج کیا۔ اور وصیلہ وہ اونٹنی ہے جس سے پہلی دفعہ ایک نر پیدا ہو پھر متواتر دو مادہ پیدا ہوں۔ ایسی اونٹنی کو بھی بتوں کے نام پر چھوڑ دیتے ہیں اور حام وہ نر اونٹ ہے جسکی نسل سے کئی بچے ہو چکے ہوں اور جب نسل بہت بڑھ چکی ہو تو اس سے نہ بار برداری کا کام لیا جاتا نہ سواری کا، بتوں کے حوالے کر دیتے یہ سب عمروؔ کے ایجادات تھے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں نے جہنم کو دیکھا کہ ایک آگ دوسری آگ کو کھا رہی ہے عمرو اس میں گھسٹتا ہوا چل رہا ہے، اسی نے سب سے پہلے "سائبہ" کی رسم ڈالی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اکثم بن الجون سے فرماتے تھے کہ اے اکثم! میں نے عمرو بن لحی بن قمعہ کو دوزخ میں دیکھا۔ تم سے بڑھ کر اس کا ہم شکل دوسرا نہیں نہ اس سے بڑھ کر تمہارا ہم شکل کوئی ہے بالکل تمہارے ہی جیسا معلوم ہوتا ہے۔ اکثم نے کہا، یا رسول اللہ! کیا آپ کا گمان ہے کہ اس کی یہ مشابہت میرے لئے مضر ہوگی؟ تو آپ نے فرمایا نہیں تم مومن ہو اور وہ کافر، اسی نے سب سے پہلے دین ابراہیم میں رخنہ اندازی کی۔ بحیرہ، سائبہ اور حام کی بدعتیں رائج کیں۔ صنم پرستی کرنا، سائبہ بنانا۔ یہ ابو خزاعہ عمرو بن عامر ہی نے کیا ہے۔ میں نے اسے دوزخ میں دیکھا ہے۔ حضرتؐ نے فرمایا کہ دین ابراہیم میں تغیر ڈالنا یہ عمرو بن لحی کا کام تھا جو بنی کعب کے قبیلہ کا تھا۔ وہ دوزخ میں ہے اس کی بدبو دوسرے اہل النار کو سخت تکلیف پہنچاتی ہے میں جانتا ہوں کہ بحیرہ کی بدعت کا بانی موجود ہے۔ لوگوں نے کہا یا رسول اللہ وہ کون ہے آپ نے فرمایا قبیلہ بنی مدلج کا ایک آدمی تھا۔ اس کی دو اونٹنیاں تھیں اُس نے ان دونوں کے کان کاٹ دیئے پہلے تو اُن کا دودھ پینا حرام کر لیا پھر چند روز کے بعد پینا شروع کر دیا۔ وہ دوزخ میں ہے یہ اونٹنیاں اس کو اپنے منہ سے کاٹ رہی ہیں اور پاؤں سے روند رہی ہیں۔ یہی عمرو لحی بن قمعہ کا بیٹا ہے، رؤساء خزاعہ میں سے تھا۔ قبیلہ جرہم کے بعد کعبہ کی تولیت خزاعہ ہی کو ملی تھی۔ دین ابراہیمی کو

سب سے پہلے متغیر کرنے والا اور حجاز میں اصنام پرستی داخل کرنے والا۔ اور لوگوں کو بتوں کی پرستش اور ان کے تقرب کی طرف بلانے والا۔ جانوروں اور مویشیوں وغیرہ کے بارے میں ایام جاہلیت میں سب سے پہلے بدعات اس میں رائج کرنے والا۔ جس کا ذکر اللہ تعالےٰ نے سورۂ انعام میں فرمایا ہے وَجَعَلُوْا لِلّٰهِ مِمَّا ذَرَاَ مِنَ الْحَرْثِ وَالْاَنْعَامِ نَصِيْبًا کھیت سے جو کچھ پیداوار ہو یا جانوروں سے ان کا صرف ایک حصہ خدا کے نام کا نکالتے تھے اور باقی بتوں کے نام کا۔ بحیرہ اس ناقہ کو کہتے ہیں کہ جب پانچ بچے جن چکے اور پانچواں نر ہو تو اس کو ذبح کر کے صرف مرد اس کا گوشت کھالے۔ عورتوں پر اس کا گوشت حرام سمجھتے اور اگر وہ مادہ ہو تو اس کے کان کاٹ دیتے اور کہتے کہ اسکا نام بحیرہ ہے سُدی وغیرہ نے بھی اسی کے قریب قریب بیان کیا ہے۔ مجاہد کہتے ہیں کہ "سائبہ" اس بکری کو کہتے ہیں جس پر بحیرہ کی تعریف صادق آئے۔ لیکن چھ مادہ ہو جانے کے بعد ساتویں حمل میں ایک یا دو نر ہوں تو اسکو ذبح کر دیتے تھے اور صرف مرد ہی اسکو کھاسکتے عورتوں پر اس کا گوشت حرام ہوتا تھا۔ اور محمد بن اسحاق کا قول ہے کہ سائبہ وہ ناقہ ہے کہ جب مسلسل دس مادہ جن چکے تو وہ بت کے نام پر چھوڑ دی جاتی اس سے سواری نہیں لی جاتی۔ اسکے بال نہیں کاٹے جاتے۔ نہ اسکا دودھ دوہا جاتا مگر مہمان آجاتے تو اسکو اس ناقہ کا دودھ پلایا جاسکتا تھا۔ ابوروق کہتے ہیں کہ سائبہ اس ناقہ و غنم وغیرہ کو کہتے تھے کہ جب آدمی کسی کام سے نکلے اور وہ کام پورا ہو گیا تو اب اس جانور کو "سائبہ" بنادیا جاتا اور بت کے نام پر چڑھا دیا جاتا۔ اسکی اولاد بھی بت کے نام پر سمجھی جاتی۔ سُدی کہتے ہیں کہ کوئی شخص جب کسی غرض کو نکلتا یا مرض سے تندرستی پاجاتا یا اسکے مال و متاع میں غیر معمولی اضافہ ہو جاتا تو اپنا کچھ مال بتوں کے نام پر چڑھا دیا جاتا اور اگر اسے مال یا مویشی سے کوئی تعرض کرتا تو اسے فوراً عقوبت دی جاتی۔

ابن عباسؓ کہتے ہیں کہ وصیلہ وہ بکری ہے کہ جب سات جھول دیدے اور ساتواں اگر نر ہو اور مردہ پیدا ہوا ہو تو اس کو صرف مرد کھاتے تھے عورتیں نہیں کھاسکتی تھیں اور ساتویں بطن میں مادہ ہو تو اس کو زندہ رہنے دیا جاتا اور اگر اس بطن میں نر اور مادہ دونوں پیدا ہوئے ہوں تو دونوں کو زندہ چھوڑ دیتے اور کہتے کہ ساتھ والی مادہ نے نر کو بھی وصیلہ بنادیا اور اب وہ بھی ہم پر حرام ہے۔ سعید بن المسیب کہتے ہیں کہ وصیلہ وہ ناقہ ہے کہ پہلی دفعہ اور دوسری دفعہ مادہ ہی جنے تو کہتے کہ متصل دو مادہ پیدا ہوئے چنانچہ دوسری کے کان کاٹ دیتے اور وہ بتوں کے نام پر لگی جاتی۔ محمد ابن اسحاق کہتے ہیں کہ وصیلہ وہ بکری ہے کہ پانچ جھول میں دس مادہ بچے جنے ہر بطن میں دو دو۔ اس کو چھوڑ دیا جاتا اس کے بعد اس کے جو بھی اولاد ہوتی، خواہ نر یا مادہ تو صرف مرد کھاتے عورتیں نہ کھاتیں اور اگر مردہ پیدا ہوتی تو پھر دونوں کھاتے۔ اور کسی نر کے دس بچے ہو چکے ہوں تو اس کو بھی بت کے نام پر قرار دیتے اور چھوڑ دیتے۔ اس کو "حام" کہتے۔ اس پر باربرداری نہ کرتے نہ اس کے بال کاٹتے کسی کے بھی کھیت اور کسی کے بھی چشمے سے اس جانور کو پانی پینے کی اجازت ہوتی، کوئی نہ روکتا۔ مالک بن نضلہ کہتے ہیں کہ میں پرانے بوسیدہ کپڑے پہنے ہوئے تھا، تو حضرت نے فرمایا کہ تمہارے پاس کیا کچھ مال ہے؟ میں نے کہا اونٹ، بکرے اور گھوڑوں کے جھنڈ ہیں لونڈی غلام بھی ہیں۔ تو آپ نے فرمایا کہ اللہ نے تجھے دولت دی ہے تو تجھ پر دولت کے آثار ظاہر ہونے چاہئیں۔ اور کیا تمہارے اونٹوں کے بچے سالم کانوں والے پیدا ہوتے ہیں۔ تو میں نے کہا۔ ہاں لیکن کیا اونٹ کے بچے سالم کانوں کے بغیر بھی پیدا ہوتے ہیں آپ نے فرمایا کیا ان بعض بچوں کے استرے سے تم کان کاٹ دیا کرتے ہو اور کہتے ہو کہ اب یہ بحیر ہو گیا اب یہ ہم پر حرام ہے تو میں نے کہا ہم ایسا کرتے بھی ہیں۔ آپ نے فرمایا ہر گز نہ کرنا۔ اللہ تعالیٰ نے تمہیں جو کچھ دیا ہے سب حلال ہے کوئی

حرام نہیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمادیا ہے کہ بحیرہ، سائبہ، وصیلہ، حام کی اللہ تعالیٰ کے پاس کوئی سند نہیں۔ بحیرہ کے کان کاٹ دیتے ہو، عورتوں میں سے تم کسی کو بھی اس بحیرہ سے کسی حیثیت سے بھی مستفید نہیں ہونے دیتے۔ سائبہ کو بتوں کے نام پر چڑھاتے ہو، بکری جب ساتواں جھول دے تو اس کے کان اور سینگ کاٹ کر چھوڑ دیتے ہو، وہ جہاں چاہے جس کھیت میں چرے اور جس حوض سے پانی پئے اُس کو روکا نہیں جاتا۔ اس کو وصیلہ کہتے ہو۔۔ حدیث میں ان الفاظ کی یونہی تفسیر بیان کی گئی ہے۔ و قولہ تعالےٰ وَلٰكِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا يَفْتَرُوْنَ عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ ۖ وَاَكْثَرُهُمْ لَا يَعْقِلُوْنَ۔ یعنی یہ کافر اللہ پر جھوٹ بولتے ہیں اللہ تعالیٰ نے ان چیزوں کو مشروع نہیں قرار دیا نہ یہ خدا کے پاس وجہ قربت ہیں یہ مشرکین کی افترا پردازی ہے۔ انھوں نے اس کو شرع بنالیا ہے اور اللہ کے پاس وجہ قربت سمجھتے ہیں یہ تو حاصل نہ ہوگا بلکہ اور ان پر وبال پڑے گا اور جب ان سے کہا جاتا ہے کہ اللہ کی وحی کی طرف اور اسکے رسول کی طرف آؤ تو کہتے ہیں کہ ہم اپنے باپ دادا کے طریقہ پر ہی ٹھیک ہیں کیا یہ نہیں سمجھتے کہ ان کے باپ دادا بھی باطل پر ہوسکتے ہیں۔ وہ بھی حق سے بے بہرہ اور ہدایت سے محروم ہوسکتے ہیں پھر تم ان کی پیروی کیسے کرسکتے ہو۔ سچ تو یہ ہے کہ جاہل اور گمراہ ہی ایسا کہہ سکتا ہے۔

يَا أَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا عَلَيْكُمْ اَنْفُسَكُمْ ۚ لَا

اے ایمان والو اپنی فکر کرو جب تم راہ

يَضُرُّكُمْ مَّنْ ضَلَّ اِذَا اهْتَدَيْتُمْ ۚ اِلَى اللّٰهِ

پر چل رہے ہو تو جو شخص گمراہ رہے تو اس سے تمہارا کوئی نقصان

مَرْجِعُكُمْ جَمِيْعًا فَيُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ

نہیں۔ اللہ ہی کے پاس تم سب کو جانا ہے پھر وہ تم سب کو جتلادیں گے جو کچھ

تَعْمَلُوْنَ ﴿۱۰۵﴾

تم سب کیا کرتے تھے۔

اللہ پاک اپنے بندوں کو حکم دیتا ہے کہ تم اپنی ذات سے ٹھیک رہو نیکیوں کی تمکنت کی کوشش کرتے رہو۔ جس نے آپ اپنی اصلاح کرلی چاہے قریب و بعید کی ساری دنیا فساد پذیر ہو تم پر کوئی آنچ نہیں۔ جب بندہ حلال و حرام میں میری اطاعت کرے تو کوئی کتنا ہی گمراہ کیوں نہ ہو جائے اس کو کوئی مضرت نہیں۔ تم سب خدا کی طرف آنے والے ہو خدا تمہیں بتادے گا کہ تم اچھا کرتے تھے یا بُرا کرتے تھے جس کا عمل نیک ہوگا اس کو اچھی جزا ملے گی اور جس کا بدعمل ہوگا اُس کو بُری سزا ملے گی۔ اس آیت کے مفہوم سے یہ دلیل نہیں لی جاسکتی کہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرنا ضروری نہیں رہا۔ ابوبکر صدیق رضہ نے کھڑے ہو کر خدا کی حمد و ثنا کی۔ پھر کہا۔ اے لوگو! تم یہ آیت پڑھتے ہو لیکن اس کے مفہوم پر اس کو نہیں رہنے دیتے رسول اللہ صلعم فرماتے تھے کہ اگر کوئی گناہ کی بات دیکھے اور پھر اُسے غیرت نہ آئے اور غصہ نہ آئے تو کیا عجب کہ خدا دونوں کو عذاب میں گھسیٹ لے۔ اے لوگو! جھوٹ بولنے سے بچو۔ جھوٹ انسان کو ایمان سے ہٹا دیتا ہے۔ ابو امیہ شعبانی کہتے ہیں کہ میں نے ابو ثعلبہ الخشنی سے اس آیت کے بارے میں پوچھا کہ يَا أَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا عَلَيْكُمْ اَنْفُسَكُمْ الخ تو انھوں نے کہا کہ تم نے واللہ بہت ہی باخبر آدمی سے پوچھا۔ سنو! میں نے بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس آیت کے بارے میں پوچھا۔ تو آپ نے فرمایا کہ تم اپنی اپنی پگڑی سنبھالنے کے بعد بے فکر ہو کر نہ بیٹھ رہنا۔ امر بالمعروف و نہی عن المنکر برابر کئے جاؤ اس وقت تک کہ لوگ تنگ دل اور تنگ حوصلہ ہو جائیں۔ زکوٰۃ نہ دیں خواہشات کی پیروی کرنے لگیں، دنیا کو آخرت پر ترجیح دینے لگیں۔ ہر شخص اپنی ہی رائے پر اکڑنے لگے کسی ناصح کی نہ سنے اس وقت الگ تھلگ ہو جیسا کہ نابجاروں کو اپنی حالت پر چھوڑ دو۔ تمہارے بعد ہی ایسا زمانہ آنے والا ہے کہ اس میں ثابت قدم رہ کر بیٹھ رہنے والا ایسی مشکلات میں ہوگا گویا آگ کو ہاتھ میں تھامے ہوئے ہے۔

اپنے آپ نیک عمل کر لینے والا گویا پچاس آدمیوں کے نیک اعمال کے برابر اجر پائے گا۔ کہا گیا یا رسول اللہ صلعم کیا ہمارے پچاس آدمی یا اس گروہ کے؟ آپ نے فرمایا نہیں بلکہ تمہارے پچاس نیک آدمی۔

ابن مسعود رضہ سے کسی نے اسی آیت کے بارے میں پوچھا تو کہا کہ آج تو خیر تمہاری بات مان بھی لی جاتی ہے لیکن قریب تر ایسا زمانہ آنے ہی والا ہے کہ تم خیر خواہی کی بات کہو گے اور وہ تمہارے ساتھ ایسا ایسا بُرا برتاؤ کرنے لگیں گے۔ اُس وقت چُپ چاپ دیکھے جاؤ اور کچھ نہ بولو وہ گمراہ ہو گئے تو تم پر کچھ آنچ نہیں۔ عبد اللہ بن مسعود رضہ کے پاس لوگ بیٹھے ہوئے تھے کہ کوئی دو آدمیوں میں کچھ جھگڑا ہو گیا تو ہر ایک دوسرے کی طرف لڑنے کے لیئے اُٹھ کھڑا ہوا۔ تو حاضرین میں سے ایک نے کہا کہ میں اُٹھ کر دونوں کو بٹھا دیتا ہوں، اُمر بالمعرُوف و نہی عن المنکر کرتا ہوں تو برابر والے نے کہا تجھ کو کیا پڑی ہے، اپنی جگہ بیٹھا رہ، اللہ تعہ نے فرمایا ہے عَلَيْكُمْ اَنْفُسَكُمْ تو ابن مسعود رضہ نے سُن کر کہا اس کو نہ روکو۔ اس آیت کا موقع عمل یہ نہیں ہے قرآن جیسا اُترا ہے اُترا ہے۔ بعض آیتوں کے اُترنے سے پہلے ہی ان کی تاویل کا زمانہ گزر چکا۔ اور بعض ایسی آیتیں ہیں کہ ان کی تاویلیں عہد رسول اللہ میں ہو چکیں اور بعض کی تاویلیں حضرت کے کچھ دن بعد واقع ہوئیں بعض کی تاویلیں اس زمانے کے بعد اور بعض کی قیامت کے دن جب کہ قیامت برپا ہونے لگے گی اور بعض کی قیامت کے دن جب کہ حساب کتاب ہو رہا ہو گا۔ جب تک تمہارے دل اکٹھے ہیں اور تمہارے جذبات ایک ہیں۔ تم میں پھوٹ نہیں پڑی ہے اور ایک دوسرے کی بُرائی کے درپے نہیں ہے اس وقت تک امر و نہی برابر کرتے رہو۔ اور جب دل بگڑ جائیں، فرقہ بندی ہو جائے ایک دوسرے کے ساتھ خدا واسطے کا بَیر رکھنے لگے اُس وقت بالکل سب سے الگ تھلگ رہو اس آیت کی یہی تفسیر بیان کی گئی ہے۔ ابن جریر نے اس کو روایت کیا ہے۔

ابن عمر رضہ سے کہا گیا کہ اب تو آپ بیٹھ رہیں تو اچھا ہے نہ امر بالمعروف کرو نہ نہی عن المنکر، کیونکہ اللہ تعہ نے ایسا ہی حکم دیدیا ہے۔ تو ابن عمر رضہ نے فرمایا کہ مجھے اِس کا حق نہیں پہنچتا نہ میرے ساتھیوں کو، کیونکہ رسول اللہ صلعم نے فرما دیا ہے کہ حاضر شخص سنکر غائب کو پہنچائے، ہم حاضر کے حکم میں ہیں اور تم غائب کے حکم میں۔ یہ آیت اُن لوگوں کے حق میں ہے جو ہمارے بعد آنے والے ہیں کہ اگر انہیں کچھ کہا جائے گا تو قبول نہ کریں گے۔ ابن عمر رضہ کے پاس ایک آدمی آیا تیز مزاج اور تیز زبان اور کہنے لگا یا عبد الرحمٰن چھ آدمی ہیں سب کے سب قرآن کے جیّد عالم، کوئی خیر کے سوا شریر النفس نہیں۔ لیکن ایک دوسرے پر شرک کا الزام لگاتا ہے۔ تو ایک آدمی اُٹھ کر کہنے لگا کہ اس سے بڑھ کر شرارت نفس اور کیا ہو گی کہ ایک دوسرے کو مشرک کہے، تو اس آدمی نے کہا۔ میں تم سے نہیں پوچھ رہا ہوں میں تو شیخ سے یعنی ابن عمر رضہ سے پوچھ رہا ہوں۔ پھر عبد اللہ بن عمر سے مسئلہ پوچھا کہ ایسے لوگوں کو کیا سمجھیں؟ تو ابن عمر رضہ نے کہا خدا تمہارا بھلا کرے کیا تم یہ چاہتے ہو کہ میں تمہیں حکم دوں کہ جاؤ انہیں قتل کر دو۔ تم کو تو چاہیئے کہ انہیں نصیحت کرو، اس بدگوئی سے روکو، اگر وہ نہ مانیں تو تم پر کچھ نہیں

ابو مازن کہتے ہیں کہ میں زمانۂ عثمان رضہ میں مدینہ گیا۔ وہاں چند مسلمان بیٹھے ہوئے تھے۔ ایک نے یہ آیت پڑھی: عَلَيْكُمْ اَنْفُسَكُمْ لَا يَضُرُّكُمْ مَّنْ ضَلَّ۔ تو ابن مازن نے کہا کہ لوگ اس آیت کا مفہوم اچھی طرح سمجھتے نہیں جبیر بن نفیر کہتے ہیں کہ اصحاب رسول اللہ صلعم بیٹھے ہوئے تھے، میں بھی موجود تھا اور میں سب میں کمسن تھا۔ موضوع بحث تھا امر بالمعروف و نہی عن المنکر۔ میں بول اُٹھا کیا اللہ نے نہیں فرمایا ہے عَلَيْكُمْ اَنْفُسَكُمْ وغیرہ تو سب کے سب میری طرف متوجہ ہو کر کہنے لگے۔ تم نہیں جانتے آیت کا مطلب اچھی طرح نہیں سمجھتے۔ میں نے دل میں کہا کاش

میں نہ بولتا۔ پھر وہ تبادلۂ خیالات کرنے لگے۔ جب مجلس برخواست ہونے لگی تو کہا، تم ابھی بچے ہو آیت کا صحیح مصداق نہیں جانتے۔ لیکن کیا عجب تم ایسا زمانہ بھی پالو جب لوگ تنگدل ہو جائیں، خواہشاتِ نفسانی کی پیروی کرنے لگیں، ہر شخص اپنی ہی رائے پر ناز کرتا ہو کسی کی نہ سُنتا ہو۔ تو یہ وہی زمانہ ہے۔ حسن رحمہ نے کہا۔ اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ گزشتہ مومنوں میں بھی اور موجودہ مومنوں میں بھی ایسے لوگ ہیں کہ ان کے ساتھ ہی منافق ہیں لیکن وہ ان کے عمل کو بُرا سمجھتے ہیں۔ کعب کہتے ہیں کہ یہ زمانہ اس وقت آئے گا جب کہ دمشق کے کنیسہ کو گرا کر مسجد بنا دیا جائیگا یعنی تعصب بڑھ جائے گا۔ اِس آیت کا یہ مطلب ہے۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا شَهَادَةُ بَيْنِكُمْ اِذَا
اے ایمان والو! اپنے آپس میں دو شخص وصی ہونا مناسب ہے جبکہ تم میں
حَضَرَ اَحَدَكُمُ الْمَوْتُ حِيْنَ الْوَصِيَّةِ اثْنٰنِ
سے کسی کو موت آنے لگے جب وصیت کرنے کا وقت ہو وہ دو شخص ایسے
ذَوَا عَدْلٍ مِّنْكُمْ اَوْ اٰخَرٰنِ مِنْ غَيْرِكُمْ
ہوں کہ دیندار ہوں اور تم میں سے ہوں یا غیر قوم کے دو شخص ہوں
اِنْ اَنْتُمْ ضَرَبْتُمْ فِي الْاَرْضِ فَاَصَابَتْكُمْ
اگر تم کہیں سفر میں گئے ہو پھر تم پر واقعہ
مُّصِيْبَةُ الْمَوْتِ تَحْبِسُوْنَهُمَا مِنْ بَعْدِ
موت کا پڑ جائے۔ اگر تم کو شبہ ہو تو ان دونوں کو بعد نماز روک لو
الصَّلٰوةِ فَيُقْسِمٰنِ بِاللّٰهِ اِنِ ارْتَبْتُمْ لَا
پھر دونوں خدا کی قسم کھائیں کہ ہم اس قسم کے عوض کوئی نفع نہیں
نَشْتَرِيْ بِهٖ ثَمَنًا وَّلَوْ كَانَ ذَا قُرْبٰى وَلَا
لینا چاہتے اگرچہ کوئی قرابت دار بھی ہوتا۔ اور اللہ تعالیٰ
نَكْتُمُ شَهَادَةَ اللّٰهِ اِنَّآ اِذًا لَّمِنَ
کی بات کو ہم پوشیدہ نہ کریں گے ہم اس حالت میں
الْاٰثِمِيْنَ ﴿۱۰۶﴾ فَاِنْ عُثِرَ عَلٰٓى اَنَّهُمَا اسْتَحَقَّآ
سخت گنہگار ہوں گے۔ پھر اگر اس کی اطلاع ہو کہ وہ دونوں وصی کسی
اِثْمًا فَاٰخَرٰنِ يَقُوْمٰنِ مَقَامَهُمَا مِنَ
گناہ کے مرتکب ہوئے ہیں تو ان لوگوں میں سے جن کے مقابلہ میں گناہ کا ارتکاب ہوا تھا اور دو شخص

الَّذِيْنَ اسْتَحَقَّ عَلَيْهِمُ الْاَوْلَيٰنِ فَيُقْسِمٰنِ
جو سب میں قریب تر ہیں جہاں وہ دونوں کھڑے ہوئے تھے یہ دونوں کھڑے ہوں پھر دونوں
بِاللّٰهِ لَشَهَادَتُنَآ اَحَقُّ مِنْ شَهَادَتِهِمَا وَ
خدا کی قسم کھائیں کہ بالیقین ہماری یہ قسم ان دونوں کی اس قسم سے زیادہ راست ہے اور ہم
مَا اعْتَدَيْنَآ اِنَّآ اِذًا لَّمِنَ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۱۰۷﴾
نے ذرا تجاوز نہیں کیا۔ ہم اس حالت میں سخت ظالم ہوں گے
ذٰلِكَ اَدْنٰٓى اَنْ يَّاْتُوْا بِالشَّهَادَةِ عَلٰى
یہ قریب ذریعہ ہے اس امر کا کہ وہ لوگ واقعہ کو ٹھیک طور پر ظاہر
وَجْهِهَآ اَوْ يَخَافُوْٓا اَنْ تُرَدَّ اَيْمَانٌۢ بَعْدَ
کریں یا اس بات سے ڈر جائیں کہ ان سے قسمیں لینے کے بعد
اَيْمَانِهِمْ ۭ وَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاسْمَعُوْا ۭ وَ
قسمیں الٹی پڑ جائیں گی اور اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور سنو۔ اور
ع ۱۴ ۸ ۳ اللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْفٰسِقِيْنَ ﴿۱۰۸﴾
اللہ تعالیٰ فاسق لوگوں کو رہنمائی نہ کریں گے

یہ آیتِ کریمہ ایک حکم عزیز پر مشتمل ہے اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ یہ منسوخ ہے۔ بحیثیت ترکیب نحوی اِثْنَانِ خبر ہے، اور شَهَادَةُ بَيْنِكُمْ جملہ میں مبتدا کی حیثیت رکھتا ہے۔ یعنی شَهَادَةُ بَيْنِكُمْ شَهَادَةُ اِثْنَانِ دوسرا لفظ شہادۃ بہ حیثیت مضاف تھا جو حذف کر دیا گیا۔ اور مضاف الیہ یعنی اِثْنَانِ ہی کو اس کا قائم مقام قرار دیا گیا اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ يَشْهَدُ اِثْنَانِ سمجھا جائے۔ ذَوَا عَدْلٍ۔ اِثْنَانِ کی صفت ہے بمعنی عَدْلَانِ مِنْكُمْ سے مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ مُراد ہے۔ اور بعض نے کہا کہ كُمْ سے وصیت کرنے والے لوگ مُراد ہیں۔ مِنْ غَيْرِكُمْ سے مِنْ غَيْرِ الْمُسْلِمِيْنَ یا اہلِ کتاب مُراد ہیں۔ یعنی موصی کے قبیلے کے دو گواہ ہوں اور دو غیر قبیلہ موصی ہوں ضَرَبْتُمْ فِي الْاَرْضِ سے مُراد یہ کہ جب تم سفر میں ہو اور تمہیں موت آجائے تو مسلمانوں میں سے دو گواہ ہوں اور مسلمان نہ ہوں تو غیر مسلم ہی سہی۔ یہاں اس بات کا جواز نکلتا ہے کہ سفر میں وصیت کے وقت جب مسلمان موجود نہ

ہوں تو ذمیوں کو گواہ بنایا جاسکتا ہے۔ شریح کہتے ہیں کہ سفر اور وصیت کے وقت کے سوا یہود و نصاریٰ کی شہادت کسی اور وقت جائز نہیں۔ تینوں ائمہ رح نے مسلمان پر اہلِ ذمہ کی شہادت جائز نہیں کہی اور امام ابو حنیفہ ذمی کی گواہی ذمی پر جائز قرار دیتے ہیں۔ زہری کہتے ہیں کہ طریقِ سنت یہی ہے کہ کافر کی شہادت نہ سفر میں جائز ہے نہ حضر میں۔ شہادت کا حق صرف مسلمان ہی کو ہے۔ ابن زید کہتے ہیں کہ یہ آیت اُس وقت اُتری جب کہ ایک آدمی مرگیا اور اُس وقت وہاں کوئی مسلمان نہ تھا۔ شروع اسلام کا زمانہ تھا سب شہر دارالحرب تھے لوگ کافر تھے، وراثت کا کوئی قانون نہ تھا بطور وصیت تقسیم ہوتی تھی۔ پھر وصیت منسوخ ہوگئی اور وراثت فرض ہوگئی اور لوگ قانونِ وراثت پر عمل کرنے لگے۔ ابنِ جریر نے اس کو روایت کیا ہے۔ یہ چیز ذرا قابلِ غور ہے واللہ اعلم۔ پھر اس میں اختلاف ہے کہ بہ اٰخَرٰنِ مِنْ غَیْرِکُمْ سے کیا مراد ہے کہ دونوں وصی ہوں یا گواہ ہوں۔ ابن مسعود رض کہتے ہیں کہ ایک آدمی نے سفر کیا ہو اس کے ساتھ مال ہو تو اگر مسلمانوں سے دو آدمی پائے تو اپنا ترکہ اُن کے سپرد کردے اور دو مسلمان گواہوں کو بھی اس پہ گواہ بنالے یہ تو وصی بنانے کی صورت تھی اور اگر مِنْ غَیْرِکُمْ سے مراد یہ ہے کہ یہ دونوں گواہ ہوں اور ظاہر سیاقِ آیۃ کریمہ یہی ہے۔ پس اگر ان دونوں کے ساتھ تیسرا وصی موجود نہ ہو تو ان دونوں گواہوں میں وصایۃ اور شہادۃ کے دونوں اوصاف بھی پائے جاتے ہوں۔ جیسا کہ قصۂ تمیم داری اور عدی بن بدا میں مذکور ہے جس کا ذکر انشاء اللہ آئیگا۔ ابن جریر نے ایک اشکال پیش کیا ہے کہ جب یہ دونوں گواہ ہوں تو گواہ پہ تو قسم نہیں ہوا کرتی۔ لیکن یہ ایک مستقل حکم سمجھا جائے گا دیگر تمام احکام کا قیاس اس پہ نہ ہوگا یہ ایک خاص شہادت ہے اور خاص موقع کے لیے۔ اس میں اور بہت ساری باتیں

ایسی ہیں جو دوسرے احکام میں نہیں۔ ہاں جب شک کا قرینہ ہو تو اس آیت کے احکام کے مطابق ان گواہوں پر قسم ہے۔ ان دونوں گواہوں کو نماز کے بعد روک لو یعنی نمازِ عصر کے بعد اور ابن عباس کہتے ہیں کہ ان دونوں گواہوں کی مذہبی نماز کے بعد مقصد یہ ہے کہ یہ دونوں گواہ نماز کے بعد جمع ہوں تاکہ اجتماعِ کثیر کے موقع پر یہ گواہی عمل میں آئے۔ اِنِ ارْتَبْتُمْ یعنی اگر تمہیں شک ہو کہ وہ غلط بیان کریں گے یا خیانت کریں گے تو ایسی صورت میں انہیں قسم بھی کھلا دیں کہ دنیائے فانی کی تھوڑی سی کمائی ہم جھوٹی قسم کے ذریعہ نہیں کمائیں گے۔ اگرچہ ہماری قسم سے کسی ہمارے رشتہ دار کو نقصان ہی کیوں نہ پہنچے ہم خدا کی شہادت کو نہیں چھپائیں گے۔ اور شہادت کی اہمیت کے سبب شہادت کی اضافت اللہ کی طرف کی گئی ہے۔ اگر ہم نے شہادت میں تحریف و تبدیل کردی یا اس کو بالکلیہ چھپا ڈالا تو ہم گنہگاروں میں سے ہوں گے۔ پھر اگر ان دونوں گواہوں یا وصیوں کے بارے میں تحقیق اور ثابت ہو جائے کہ انھوں نے خیانت کی اور متوفی کا مال وارثوں کو پہنچانے میں کچھ غبن کیا تو جن کا حق مارا گیا ہے ان میں سے دو گواہ اور بجائے اُن کے کھڑے ہوں۔ اَوْلَیَانِ یہ جمہور کی قرأت ہے اور حسن بصری وغیرہ اس کو اَوَّلَانِ پڑھتے ہیں علی بن ابی طالب سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اَوْلَیَانِ پڑھا تھا۔ ابن عباس رض اولیین پڑھتے ہیں۔ جمہور کی قرأت اَوْلَیَانِ کی بنا پر یہ معنی ہیں کہ جب خبرِ صحیح سے ان دونوں کی خیانت متحقق ہو جائے تو مستحقین ترکہ میں سے دو وارث کھڑے ہوں اور چاہیئے کہ یہ دونوں ورثا میں سے سب سے قریب تر ہوں اور خدا کی قسم کھا کر بیان کریں کہ ہماری شہادت ان کی شہادت سے زیادہ صحیح ہے۔ ان دونوں نے درحقیقت خیانت کی ہے اور اس الزام میں ہم نے کوئی زیادتی نہیں کی ہے۔ اگر ہم نے جھوٹے الزام لگایا ہو تو ہم

گنہگار ہیں۔ اللہ نہیں سمجھے۔ یہ وارثوں کی طرف سے گویا قسیم
ہے جیسا کہ مقتول کے اولیاء قسم کھاتے ہیں جب کہ قاتل
کی جانب سے بے ایمانی ثابت ہو رہی ہو جیسا کہ احکام کے
باب قسامت میں مقرر ہے اور حدیث نبوی بھی اسی طرح
وارد ہوئی ہے جس پر کہ یہ آیت کریمہ دلالت کرتی ہے تمیم
داری رضی اللہ عنہ مسلمان ہونے کے بعد اس آیت
يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا شَهَادَةُ بَيْنِكُمْ إِذَا حَضَرَ أَحَدَكُمُ
الْمَوْتُ کے بارے میں کہتے ہیں کہ اس گناہ سے دوسرے
سب لوگ بری ہیں۔ لیکن میں اور عدی بن بدا اس جرم کے
مجرم ہیں۔ یہ دونوں نصرانی تھے۔ اسلام سے پہلے شام کی
طرف آتے جاتے تھے۔ چنانچہ تجارت کی غرض سے شام آئے
ہوئے تھے اُن کے پاس بنی سہم کا غلام بھی تجارت کیلئے آیا ہوا
تھا۔ اس کا نام بدیل ابن ابی مریم تھا۔ اسکے ساتھ تجارت
کی غرض سے چاندی کا ایک پیالہ تھا۔ جو ملک شام کیلئے لایا تھا
اور یہ اس کے مال تجارت میں سب سے اہم چیز تھی۔ بیمار ہو گیا
تو ان دونوں کو وصی بنایا اور کہا کہ اس کا ترکہ اس کے اہل و
عیال کو پہنچا دیا جائے۔ تمیم داری کہتے ہیں کہ جب وہ مر گیا
تو یہ جام ہم نے لے کر ایک ہزار درم میں بیچ دیا اور آپس میں
ہم دونوں نے رقم تقسیم کر لی اور باقی مال اس کے اہل کو
لا کر دیدیا۔ ان لوگوں نے جام کے بارے میں پوچھا۔ ہم نے
کہا جو کچھ تھا ہم نے لا کر دیدیا جام کی ہم کو خبر نہیں۔ لیکن رسو
ل اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مدینے تشریف لانے کے بعد
جب میں مسلمان ہو گیا تو میں ان لوگوں کے پاس آیا اور
صحیح واقعہ کہہ سنایا اور انہیں پانچ سو درم اپنے حصے کے
دیدیئے۔ اور کہا اتنی ہی رقم میرے ساتھی کے پاس بھی ہے
چنانچہ وہ لوگ اس کے پاس آ دھمکے تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم
نے انہیں حکم دیا کہ اس سے اس کے مذہب کی بنا پر قسم
لیں۔ اس نے قسم کھا لی، چنانچہ یہ آیت اُتری۔ اب عمرو
بن العاص اور ایک دوسرا شخص اُٹھے اور قسم کھائی کہ

لَشَهَادَتُنَا أَحَقُّ مِنْ شَهَادَتِهِمَا۔ چنانچہ عدی سے
پانچسو درہم لے لئے گئے۔ اور یہ جام مکہ میں پایا گیا۔ خریداروں
نے کہا کہ ہم نے اس کو تمیم اور عدی سے خریدا تھا۔ تو سہمی
کے اولیاء میں سے دو آدمی اُٹھے اور قسم کھائی کہ ہماری
قسم اس کی قسم سے سچی ہے اور یہ جام ہمارے ساتھی کا ہے
انہیں کے بارے میں یہ آیت اُتری تھی اور بیان کیا گیا کہ یہ
تحلیف بعد صلوٰۃ عصر ہوئی تھی۔ یہ چیز دلالت کرتی ہے
اس بات پر کہ سلف میں اس واقعہ کی صحت مشہور اور
عوام میں متعارف ہے۔ اس کی صحت کی یہ بھی دلیل ہے کہ ابوجعفر
بن جریر نے روایت کی ہے کہ ایک مسلمان کی وفات پردیس
میں ہو گئی اور وصی بنانے کے لئے وہاں کوئی مسلمان نہیں
تھا تو مرنے والے نے اہل کتاب میں سے دو افراد کو گواہ بنا لیا
اب یہ دونوں ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ کے پاس کوفے آئے
اور مرنے والے کا ترکہ اور وصیت پیش کی تو اشعری نے کہا
کہ ایسا ہی ایک واقعہ تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پیش ہوا
تھا اور اب یہ دوسرا ہے چنانچہ نماز عصر کے بعد ان دونوں
کو قسم دی گئی کہ ہم نے نہ خیانت کی ہے نہ جھوٹ کہا نہ کچھ چھپایا
اور یہ متوفی کے ترکے اور وصیت کے مطابق ہے۔ چنانچہ ان
کی شہادت صحیح مان لی گئی۔ اور اسی شہادت پر اشعری نے
فیصلہ کر دیا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں ایسے ہی واقعہ
سے مراد تمیم و عدی کا قصہ تھا۔ اور کہا گیا ہے کہ تمیم داری کا
واقعہ قبول اسلام ۹ سنہ ہجری کا ہے اور ظاہر ہے کہ اشعری والا واقعہ
دوسرا واقعہ تھا۔ اس آیت میں حکم ہے کہ مرنے والا موت کے
وقت وصی بنا دے اور دو مسلمان گواہ قرار دے کہ اس
کو کیا لینا اور کیا دینا ہے، یہ تو بحالت حضر کا مسئلہ تھا جو اس
آیت کی بنا پر تھا کہ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا شَهَادَةُ بَيْنِكُمْ
إِذَا حَضَرَ أَحَدَكُمُ الْمَوْتُ حِينَ الْوَصِيَّةِ اثْنَانِ ذَوَا عَدْلٍ
مِنْكُمْ اور سفر کے بارے میں ہے کہ أَوْ آخَرَانِ مِنْ غَيْرِكُمْ
إِنْ أَنْتُمْ ضَرَبْتُمْ فِي الْأَرْضِ فَأَصَابَتْكُمْ مُصِيبَةُ الْمَوْتِ

جب کہ کوئی مسلمان بوقتِ مرگ موجود نہ ہو تو یہود و نصاریٰ یا مجوسی سے دو آدمی لے لیں اور انہیں وصیت کر کے میراث اُن کے سپرد کر دیں۔ اب اگر اہلِ میت نے وصیت کو صحیح مان لیا تو ٹھیک ورنہ مقتدرِ اعلیٰ کے پاس مقدمہ پیش ہوگا اب اللہ تعالیٰ کا حکم ہے کہ تَحْبِسُوْنَهُمَا مِنْ بَعْدِ الصَّلٰوةِ فَيُقْسِمٰنِ بِاللّٰهِ اِنِ ارْتَبْتُمْ یعنی اگر تمہیں ان کی صداقت پر شک ہو تو نماز کے بعد انہیں اللہ کی قسم دلاؤ۔ عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ اہلِ میت نے انکار کیا تھا اور ان دونوں گواہوں کو ڈرایا دھمکایا۔ تو ابو موسیٰ اشعری نے ان دونوں کو نمازِ عصر کے بعد قسم دلائی۔ میں نے کہا کہ ہماری نماز کی انہیں کیا وقعت ہو سکتی ہے انہیں تو ان کی نماز کے بعد قسم دلائی جائے چنانچہ اپنے مذہب کی رُو سے نماز پڑھنے کے بعد انہوں نے قسمیں کھائیں کہ ہم تھوڑے سے مال کے لئے اپنی قسموں کو نہیں بیچیں گے اگرچہ کسی رشتہ دار کی خاطر ہی کیوں نہ ہو ہم خدا کی شہادت کو نہیں چھپائیں گے۔ ورنہ ہم گنہگار ہیں۔ تمہارے ساتھی نے یہی وصیت کی تھی اور یہی اس کا ترکہ تھا قسم کھانے سے پہلے امام نے اُن سے کہہ دیا تھا کہ اگر تم نے چھپایا یا خیانت کی تو اپنی قوم میں تم رسوا ہو جاؤ گے۔ اور پھر کبھی تمہاری شہادت قبول نہیں کی جائے گی اور تمہیں سزا بھی دی جائیگی تو ذٰلِكَ اَدْنٰۤى اَنْ يَّاْتُوْا بِالشَّهَادَةِ عَلٰى وَجْهِهَاۤ یعنی یہی ایک صورت ایسی ہے کہ گواہ اپنی گواہی کو مطابقِ واقعہ رکھ سکتے ہیں اور انہیں خوف رہے گا کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ ان مسلمانوں کی دوبارہ قسموں کے بعد ہماری پہلی قسمیں رَدّ کر دی جائیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے فَاِنْ عُثِرَ عَلٰۤى اَنَّهُمَا اسْتَحَقَّاۤ اِثْمًا فَاٰخَرٰنِ يَقُوْمٰنِ مَقَامَهُمَا۔ یعنی اگر معلوم ہو جائے کہ انہوں نے ناجائز طور پر حق دبا لیا ہے تو ان کے قائم مقام اور دو شخص کھڑے ہوں جن کا حق مارا گیا ہے کہ کافر کی شہادت باطل ہے اور ہم زیادتی نہیں کر رہے ہیں۔ اب کافر کی شہادت رَدّ کر دی جائیگی اور اولیاء کی شہادت قبول کر لی جائے گی اِس آیت کا مقتضیٰ یہی حکم ہے اکثر ائمہ تابعین اور سلف رضوان اللہ اور امام احمد وغیرہ کا بھی یہی مذہب ہے اور قولہ ذٰلِكَ اَدْنٰۤى اَنْ يَّاْتُوْا بِالشَّهَادَةِ عَلٰى وَجْهِهَاۤ یعنی اس حکم کی شریعت اسی وجہِ پسندیدہ کی بنا پر ہے کہ ذمی شاہدین کو قسم دلائی جائے اَوْ يَخَافُوْۤا اَنْ تُرَدَّ اَيْمَانٌۢ بَعْدَ اَيْمَانِهِمْ کیا عجب ہے کہ وہ لوگ حلف باللہ کی تعظیم کے لئے اور رُسوائی کے خوف سے کہ ورثاء اگر اپنی قسموں سے ہماری قسموں کو رَدّ کر دیں تو پھر ہمیں سزا بھی ملے گی سچ بولیں۔ پھر فرمایا کہ سچ بولو اور خدا سے ڈرو، اس کی بات سُنو، اس کی اطاعت کرو، ورنہ نافرمانوں اور فاسقوں کو تو اللہ توفیق دیتا ہی نہیں اور ہدایت کرتا ہی نہیں۔

يَوْمَ يَجْمَعُ اللّٰهُ الرُّسُلَ فَيَقُوْلُ مَاذَاۤ

جس روز اللہ تعالیٰ تمام پیغمبروں کو جمع کریں گے پھر ارشاد فرمادیں گے کہ تم کو کیا

اُجِبْتُمْ ؕ قَالُوْا لَا عِلْمَ لَنَا ؕ اِنَّكَ اَنْتَ

جواب ملا تھا۔ وہ عرض کریں گے کہ ہم کو کچھ خبر نہیں آپ بے شک پوشیدہ باتوں

عَلَّامُ الْغُيُوْبِ ﴿۱۰۹﴾

کے پورے جاننے والے ہیں۔

اِس آیت میں بتلایا گیا ہے کہ قیامت کے روز پیغمبروں سے اللہ تعالیٰ کس طرح خطاب فرمائے گا کہ جن قوموں کی طرف تم کو بھیجا گیا۔ انھوں نے دعوتِ تبلیغ کو قبول بھی کیا کہ نہیں۔ چنانچہ فرماتا ہے کہ: فَلَنَسْــَٔلَنَّ الَّذِيْنَ اُرْسِلَ اِلَيْهِمْ وَلَنَسْــَٔلَنَّ الْمُرْسَلِيْنَ کہ ہم ان قوموں سے بھی پوچھیں گے اور ان کے پیغمبروں سے بھی پوچھیں گے۔ پھر ارشاد ہوتا ہے فَوَرَبِّكَ لَنَسْــَٔلَنَّهُمْ اَجْمَعِيْنَ عَمَّا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ۝ تمہارے خدا کی قسم کہ ہم ان سب سے پوچھیں گے کہ دنیا میں تمہارا عمل کیا تھا۔ رسولوں کا قول ہوگا کہ ہمیں تو کچھ خبر نہیں یہ اس دن کی دہشت کی بنا پر ہوگا کہ خوف کے مارے انہیں کچھ جواب بن نہ پڑے گا اور کہہ دیں گے کہ ہمیں کچھ علم نہیں

اس روز عقلیں ٹھکانے نہیں رہیں گی اور پھر جب کچھ اطمینان کی سانس لیں گے تو پھر اپنی قوم کے بارے میں حسب واقعہ شہادت دیدیں گے۔ لیکن پہلی دفعہ تو یہی ان کا قول ہوگا کہ اے خدا ہمیں کیا خبر تو عالم الغیب ہے تیرے مقابلہ میں ہم کیا جان سکتے ہیں۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ بلحاظ حسن ادب یہ بہت اچھا جواب ہے کہ تیرے علم محیط کی بہ نسبت ہمارے علم کی کیا حقیقت، ہمارے علم کی بنیاد محض ظاہر پر ہے اور تیرا علم تو باطن کی بھی خبر لاتا ہے کیونکہ تو علام الغیوب ہے تو جانتا ہے کہ جو کچھ انھوں نے جواب دیا۔ اب اگر بر بنائے منافقت کسی کا عمل یا اعتقاد رہا ہو تو ہمیں تو اس کا علم نہیں تو ہی جانتا ہے

اِذْ قَالَ اللّٰهُ يٰعِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ اذْكُرْ

جب کہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرمائیں گے کہ اے عیسیٰ بن مریم میرا انعام یاد کرو جو تم پر

نِعْمَتِيْ عَلَيْكَ وَعَلٰى وَالِدَتِكَ ۘ اِذْ

اور تمہاری والدہ پر ہوا ہے جب میں نے تم کو روح القدس سے

اَيَّدْتُّكَ بِرُوْحِ الْقُدُسِ ۣ تُكَلِّمُ النَّاسَ

تائید دی۔ تم آدمیوں سے کلام کرتے تھے

فِي الْمَهْدِ وَكَهْلًا ۚ وَاِذْ عَلَّمْتُكَ الْكِتٰبَ

گود میں بھی اور بڑی عمر میں بھی۔ اور جب کہ میں نے تم کو کتابیں اور

وَالْحِكْمَةَ وَالتَّوْرٰىةَ وَالْاِنْجِيْلَ ۚ وَاِذْ

سمجھ کی باتیں اور توریت اور انجیل تعلیم کیں۔ اور جب کہ تم

تَخْلُقُ مِنَ الطِّيْنِ كَهَيْـَٔةِ الطَّيْرِ بِاِذْنِيْ

گارے سے ایک شکل بناتے تھے جیسے پرندے کی شکل ہوتی ہے میرے حکم سے

فَتَنْفُخُ فِيْهَا فَتَكُوْنُ طَيْرًۢا بِاِذْنِيْ وَتُبْرِئُ

پھر تم اسکے اندر پھونک مار دیتے تھے جس سے وہ پرندہ بن جاتا تھا میرے حکم سے اور تم اچھا کر دیتے تھے

الْاَكْمَهَ وَالْاَبْرَصَ بِاِذْنِيْ ۚ وَاِذْ تُخْرِجُ

مادر زاد اندھے کو اور برص کے بیمار کو میرے حکم سے اور جب کہ تم مردوں کو

الْمَوْتٰى بِاِذْنِيْ ۚ وَاِذْ كَفَفْتُ

نکال کر کھڑا کر لیتے تھے میرے حکم سے۔ اور جب کہ میں نے

بَنِيْٓ اِسْرَاۗءِيْلَ عَنْكَ اِذْ جِئْتَهُمْ

بنی اسرائیل کو تم سے باز رکھا جب تم ان کے پاس دلیلیں لے کر

بِالْبَيِّنٰتِ فَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْهُمْ اِنْ

آئے تھے پھر ان میں جو کافر تھے انھوں نے کہا تھا کہ بجز کھلے

هٰذَآ اِلَّا سِحْرٌ مُّبِيْنٌ ۝١١٠ وَاِذْ اَوْحَيْتُ

جادو کے اور کچھ بھی نہیں۔ اور جب کہ میں نے حواریین کو

اِلَى الْحَوَارِيّٖنَ اَنْ اٰمِنُوْا بِيْ وَبِرَسُوْلِيْ ۚ

حکم دیا کہ تم مجھ پر اور میرے رسول پر ایمان لاؤ۔ انھوں نے

قَالُوْٓا اٰمَنَّا وَاشْهَدْ بِاَنَّنَا مُسْلِمُوْنَ ۝١١١

کہا کہ ہم ایمان لائے اور آپ شاہد رہئے کہ ہم پورے فرمانبردار ہیں۔

یہاں اللہ تعالیٰ اُن احسانات کا ذکر فرماتا ہے جو عیسیٰ بن مریم علیہ السلام پر وارد فرمائے کہ عیسیٰ ہمارے ان احسانات کو یاد کرو جو معجزات باہرات اور خوارق عادات ہم نے تمہیں دئے اور تمہیں باپ کے بغیر صرف ماں سے پیدا کیا اور تمہاری ذات کو خود اپنے کمال قدرت کی ایک نشانی قرار دیا اور تمہاری ماں پر بھی یہ احسان کیا کہ تمہیں اس کی پاک دامنی کی دلیل بنایا اور جو فحش الزام یہ ظالم اور جاہل منسوب کرتے تھے اس سے تمہاری ماں کو بچایا۔ تمہیں جبریل کے ذریعہ مدد دی تمہیں طفلی اور شباب میں بھی نبی اور داعی الی اللہ بنایا کہ تم گہوارے میں بھی بولنے لگے اور ماں کی پاک دامنی کی گواہی دینے لگے اور اپنے عبد ہونے کا اعتراف کیا۔ طفلی اور شباب میں بھی لوگوں کو تبلیغ کی۔ بڑی عمر میں بولنا تو کوئی عجیب نہیں لیکن گہوارے میں تمہارا بولنا کیسا عجیب تھا۔ تمہیں کتاب کی تعلیم دی اور توریت کو پڑھنا اور لکھنا سکھایا جو موسیٰ کلیم اللہ پر اُتاری گئی تھی۔ حدیث میں بھی توراۃ کا لفظ ہے۔ اور اس سے مُراد ہے توریت بھی اور ہر دوسری کتاب بھی۔ تم مٹی سے پرندے کی جیسی ایک شکل بناتے تھے اور ہمارے حکم

سے اس میں پھونک مارتے تھے تو وہ ایک زندہ پرندہ بنجاتی تھی اور خدا کے حکم سے اُڑنے لگتی تھی۔ قولہ تعالےٰ وَتُبْرِئُ الْاَكْمَهَ وَالْاَبْرَصَ بِاِذْنِیْ۔ سورہ آل عمران میں اس پر بحث گزر چکی ہے، اس لئے اعادہ کی ضرورت نہیں وَاِذْ تُخْرِجُ الْمَوْتٰى بِاِذْنِیْ یعنی تم مُردوں کو بلاتے تھے تو وہ خدا کے حکم اور اس کی قدرت سے جیتے جاگتے قبروں سے نکل آتے۔ عیسیٰ جب ارادہ کرتے کہ کسی میت کو زندہ کریں تو دو رکعت نماز پڑھتے۔ پہلی رکعت میں تَبَارَكَ الَّذِیْ بِيَدِهِ الْمُلْكُ اور دوسری رکعت میں الٓمّٓ تَنْزِیْلُ۔ پھر خدا کی حمد وثنا کرتے۔ پھر یہ سات اسماءِ باری پڑھتے یَا قَدِیْمُ یَا خَفِیُّ۔ یَا دَائِمُ یَا فَرْدُ۔ یَا وِتْرُ۔ یَا اَحَدُ۔ یَا صَمَدُ اور اگر کوئی سخت پریشانی لاحق ہو جاتی تو یہ سات نام لے کر دعا کرتے۔ یَا حَیُّ۔ یَا قَیُّوْمُ۔ یَا اَللّٰهُ۔ یَا رَحْمٰنُ۔ یَا ذَا الْجَلَالِ وَالْاِكْرَامِ۔ یَا نُوْرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا بَیْنَهُمَا وَرَبَّ الْعَرْشِ الْعَظِیْمِ۔ یَا رَبِّ یہ زبردست اثر والے نام ہیں۔ اور میری ان نعمتوں کو یاد کرو کہ جب تم بنی اسرائیل کے پاس دلائلِ نبوت لے کر پہنچے اور انھوں نے تمہیں جھٹلایا، تم پر الزام لگایا کہ تم ساحر ہو، اور تمہیں قتل کرنے اور سُولی دینے کی کوششیں کیں، تو ہم نے تمہیں ان سے بچا لیا۔ اپنی طرف تمہیں اُٹھا لیا۔ اُن کے شر سے تمہیں بچا لیا۔ یہ چیز دلالت کرتی ہے کہ یہ احسان عیسیٰ پر ان کے اُٹھالئے جانے کے بعد کا ہے یا یہ کہ قیامت کے روز واقع ہونے والا ہے۔ لیکن مستقبل کو ماضی کے صیغہ سے تعبیر کیا گیا ہے، کیونکہ خدا کے پاس مستقبل بھی ماضی ہی کی طرح یقینی واقع ہونے والی چیز ہے۔ یہ غیب کے اسرار ہیں جن سے اللہ تعالیٰ نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو واقف کرایا ہے۔

اور جب ہم نے حواریین کو وحی بھیجی کہ مجھ پر اور میرے رسول پر ایمان لاؤ یعنی عیسیٰ کے اصحاب و انصار بنجاؤ۔ یہاں وحی سے مراد دل میں ایک بات ڈال دینا ہے جیسا کہ فرمایا ہے کہ ہم نے موسیٰ کی ماں کی طرف بھی وحی بھیجی تھی کہ موسیٰ کو دودھ پلاؤ، ایسے الہام کو بلا اختلاف وحی کہا گیا ہے۔

اور فرمایا ہے کہ ہم نے شہد کی مکھی کی طرف وحی بھیجی تھی کہ پہاڑوں اور درختوں میں اپنا گھر بناؤ اور لوگوں کے محلوں میں۔ اسی طرح حواریین کو بھی الہام کیا گیا تو وہ حکم بجا لائے اور محتمل ہے کہ یہ بھی مراد ہو کہ ہم نے تمہارے واسطے سے ان پر وحی بھیجی اور انھیں ایمان باللہ کی طرف بلایا تو انھوں نے قبول کر لیا اور کہنے لگے کہ اٰمَنَّا وَاشْهَدْ بِاَنَّنَا مُسْلِمُوْنَ۔ یعنی اے پیغمبر! گواہ رہو کہ ہم اسلام لائے۔

اِذْ قَالَ الْحَوَارِیُّوْنَ یٰعِیْسَى ابْنَ مَرْیَمَ

وہ وقت قابلِ یاد ہے جبکہ حواریین نے عرض کیا کہ اے عیسیٰ بن مریم کیا آپ کے رب ایسا

هَلْ یَسْتَطِیْعُ رَبُّكَ اَنْ یُّنَزِّلَ عَلَیْنَا

کر سکتے ہیں کہ ہم پر آسمان سے کچھ کھانا نازل

مَآىِٕدَةً مِّنَ السَّمَآءِ ؕ قَالَ اتَّقُوا اللّٰهَ اِنْ

فرمادیں؟ آپ نے فرمایا کہ خدا سے ڈرو　اگر تم

كُنْتُمْ مُّؤْمِنِیْنَ ﴿۱۱۲﴾ قَالُوْا نُرِیْدُ اَنْ نَّاْكُلَ

ایمان دار ہو۔　وہ بولے کہ ہم یہ چاہتے ہیں کہ اس میں سے کھائیں

مِنْهَا وَتَطْمَىِٕنَّ قُلُوْبُنَا وَنَعْلَمَ اَنْ قَدْ

اور ہمارے دلوں کو پورا اطمینان ہو جائے اور ہمارا یقین اور بڑھ جائے کہ آپ نے ہم سے سچ بولا ہے

صَدَقْتَنَا وَنَكُوْنَ عَلَیْهَا مِنَ الشّٰهِدِیْنَ ﴿۱۱۳﴾

اور ہم گواہی دینے والوں میں سے　ہو جائیں۔

قَالَ عِیْسَى ابْنُ مَرْیَمَ اللّٰهُمَّ رَبَّنَآ اَنْزِلْ

عیسیٰ ابن مریم نے دعا کی　اے اللہ! اے ہمارے پروردگار! ہم پر آسمان سے کھانا

عَلَیْنَا مَآىِٕدَةً مِّنَ السَّمَآءِ تَكُوْنُ لَنَا عِیْدًا لِّاَ

نازل فرمائیے کہ وہ ہمارے لئے یعنی ہم میں جو اول ہیں اور جو بعد میں ہیں سب کے لیے ایک خوشی کی

وَّلِنَا وَاٰخِرِنَا وَاٰیَةً مِّنْكَ ۚ وَارْزُقْنَا وَاَنْتَ

بات ہو جائے اور آپ کی طرف سے ایک نشان ہو جائے اور آپ ہم کو عطا فرمائیے اور آپ سب عطا کرنے والوں

خَيْرُ الرّٰزِقِيْنَ ﴿۱۱۴﴾ قَالَ اللّٰهُ اِنِّيْ مُنَزِّلُهَا

سے اچھے ہیں۔ حق تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ میں وہ کھانا تم لوگوں پر نازل کرنے والا

عَلَيْكُمْ ۚ فَمَنْ يَّكْفُرْ بَعْدُ مِنْكُمْ فَاِنِّيْٓ

ہوں، پھر جو شخص تم میں سے اسکے بعد ناحق شناسی کرے گا تو میں اس کو ایسی سزا دونگا

اُعَذِّبُهٗ عَذَابًا لَّآ اُعَذِّبُهٗٓ

کہ وہ سزا دنیا جہان والوں میں سے

اَحَدًا مِّنَ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۱۱۵﴾

کسی کو نہ دوں گا۔

یہاں مائدہ کا قصہ بیان کیا جا رہا ہے اسی لئے اس سورہ کا نام سورۂ مائدہ رکھا گیا۔ اس میں بھی اللہ پاک نے اپنے بندے اور رسول حضرت عیسیٰ ؑ پر احسان کا اظہار فرمایا ہے۔ یعنی نزولِ مائدہ کی دُعا قبول کی گئی ہے۔ جو حضرت عیسیٰ کا ایک زبردست معجزہ اور حجتِ قاطعہ ہے۔ بعض ائمہ نے بیان کیا ہے کہ یہ قصہ انجیل میں مذکور نہیں۔ اور مسلمانوں کے سوا نصاریٰ اس سے واقف نہیں تھے۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے قرآن کے ذریعہ انھیں مطلع کر دیا۔ قول باری ہے کہ "جب عیسیٰ کے متبعین نے کہا کہ اے عیسیٰ! کیا تمہارے رب سے یہ ہو سکتا ہے کہ آسمان سے ایک بنا بنایا خوانِ نعمت نازل فرمائے؟

یہاں اکثر قاریوں نے "يَسْتَطِيْعُ" پڑھا ہے (یعنی کیا تمہارے رب سے یہ ممکن ہے؟) دوسرے قاری "تَسْتَطِيْعُ" پڑھتے ہیں۔ یعنی (کیا تم سے یہ ممکن ہے کہ اپنے رب سے سوال کرو؟) مُجَرّ از طعام خوان کو کہتے ہیں۔ بعض کا بیان ہے کہ عیسیٰ ؑ کے ساتھیوں نے اپنی حاجت اور فقر کی وجہ سے یہ سوال کیا تھا کہ ہر روز ایک خوان اُترا کرے جس کو ہم کھائیں اور عبادت کے لئے قوت حاصل کر سکیں۔ تو عیسیٰ ؑ نے کہا کہ اگر تم ایمان ہی رکھتے ہو تو خدا سے ڈرو اور ایسا سوال نہ کرو، طلبِ رزق میں اللہ پر بھروسہ کرو۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ یہی چیز تمہارے لئے فتنہ بن جائے۔ تو حواریوں نے کہا کہ ہم غذا کے محتاج ہو گئے ہیں ہمیں کھانے کے لئے چاہیئے اور جب ہم آسمان سے اُترتا ہوا مائدہ دیکھیں گے تو ہم کو پورا اطمینان ہو جائے گا اور تم پر ایمان بڑھ جائے گا اور تمہارے رسول ہونے کا کامل یقین ہو جائے گا۔ اور ہم خود اس کے گواہ بن جائیں گے کہ یہ اللہ کی طرف کی ایک نشانی ہے اور عیسیٰ ؑ کی نبوت اور سچائی کی دلیل واضح ہے۔ تو حضرت عیسیٰ ؑ نے دُعا مانگی کہ "اے رب! آسمان سے ہم پر ایک مائدہ اُتار

ع ۱۵ ۷ ۵

اس روز کی یادگار رہیں ہمارے اگلے اور پچھلے لوگ عید منائیں گے": سفیان ثوری رح کہتے ہیں کہ تَكُوْنُ لَنَا عِيْدًا مُراد یہ ہے کہ ہم اس روز نمازیں پڑھنے لگیں گے۔ قتادہ رح نے کہا ہے کہ اس سے مُراد یہ ہے کہ ہم سے بعد آنے والوں کے لئے یہ دن یوم یادگار بن جائے۔ سلمان فارسی رض کہتے ہیں کہ تاکہ ہم سب کے لئے ایک عبرت بن جائے اور تصدیقِ رسالت کے لئے دلیل کافی ہو سکے۔ اور اے خدا ہر بات پر تیری قدرت کی اور میری دُعا کی قبولیت کی دلیل بن سکے۔ تاکہ لوگ میری رسالت کی تصدیق کر سکیں۔ اپنی طرف سے بلا کلفت و تعب خوشگوار رزق بھیج۔ تو خیر الرازقین ہے۔ تو اللہ تعالیٰ نے کہا" اچھا میں خوان اتاروں گا لیکن اگر اس پر بھی تمہاری قوم نے کفر کیا اور مخالفت برتی تو میں اس کو ایسا عذاب دوں گا کہ کسی نے ایسا عذاب نہ چکھا ہو گا۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: وَيَوْمَ تَقُوْمُ السَّاعَةُ اَدْخِلُوْٓا اٰلَ فِرْعَوْنَ اَشَدَّ الْعَذَابِ اور اِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ فِي الدَّرْكِ الْاَسْفَلِ مِنَ النَّارِ۔ عبداللہ بن عمر رض نے کہا ہے کہ قیامت کے روز شدید ترین عذاب جن پر ہو گا وہ یہ تین ہیں۔ منافق لوگ، مائدہ اُترنے کے بعد بھی جنھوں نے کفر کیا، اور فرعون کی اُمت،

سلف کی وہ روایتیں جو حوارین پر نزولِ مائدہ سے متعلق ہیں

ابن عباس رض سے مروی ہے کہ حضرت عیسیٰ ؑ نے بنی اسرائیل سے کہا کہ کیا تم تیس دن تک کے روزے رکھو گے، پھر خدا تعالیٰ سے نزولِ مائدہ کا سوال کرو گے تاکہ وہ تمہاری درخواست

قبول کرے۔ کیونکہ اجر اسی کو ملتا ہے جس نے خود بھی عمل کیا ہو، چنانچہ انھوں نے ایسا ہی کیا، تیس دن روزے رکھے اور پھر کہا کہ اے خیر کی تعلیم دینے والے عیسیٰؑ! تم نے کہا تھا کہ عمل کرنے والوں کو اس کا اجر ضرور ملتا ہے۔ تم نے ہمیں تیس دن روزے رکھنے کے لئے کہا اور ہم نے ایسا ہی کیا۔ تیس دن ہم کسی کی نوکری کرتے ہیں تو وہ ہم کو روزی یا تنخواہ دیتا ہے تو اب کیا تمہارا خدا ہم پر مائدہ اتارے گا؟ تو حضرت عیسیٰؑ نے کہا۔ اگر تم مومن ہو تو خدا سے ڈرو۔ حواریوں نے جواب دیا۔ ہم تو اپنے دل کا اطمینان چاہتے ہیں اور خود بھی یقین کر کے دوسروں کے سامنے بھی گواہ بننا چاہتے ہیں۔ غرض یہ کہ آسمان سے مائدہ اترا جس میں سات مچھلیاں اور سات روٹیاں تھیں اور ان کے سامنے آکر رک گیا جسے شروع سے لیکر آخر تک تمام لوگوں نے کھایا۔

عمار بن یاسرؓ سے مروی ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مائدہ میں روٹی اور گوشت تھا اور حکم تھا کہ اس میں خیانت نہ کریں اور کل کے لئے اٹھا نہ رکھیں۔ لیکن لوگوں نے خیانت کی اور اپنے لئے جمع کر رکھا۔ ایسے لوگوں کی صورتیں مسخ ہوگئیں۔ بندر اور سور بنا دیئے گئے۔ اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ اس میں جنت کے میوے تھے۔ کہتے ہیں کہ عمار بن یاسر نے نماز پڑھنے کے بعد بازو والے بنی عجل کے ایک آدمی سے کہا، جانتے ہو کہ بنی اسرائیل کا مائدہ کیسا تھا؟ لوگ اس میں سے کھاتے جاتے تھے اور وہ ختم نہیں ہوتا تھا اور کہہ دیا گیا تھا کہ اگر تم اس میں خیانت نہ کرو گے اور کل کے لئے ذخیرہ کرنا نہ چاہو گے تو یہ تمہارے لئے پائدار رہے گا اور اگر تم نے ذخیرہ کیا تو ایسا عذاب دیا جائے گا کہ کسی کو نہ دیا گیا ہوگا۔ لیکن پہلے ہی دن انھوں نے اس میں سے چھپا رکھا اور خیانت کی۔ اور اے اہل عرب! تم بھی اونٹوں اور بکروں کی دمیں مروڑتے تھے۔ یعنی نہایت ذلیل حالت میں تھے اللہ نے تم ہی میں سے ایک رسول پیدا کیا۔ تم اس کا حسب نسب جانتے ہو۔ اس نے تمہیں اطلاع دیدی کہ تم عجم پر بھی غالب آنے والے ہو اور بڑے مالدار بننے والے ہو، عیسیٰؑ کی طرح تمہارے رسول نے بھی تمہیں منع کر دیا ہے کہ سونے چاندی کا ذخیرہ نہ کرو۔ خدا کی قسم کوئی دن نہیں جاتا کہ تم اپنا یہ خزانہ بڑھاتے نہ رہتے ہو۔ دیکھو حضرت عیسیٰؑ کی امت کی طرح خدائے تعالیٰ کہیں تمہیں بھی عذاب الیم میں مبتلا نہ کر دے۔ اسحٰق بن عبداللہ کہتے ہیں کہ مائدہ میں سات مچھلیاں اور سات روٹیاں تھیں۔ لوگوں نے کھایا اور کل کے لئے بھی اٹھا رکھا۔ چنانچہ مائدہ کا آنا بند ہوگا۔ کہتے ہیں کہ اس میں ہر قسم کا ذائقہ تھا اور جنت کے میوے ہوتے تھے۔ ہر دن اترتا رہا۔ اسے چار ہزار آدمی بیٹھ کر کھاتے تھے اور جب کھا چکتے تو اور اتنا ہی موجود ہوتا۔ جو کی روٹیاں ہوتیں سب لوگ کھا لینے کے بعد بھی بچ رہتا۔ سعید بن جبیرؒ کہتے ہیں کہ بکرے کے گوشت کے سوا ہر چیز ہوتی۔ عکرمہ کہتے ہیں کہ چاول کی روٹیاں ہوتی تھیں۔ حضرت وہب اور سلمان الخیر فرماتے ہیں کہ جب حضرت عیسیٰؑ سے مائدے کا سوال کیا گیا تو انھیں برا معلوم ہوا اور کہا کہ زمین سے تمہیں جو رزق دیا گیا ہے اسی پر قناعت کرو اور آسمان سے رزق نازل ہونے کا سوال نہ کرو۔ کیونکہ یہ خدائے تعالیٰ کا ایک معجزہ ہوگا اور ثمود نے جس طرح اپنے نبی سے سوال کیا تھا لیکن سوال پورا ہونے کے باوجود کفر کرنے کی وجہ سے ہلاک ہوگئے تھے۔ کہیں تمہارے ساتھ بھی ایسا نہ ہو لیکن وہ اصرار کرتے رہے اور جب عیسیٰؑ نے دیکھا کہ خدا سے دعا کئے بغیر چارہ نہیں تو اپنا جبہ اتار دیا۔ اور کالے بالوں کا کرتا اور جبہ پہن لیا کمبل اوڑھ لی، وضو اور غسل کر کے صومعہ گئے، دیر تک نماز پڑھتے رہے۔ پھر قبلہ رخ کھڑے ہوگئے۔ اپنے قدم جوڑ لئے ٹخنہ سے ٹخنہ ملا لیا۔ انگلیاں سیدھی رکھ لیں۔ سیدھا ہاتھ بائیں ہاتھ پر رکھ کر سینے پر باندھ لیا، سر جھکا لیا اور نظریں نیچی کر لیں۔ رخساروں پر سے آنسو بہتے ہوئے ڈاڑھی پر سے ہوتے ہوئے زمین پر گر رہے تھے۔ اور اللہ تعالیٰ سے دعا مانگ رہے تھے۔ اب ایک سرخ خوان دو بادلوں کے درمیان

آسمان سے اُترنا شروع ہوا۔ لوگ اُسے اوپر سے گرتا ہوا دیکھ رہے تھے اور خوش ہو رہے تھے۔ لیکن حضرت عیسیٰؑ خدا کے خوف سے رو رہے تھے۔ کیونکہ باری تعالےٰ نے شرط لگا کر نزول مائدہ کیا تھا کہ اگر اس کے بعد بھی وہ ایمان نہ لائیں گے، تو سخت ترین عذاب اُٹھائیں گے، وہ خدا سے دُعا مانگ رہے تھے اور کہہ رہے تھے۔ اے خدا! تو اس کو رحمت بنا، اور عذاب نہ بنا۔ کتنی عجیب باتیں جو میں نے تجھ سے مانگی تھیں وہ تو نے مجھے عطا کیں۔ اے خدا ہمیں شاکر بنا۔ اے خدا! اِس مائدے کے سببِ غضب بننے سے میں پناہ مانگتا ہوں اسکو سلامت و عافیت بنا اور فتنہ نہ بنا۔ وہ دُعا مانگ ہی رہے تھے کہ خوان ان کے حواریوں کے سامنے آکر ٹِک گیا اور اس میں سے ایسی خوشبو پھوٹ پڑی کہ کبھی ایسی خوشبو سونگھنے میں نہ آئی تھی۔ حضرت عیسیٰؑ اور ان کے حواریئین سجدۂ شکر میں گر پڑے کیونکہ ایسی عظیم نشانی اور عبرت ناک چیز انھوں نے دیکھی جس کی انھیں اُمید نہیں تھی۔ یہود اس امرِ عجیب کو دیکھ رہے تھے اور ان کے دل رنج و غم سے بھرے ہوئے تھے پھر وہ آپ ہی آپ بل کھاتے ہوئے چل دیئے، اب عیسیٰؑ اور ان کے ساتھی خوان کے پاس آئے، خوان پر رُومال ڈھکا ہوا تھا۔ حضرت عیسیٰؑ نے کہا اس پر سے رُومال کون ہٹائے گا؟ ہم میں سے جو اپنے نفس پر سب سے زیادہ مطمئن ہے اور امتحانِ خداوندی میں سب سے زیادہ نڈر ہے وہ رومال ہٹائے تاکہ ہم خدا کے رزق کو دیکھیں اور اس کا نام لیکر کھانے لگیں۔ حواریوں نے کہا یا رُوح اللہ! آپ سے بڑھ کر اس کا حق دار کون ہے، یہ سُن کر حضرت عیسیٰ اُٹھے تازہ وضو کیا، مسجد آئے نماز پڑھی، کچھ دیر تک روتے رہے اور خدا سے دُعا کی کہ مائدے کو کھولنے کی اجازت دے اور اس میں قوم کے لیئے برکت و رزق عطا فرما۔ اب خوان کے پاس جا کر رُومال ہٹا دیا۔ دیکھا کہ اس میں ایک بڑی تلی ہوئی مچھلی رکھی ہوئی ہے جس کے پوست پر نہ فلوس تھے اور نہ گوشت میں کوئی کانٹا ہے۔ روغن اس میں سے بہہ رہا ہے۔

اُس میں ہر قسم کی سبزیاں بھی ہیں سوائے مُولی کے اُس کے سر کی طرف سرکہ ہے اور دُم کی طرف نمک ہے۔ سبزیوں کے اطراف پانچ روٹیاں ہیں جن میں سے ایک پر روغنِ زیتون ہے اور دوسری پر کھجوریں ہیں اور پانچ انار ہیں حواریوں کے سردار شمعون نے کہا کہ یا رُوح اللہ! یہ ہماری دنیا کا طعام ہے یا جنّت کا طعام ہے؟ تو عیسیٰؑ نے جواب دیا کہ کیا اب بھی وقت نہیں آیا کہ جو کچھ عجائبات دیکھ رہے ہو اس سے عبرت لو، اور ان سوالات سے باز آؤ مجھے تو ڈر ہے کہ یہی نشانی کہیں تمہارے لیئے عذاب کا سبب نہ بن جائے۔ شمعون نے کہا نہیں۔ خدائے اسرائیل کی قسم! اے سچی ماں کے بیٹے! میرا مقصد اس سے کوئی سوال کرنا نہیں تھا۔ تو حضرت عیسیٰؑ نے جواب دیا کہ نہ یہ طعامِ دُنیا ہے اور نہ طعامِ جنّت۔ یہ تو اللہ تعالےٰ نے اپنی قدرتِ کاملہ سے آسمان ہی میں پیدا کر لیا ہے۔ وہ صرف کُن فرما دیتا ہے اور طرفۃ العین میں وہ چیز مخلوق ہو جاتی ہے چنانچہ اللہ تعالےٰ کا نام لے کر کھاؤ اور کھا کر شکر کرو اللہ تعالےٰ اور زیادہ عطا فرمائے گا۔ کیونکہ وہ بدیع ہے قادر اور شاکر ہے۔ حواریوں نے کہا۔ اے رُوح اللہ! ہم چاہتے ہیں کہ اِس معجزے کے اندر اور ایک معجزہ ہمیں دکھائی دے۔ تو عیسیٰؑ نے کہا: سُبحان اللہ! کیا یہ نشانی جو تم نے دیکھی کافی نہیں کہ اسی میں پھر دوسری نشانی کا سوال کرتے ہو، پھر عیسیٰ علیہ السّلام نے مچھلی سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ اے مچھلی! خدا کے حکم سے زندہ ہو جا۔ چنانچہ وہ بھونی ہوئی مچھلی خدا کے حکم سے زندہ ہو گئی اور ترو تازہ ہو کر تڑپنے لگی، شیر کی طرح منہ پھاڑنے لگی، اس کی آنکھیں گھومنے اور چمکنے لگیں۔ اس کے جسم پر کھپل بھی نمودار ہو گئے یہ دیکھ کر لوگ ڈر گئے۔ عیسیٰ نے یہ دیکھ کر فرمایا کہ تم تو اور ایک نشانی مانگ رہے تھے اور تمہیں دکھائی گئی تو ڈرنے لگے مجھے تو اندیشہ ہے کہ تم جو کچھ کر رہے ہو یہ تمہارے لیئے عتاب اور فتنے کا سبب ہوگا۔ اب حضرت نے فرمایا کہ

اے مچھلی خدا کے حکم سے جیسی تھی ویسی ہی ہو جا۔ چنانچہ وہ پہلے ہی کی طرح بھونی ہوئی بن گئی۔ لوگوں نے کہا اے عیسیٰ تم پہلے کھاؤ پھر ہم کھائیں گے۔ عیسیٰؑ نے کہا معاذ اللہ جس نے مطالبہ کیا ہے اسی کو پہلے کھانا چاہئے۔ جب حواریوں نے دیکھا کہ عیسیٰ نہیں کھا رہے ہیں تو ڈر گئے کہ نزولِ مائدہ ناخوشی کا سبب ہے اور اس کے کھانے میں اندیشہ ہے اور رک گئے تو حضرت عیسیٰؑ نے فقیروں، غریبوں اور مریضوں کو بلایا اور کہا کھاؤ یہ اللہ کی طرف کا رزق ہے اور تمہارے نبی کی طرف سے دعوت ہے اور خدا کا شکر ادا کرو جس نے یہ تمہیں دیا یہ تمہارے لئے مبارک ہے اور دوسروں کے لئے عقوبت ہے۔ چنانچہ وہ سب اللہ کا نام لے کر کھانے لگے، چنانچہ تیرہ سو مرد اور عورتوں نے کھایا اور سب پیٹ بھر کے اٹھے، پھر یہ مائدہ آسمان کی طرف چلا گیا اور لوگ دیکھتے ہی رہ گئے۔ ہر فقیر کھا کر غنی بن گیا اور مریض تندرست ہو گیا پھر یہ ہمیشہ غنی اور تندرست رہے اور جن حواریوں نے کھانے سے انکار کیا تھا وہ سخت نادم رہے اور مرتے دم تک کھانے کی حسرت اُن کے دلوں میں باقی رہی، اور جب یہ مائدہ اُترا ہے تو ہر طرف سے سارے بنی اسرائیل ٹوٹ پڑے۔ غنی فقیر، چھوٹے بڑے، مریض و تندرست، کھانے کے لئے ایک پر ایک گرے پڑتے تھے اب حضرت عیسیٰؑ نے سب کی باری مقرر فرما دی۔ ایک دن آکر جو کھاتے وہ دوسرے دن نہ آتے، درمیان میں ایک دن چھوڑ کر آیا کرتے، اس طرح چالیس دن گذر گئے دن بھر کھانے کا سلسلہ جاری رہتا، پھر مائدہ اللہ کے حکم سے آسمان کی طرف چڑھ جاتا، حتّٰی کہ لوگ اس کا سایہ زمین پر گرتا ہوا دیکھتے اللہ نے اپنے نبی عیسیٰؑ کو وحی بھیجی کہ مائدہ میں میرا رزق فقراء اور یتامیٰ اور مریضوں کے لئے ہے، تونگروں کے لئے نہیں، مالداروں کو یہ بات بُری لگی، اپاہیں بنانے لگے، خود بھی شک میں پڑ گئے اور لوگوں کو بھی شک میں ڈالنے لگے اور غلط باتیں پھیلانے لگے۔ شیطان نے اُن

پر قبضہ کر لیا اور اچھے لوگوں کے دل میں بھی وسوسے ڈالے چنانچہ وہ کہنے لگے کہ اے عیسیٰ سچ بتانا کہ کیا یہ نزولِ مائدہ آسمان سے حق بات ہے، کیونکہ ہم میں سے اکثر لوگ شک میں ہیں، تو عیسیٰ علیہ السلام نے کہا کہ میرے خدا کی قسم تم ہلاک ہو گئے۔ تم نے نبیؑ سے سوال کیا تھا کہ خدا سے مائدہ کی دُعا کرے اور جب اس نے دُعا کی اور اللہ تعالیٰ نے تم پر اپنی رحمت اور اپنا رزق اُتارا اور تمہیں اپنی نشانی اور عبرتیں بتائیں تو لگے تم انکار اور شک کرنے۔ اب عذاب کی خوش خبری سُن لو، وہ تمہیں آدبوچنے والا ہی ہے، یہ دوسری بات ہے کہ خدا ہی خود رحم فرما دے، تو اللہ تعالےٰ نے حضرت عیسیٰؑ کی طرف وحی بھیجی کہ میں تکذیب کرنے والوں کو نہیں چھوڑونگا، جو نزولِ مائدہ کے بعد کفر کرے۔ اس سے متعلق شرط ہی یہ تھی کہ اُسے ایسا عذاب دیا جائیگا کہ اب تک نہ دیا گیا ہو، یہ شک کرنے والے جب اپنے بستروں پر سو گئے اور سوتے وقت اپنی اچھی خاص شکل و صورت میں تھے۔ لیکن آخر شب میں اللہ تعالیٰ نے انہیں خنازیر بنا دیا اور یہ گھوروں پر کچرے اور گندگیوں میں پھرنے لگے، یہ ساری روایت بہت عجیب و غریب ہے۔ ابوحاتم نے اس کو جگہ جگہ سے الگ الگ ٹکڑے کر کے بیان کیا ہے۔ میں نے ان کو سیاق و ترتیب قائم رہنے کے لئے بطور واقعہ مسلسل جوڑ لیا ہے، یہ روایت تو دلالت کرتی ہے کہ مائدہ اُترا تھا اور حضرت عیسیٰ کی دُعا پر بنی اسرائیل کو ملا تھا۔ ظاہر عبارتِ قرآن سے بھی یہی اخذ ہوتا ہے، کیونکہ اللہ تعالےٰ نے مُنَزِّلُهَا عَلَيْكُمْ فرمایا ہے۔ لیکن کہنے والے یہ بھی کہتے ہیں کہ مائدہ اُترا ہی نہیں اور اللہ تعالیٰ نے اس بات کو صرف مثال کے طور پر فرمایا ہے اور یہ کہ جب انھیں عذاب کا ڈر بتایا گیا تو مطالبۂ مائدہ سے دست بردار ہو گئے اور کہا نہیں ہمیں مائدہ نہیں چاہئے مجاہد اور حسن تک اس کی اسانید بہت صحیح ہیں اور سب سے قوی دلیل یہ ہے کہ نصاریٰ اس مائدہ سے واقف ہی نہیں اور انکی کتاب انجیل میں مائدہ کا کہیں ذکر ہی نہیں ہے

اگر مائدہ اُترا ہی ہوتا تو انجیل میں جگہ جگہ اُس کا ذکر آتا اور ایک بار نہیں متواتر انجیل میں مذکور ہوتا لیکن جمہور کا یہی خیال ہے کہ مائدہ اُترا تھا۔ ابن جریر نے اسی خیال کو اختیار کیا ہے کیونکہ اللہ تعالے نے مُنَزِّلُهَا عَلَيْكُمْ فرمایا ہے۔ اس کا وعدہ اور وعید حق ہے اور یہی بات صواب بھی معلوم ہوتی ہے۔ اہلِ تاریخ نے لکھا ہے کہ موسیٰ بن نصیر نائب بنی امیہ نے فتوح بلادِ مغرب کے وقت وہاں مائدہ پایا جس میں موتی جڑے ہوئے تھے اور قسم قسم کے جواہر کندہ تھے، تو امیرالمومنین ولید بن عبدالملک کے پاس وہ بھیج دیا گیا۔ یہ مائدہ راستے ہی میں تھا کہ وہ مر گیا۔ اب وہ اُس کے بھائی سلیمان بن عبدالملک کے پاس بھیجا گیا جو اس کے بعد خلیفہ ہوا۔ لوگوں نے اس کے یاقوت اور جواہر وغیرہ دیکھ کر بہت تعجب کیا اور کہا جاتا ہے کہ یہ مائدہ سلیمان بن داؤد علیہ السلام کا تھا۔ واللہ اعلم۔

ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ قریش نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا تھا کہ صفا کی پہاڑی کو ہمارے لئے سونا بنا دو تو ہم تم پر ایمان لائیں۔ آپ نے فرمایا کہ کیا ایمان لاؤ گے؟ کہا ہاں۔ اتنے میں جبرئیل آئے اور کہا کہ اللہ تمہیں سلام کہتا ہے اور فرماتا ہے کہ اگر تم چاہو تو صبح تک کوہِ صفا سونا ہو جائے لیکن اس کے بعد بھی اگر ایمان نہ لائیں گے تو بدترین عذاب کا سامنا کرنا پڑے گا اور اگر تم یہ چاہو کہ میں اُنکی توبہ قبول کر لوں اور ان پر رحمت کروں تو ویسا ہی۔ آپ نے فرمایا۔ اے پروردگار تیری توبہ اور رحمت چاہیے۔

وَإِذْ قَالَ اللَّهُ يَا عِيسَى ابْنَ مَرْيَمَ أَأَنتَ

اور وہ وقت بھی قابلِ ذکر ہے جبکہ اللہ تعالٰی فرمائیں گے اے عیسیٰ ابن مریم کیا تم نے ان

قُلْتَ لِلنَّاسِ اتَّخِذُونِي وَأُمِّيَ إِلَٰهَيْنِ

لوگوں سے کہہ دیا تھا کہ مجھ کو اور میری ماں کو بھی علاوہ خدا کے

مِن دُونِ اللَّهِ ۖ قَالَ سُبْحَانَكَ مَا يَكُونُ لِي

معبود قرار دے لو عیسیٰ عرض کریں گے کہ میں تو آپ کو منزہ سمجھتا ہوں مجھ کو کسی طرح

أَنْ أَقُولَ مَا لَيْسَ لِي بِحَقٍّ ۚ إِن كُنتُ قُلْتُهُ

زیبا نہ تھا کہ میں ایسی بات کہتا جس کے کہنے کا مجھ کو کوئی حق نہیں۔ اگر میں نے کہا ہوگا تو آپ

فَقَدْ عَلِمْتَهُ ۚ تَعْلَمُ مَا فِي نَفْسِي وَلَا أَعْلَمُ

کو اس کا علم ہوگا۔ آپ تو میرے دل کے اندر کی بات بھی جانتے ہیں اور میں آپ کے

مَا فِي نَفْسِكَ ۚ إِنَّكَ أَنتَ عَلَّامُ الْغُيُوبِ (۱۱۶)

علم میں جو کچھ ہے اسکو نہیں جانتا۔ تمام غیبوں کے جاننے والے آپ ہیں۔

مَا قُلْتُ لَهُمْ إِلَّا مَا أَمَرْتَنِي بِهِ أَنِ

میں نے تو ان سے اور کچھ نہیں کہا مگر صرف وہی جو آپ نے مجھ سے کہنے کو فرمایا تھا کہ تم اللہ تعالیٰ

اعْبُدُوا اللَّهَ رَبِّي وَرَبَّكُمْ ۚ وَكُنتُ

کی بندگی اختیار کرو جو میرا بھی رب ہے۔ اور تمہارا بھی رب ہے میں ان پر مطلع

عَلَيْهِمْ شَهِيدًا مَّا دُمْتُ فِيهِمْ ۖ فَلَمَّا

رہا جب تک ان میں رہا۔ پھر جب آپ نے مجھ کو اٹھا لیا تو آپ

تَوَفَّيْتَنِي كُنتَ أَنتَ الرَّقِيبَ عَلَيْهِمْ ۚ

ان پر مطلع رہے۔

وَأَنتَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ شَهِيدٌ (۱۱۷) إِن تُعَذِّبْهُمْ

اور آپ ہر چیز کی پوری خبر رکھتے ہیں۔ اگر آپ انکو سزا دیں

فَإِنَّهُمْ عِبَادُكَ ۖ وَإِن تَغْفِرْ لَهُمْ

تو یہ آپ کے بندے ہیں اور اگر آپ ان کو معاف

فَإِنَّكَ أَنتَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ (۱۱۸)

فرما دیں تو آپ زبردست ہیں حکمت والے ہیں۔

اللہ پاک عیسیٰ علیہ السلام سے قیامت کے روز ان لوگوں کی موجودگی میں خطاب فرما رہا ہے جنہوں نے عیسیٰ اور عیسیٰ کی ماں کو خدا بنا رکھا تھا۔ یہ نصاریٰ کو ڈنکے کی چوٹ تہدید و توبیخ ہے۔ قتادہؓ نے اس پر اللہ تعالیٰ کے اس قول سے استدلال کیا ہے کہ هَٰذَا يَوْمُ يَنفَعُ الصَّادِقِينَ صِدْقُهُمْ یعنی یہ وہ دن ہے کہ سچوں کو ان کی سچائی کام دے گی۔ سدی کہتے ہیں کہ یہ خطاب اور جواب دنیا ہی میں ہے۔

ابن جریر اس کی تصدیق کرتے ہیں کہ یہ اس واقعہ سے متعلق ہے جب کہ حضرت عیسیٰؑ آسمان پر اٹھائے گئے تھے، اور ابن جریر نے اس پر دو طرح سے استدلال کیا ہے ایک تو یہ کہ کلام لفظ ماضی یعنی قَالَ کے ساتھ ہے، دوسرے یہ کہ قولہ تعالیٰ اِنْ تُعَذِّبْهُمْ — و — اِنْ تَغْفِرْ لَهُمْ یعنی کلام شرطیہ ہے اور بات دنیا ہی میں ہوئی ہوگی، جب تو عذاب یا مغفرت کی شرط آخرت کے لئے اٹھا رکھی گئی۔ لیکن یہ دونوں دلیلیں غور طلب ہیں اس لئے کہ لفظ ماضی ہو تو کیا ہوا قیامت کے اکثر امور لفظ ماضی ہی سے بیان کئے گئے ہیں تاکہ وقوع اور ثبوت پر دلیل کافی بن سکے، رہا اِنْ تُعَذِّبْهُمْ کا شرطیہ کلام سو اس سے تو عیسیٰ کا ان گنہگاروں سے بیزاری ظاہر کرنا اور خدا کی مرضی کا ان میں نافذ ہونا ظاہر کیا گیا ہے اور شرط پر کسی چیز کا متعلق ہونا وقوع یا چیز کے لئے مقتضی نہیں ہو سکتا۔ آیات قرآنی میں اس کی بہت سی نظیریں موجود ہیں۔ قتادہؒ کا جو بیان ہے وہ زیادہ صاف ہے کہ قیامت کے دن کا مکالمہ ہے تاکہ قیامت کے دن سب کے سامنے نصاریٰ کا پول کھل جائے اور تہدید و توبیخ ہو سکے۔ ابو موسیٰ اشعریؓ سے روایت ہے کہ حضرت ﷺ نے فرمایا کہ قیامت کے دن انبیاء اور ان کی امتیں بلائی جائیں گی پھر عیسیٰؑ طلب کئے جائیں گے ان پر اظہار احسان فرمایا جائیگا وہ اقرار فرمائیں گے، پھر اللہ پاک ان سے یہ سوال بالا فرمائیگا تو وہ انکار کریں گے کہ میں نے اپنی امت سے اپنی پرستش کے لئے نہیں کہا تھا۔ اب نصاریٰ بلائے جائیں گے ان سے پرسش ہوگی وہ کہیں گے کہ ہاں، عیسیٰ نے ہمیں ایسا حکم دیا تھا۔ یہ سنکر خوف کے مارے عیسیٰؑ کے سر اور جسم کے بال کھڑے ہو جائیں گے۔ فرشتے ان بالوں کو تھام لیں اور یہ نصاریٰ اللہ کے سامنے ایک ہزار سال تک پاؤں جوڑے بٹھائے رکھے جائیں۔ حتیٰ کہ ان پر حجت قائم ہو جائیگی اور اصلیت انکے سامنے آجائیگی جو اس بات کا ثبوت ہوگی کہ جھوٹ گوئی کی سزا میں انھیں صلیب کا ذریعہ بنایا گیا ہے پھر یہ لوگ

دوزخ کی طرف ہانکے جائیں گے۔ قولہ سُبْحٰنَكَ مَا يَكُوْنُ لِيْۤ اَنْ اَقُوْلَ مَا لَيْسَ لِيْ بِحَقٍّ الخ اس جواب میں حسن ادب کی کس قدر توفیق عنایت ہوئی ہے عیسیٰ علیہ السلام کے دل میں کیسی اچھی دلیل القاء کی گئی ہے کہ اے خدا جس بات کا مجھے کوئی حق نہیں آخر میں ایسی بات کیسے کہتا ولو فرضنا، اگر میں نے ایسا کہا بھی ہوگا تو ضرور تو جانتا ہی ہوگا کیونکہ تجھ پر تو کوئی بات چھپی ہوئی نہیں، تو میرے دل کی بات جانتا ہے لیکن میں تیرے ارادے کو نہیں جان سکتا جو کچھ تو نے مجھے حکم دیا تھا میں نے اس سے ایک حرف زیادہ نہیں کہا۔ میں نے تو یہی کہا تھا کہ تم اللہ کی عبادت کرو جو میرا بھی رب ہے اور تمہارا بھی رب ہے، میں جب تک ان میں رہا ان کے اعمال کا نگراں رہا اور جب تو نے مجھے اٹھا لیا تو اب تو ان کا نگراں کار ہو گیا، اور تو تو ہر بات کا نگراں ہے۔

ابن عباس سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں خطبہ دیتے ہوئے فرمایا کہ، اے لوگو! قیامت کے روز تم ننگے اور غیر مختون اٹھائے جاؤ گے جیسے کہ پیدائش کے وقت تھے۔ سب سے پہلے ابراہیمؑ کو لباس پہنایا جائے گا۔ اب میری امت کے چند لوگ لائے جائیں گے جنھیں دوزخ کی نشانی کے طور پر بائیں طرف رکھا جائیگا۔ تو میں کہوں گا کہ یہ تو میری امت ہے تو کہا جائیگا کہ تم نہیں جانتے کہ تمہارے بعد تمہاری سنت کو چھوڑ کر کیا کیا بدعتیں ان لوگوں نے جاری کیں۔ تو میں ایک بندۂ صالح کی طرح یہی کہوں گا کہ جو عیسیٰ علیہ السلام نے کہا تھا۔ کہا جائیگا کہ تمہارے بعد یہ لوگ مرتد اور بدعتی ہو گئے تھے۔

قولہ اِنْ تُعَذِّبْهُمْ الی آخرہ۔ یہ کلام اللہ تعالیٰ کی مشیئت پر متضمن ہے کہ وہ جو چاہے کرے، وہ سب سے پوچھ سکتا ہے لیکن اس سے کوئی نہیں پوچھ سکتا۔ نیز یہ کلام نصاریٰ سے بیزاری پر بھی مشتمل ہے جنھوں نے عیسیٰؑ کو خدا کا شریک اور ولد، اور مریمؑ کو بیوی قرار دے دیا تھا نعوذ باللہ تعالیٰ۔ اس آیت کی بڑی شان ہے حدیث میں ہے کہ ایک رات نبی صلی اللہ علیہ وسلم صبح تک اسی آیت کو نماز میں پڑھتے رہے۔

ابوذر رضہ سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ایک رات اِسی آیت کو پڑھتے رہے، حتیٰ کہ رکوع اور سجدے میں بھی یہی آیت پڑھی۔ صبح کو جب اُس کی وجہ میں نے پوچھی تو آپ نے فرمایا کہ میں ربّ عزّ وجل سے شفاعتِ امّت کے لئے سوال کرتا رہا۔ چنانچہ شرک کے سوا سب کو بخشنے کا اس نے وعدہ فرمایا۔ جرہ بنتِ وجاجہ سے مروی ہے کہ ابوذر کہہ رہے تھے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے عشاء کی نماز پڑھائی تو اس کے بعد لوگ اپنی الگ الگ نمازیں پڑھنے لگے اَب حضرتؐ اپنے مسکن پر جا بیٹھے اور جب دیکھا کہ لوگ اپنے گھر چلے گئے ہیں تو پھر مصلے پر آکر نماز میں مشغول ہوگئے اَب میں بھی آگیا اور آپ کے پیچھے نماز پڑھنے لگا۔ آپ نے سیدھی طرف ہو جانے کا اشارہ کیا۔ میں سیدھی طرف ہوگیا، پھر ابن مسعودؓ آئے تو ہمارے پیچھے کھڑے ہوگئے تو انھیں بائیں طرف ہو جانے کا اشارہ کیا۔ اَب ہم تینوں اپنی الگ الگ نمازیں پڑھنے لگے لیکن آپ نے نماز میں ایک ہی آیت جو شروع کی تو اسی کو پڑھتے پڑھتے صبح کر دی۔ میں نے اب عبداللہ بن مسعودؓ سے کہا کہ رات بھر ایک ہی آیت پڑھنے کا سبب حضرت سے پوچھیں۔ انھوں نے کہا نہیں جبتک آپ از خود بیان نہ فرمائیں میں تو نہیں پوچھوں گا اب میں نے جُرأت کرکے دریافت کیا کہ یا رسول اللہؐ میرے ماں باپ آپ پر قربان، سارا قرآن آپ کے سینے میں ہے لیکن آپ قرآن کی صرف ایک ہی آیت پڑھ رہے تھے۔ اگر ہم میں سے کوئی ایسا کرتا تو ہم اس پر اعتراض کر بیٹھتے۔ تو آپ نے فرمایا کہ میں اپنے خدا سے اُمّت کے لئے دُعا کر رہا تھا۔ میں نے پوچھا کہ پھر خدا سے کیا جواب ملا تو فرمایا کہ جس بات کا مجھ سے وعدہ کیا گیا ہے اگر اس کو تم لوگ سُن پاؤ تو اکثر تو نماز پڑھنا ہی چھوڑ دو گے اور خدا کی رحمت کا بہانہ لے لوگے میں نے کہا کہ لوگوں کو کیا اس کی خوشخبری نہ پہنچا دوں؟ فرمایا، ہاں پہنچا دو۔ میں کچھ دُور ہی چلا تھا کہ عمرؓ کہنے لگے یارسول اللہؐ اگر لوگوں کو یہ بات پہنچا دی جائیگی تو عبادت ہی چھوڑ بیٹھیں گے۔ تو آپ نے مجھے واپس بلا لیا۔ اور وہ آیت یہ تھی اِنْ تُعَذِّبْهُمْ فَاِنَّهُمْ عِبَادُكَ ۚ وَاِنْ تَغْفِرْ لَهُمْ فَاِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ۝ یہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا قول ہے جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم تلاوت فرما رہے تھے، پھر آپ نے اپنے ہاتھ اُٹھائے اور فرمایا: اَللّٰهُمَّ اُمَّتِىْ (اے میرے رب! میری اُمّت) اور زار زار رو رہے تھے۔ اللہ تعالےٰ نے جبریلؑ کو بھیجا۔ جبریلؑ آکر رونے کی وجہ پوچھنے لگے تو آپ نے جو جواب دیا تھا جبریلؑ کو دیا تو اللہ تعؑ نے فرمایا اے جبریل! محمدؐ سے جاکر کہو کہ ہم تمہاری امّت کے بارے میں تمہیں راضی کریں گے اور دل نہ دُکھائیں گے، حذیفہ بن الیمان کہتے ہیں کہ رسول اللہؐ صلعم ایک دن دیر سے تشریف لائے اور پھر سجدے میں گر پڑے اور اتنی دیر کی کہ گویا رُوح ہی پرواز ہوگئی ہو، پھر آپ نے جب سر اُٹھایا تو فرمایا کہ میرے رب نے اُمّت کے بارے میں مجھ سے مشورہ کیا تھا کہ ان کے ساتھ کیا کیا جائے؟ تو میں نے کہا اے رب! یہ تو تیرے ہی بندے اور تیری مخلوق ہیں دوسری بار پوچھا، پھر بھی میں نے یہی کہا تو اللہ تعالےٰ نے فرمایا کہ اے محمدؐ میں امّت کے بارے میں تم کو رُسوا نہ کروں گا اور مجھ سے کہا کہ میرے ساتھ ستر ہزار اُمّتی جائیں گے اور ہر ایک ایسے اُمّتی کے ساتھ اور ستر ہزار اُمّتی ہوں گے کہ یہ سب بغیر حساب داخلِ جنّت کئے جائیں گے پھر فرمایا۔ مانگو تم کو دیا جائے گا تو میں نے جبریلؑ سے کہا کہ، کیا اللہ پاک میرے سوال کو پورا کرنا چاہتا ہے تو جبریلؑ نے کہا کہ ہاں اللہ تعؑ نے مجھے آپ کے پاس اِسی غرض سے بھیجا ہے۔ چنانچہ اللہ تعؑ نے مجھے سب کچھ عطا کردیا۔ میں اس پر غرور نہیں کرتا۔ اور خدا تعؑ نے میرے اگلے پچھلے گناہ بخش دیئے ہیں اور میں زمین پر زندہ و تندرست چل رہا ہوں اور مجھے یہ بھی خصوصیت بخشی کہ میری امّت قحط سے نہ مرے گی اور مغلوب نہ ہوگی اللہ تعؑ نے مجھے کوثر عنایت فرمایا ہے یہ جنّت کی ایک نہر کا نام ہے جو میرے حوض میں بہتی آئے گی۔ اور مجھے عزّت و

نصرت اور رعب و شوکت کی خصوصیت عطا فرمائی ہے، جو میری امت کے سامنے لوگوں پر ایک مہینہ بھر کی راہ سے اثر ڈالتی ہے، میں جنت میں سب انبیاء سے پہلے داخل ہوں گا اور میری امت کے لئے مالِ غنیمت بالکل حلال فرما دیا ہے اور اکثر ایسی چیزیں حلال کر دی ہیں جو مجھ سے پہلے کی امتوں پر حلال نہیں تھیں اور مذہبی حیثیت سے میرے دین میں کوئی سختی روا نہیں رکھی۔

قَالَ اللّٰهُ هٰذَا يَوْمُ يَنْفَعُ الصّٰدِقِيْنَ صِدْقُهُمْ

اللہ نے ارشاد فرمایا کہ یہ وہ دن ہے کہ جو لوگ سچے تھے ان کا سچا ہونا ان کے کام آوے گا

لَهُمْ جَنّٰتٌ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ

ان کو باغ ملیں گے جن کے نیچے نہریں جاری ہوں گی

خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا ؕ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَ

جن میں وہ ہمیشہ ہمیشہ کو رہیں گے۔ اللہ تعالیٰ ان سے راضی اور خوش اور یہ

رَضُوْا عَنْهُ ؕ ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ﴿۱۱۹﴾ لِلّٰهِ

اللہ سے راضی اور خوش ہیں، یہ بڑی بھاری کامیابی ہے۔ اللہ ہی

مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا فِيْهِنَّ ؕ

کی ہے سلطنت آسمانوں کی اور زمین اور ان چیزوں کی جو ان میں موجود ہیں

وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ﴿۱۲۰﴾

اور وہ ہر شے پر پوری قدرت رکھتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ اپنے بندے عیسیٰ علیہ السلام کی بات کا جواب دیتے ہوئے، جبکہ انہوں نے نصارائے ملحدین کا ذہن سے اپنی بیزاری ظاہر کی تھی فرماتا ہے کہ هٰذَا يَوْمُ يَنْفَعُ الصّٰدِقِيْنَ یعنی آج کا دن موحدین کی توحید کی نفع بخشی کا دن ہے کہ بہتی نہروں والی جنت میں ہوں گے۔ نہ وہاں سے نکالے جائیں گے نہ دم بھر کے لئے جنت کو چھوڑیں گے۔ آپ نے فرمایا کہ اس روز رب کریم جلوہ افروز ہوگا اور فرمائے گا۔ مانگو میں دینے پر آمادہ ہوں۔ لوگ اس کی رضامندی مانگیں گے تو فرمائیگا کہ میری رضامندی ہی نے تمہیں میرے گھر اتارا ہے۔ مانگو کیا مانگتے ہو، لوگ پھر اس کی رضامندی مانگیں گے، فرمائیگا گواہ رہو کہ سبحانہٗ تعالیٰ تم سے راضی ہے۔ فرماتا ہے: ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ یہ بڑی زبردست کامیابی ہے لِمِثْلِ هٰذَا فَلْيَعْمَلِ الْعٰمِلُوْنَ۔ عمل کرنے والوں کو ایسا ہی عمل کرنا چاہیئے وَفِيْ ذٰلِكَ فَلْيَتَنَافَسِ الْمُتَنَافِسُوْنَ۔ اور اسی کی کوشش لوگوں کو کرنی چاہیئے وہ ساری اشیاء کا خالق ہے ہر چیز پر متصرف اور قادر ہے، سب اس کے نظم اور قدرت کے تحت ہیں، اس کا نہ کوئی نظیر ہے نہ ہم پایہ نہ مددگار ہے، اسکے نہ باپ ہے نہ لڑکا نہ بیوی اسکے سوا کوئی دوسرا خدا نہیں

تفسیر سورۃ الانعام مکیہ

سورۂ انعام مکہ میں ایک ہی رات کے اندر ایک ہی دفعہ میں نازل ہوگئی۔ اس کو ستر ہزار فرشتے لے کر حاضر ہوئے تھے اور تسبیح پڑھتے جا رہے تھے، اسماء بنت یزید کہتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ناقہ پر سوار تھے اور سورۂ انعام اتر رہی تھی، میں ناقہ نبی کی باگ تھامے ہوئے تھی، وحی کے بوجھ سے ناقہ ایسی دب گئی تھی کہ گویا اس کی ہڈیاں ہی ٹوٹ جائیں گی۔ ملائکہ زمین و آسمان کو گھیرے ہوئے تھے۔ سورۂ انعام اترنے کے بعد حضرت صلی اللہ علیہ وسلم تسبیح پڑھنے لگے اور فرمایا اس صورت کی مشایعت میں فرشتے افق تک گھیرے ہوئے تھے، فرشتوں کی سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهٖ سُبْحَانَ اللّٰهِ الْعَظِيْمِ کی گونج سے زمین و آسمان میں ہنگامہ تھا حضرت بھی یہی تسبیح پڑھ رہے تھے۔ آپ نے فرمایا کہ پوری سورۂ انعام ایک ہی دفعہ میں نازل ہوئی ہے اور ستر ہزار فرشتوں کی تسبیح و تحمید کی گونج کے ساتھ اتری ہے۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو کہ نہایت مہربان بڑے رحم والے ہیں

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ

تمام تعریفیں اللہ ہی کیلئے لائق ہیں جس نے آسمانوں کو اور زمین کو پیدا کیا

وَجَعَلَ الظُّلُمٰتِ وَالنُّوْرَ ثُمَّ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا

اور تاریکیوں اور نور کو بنایا۔ پھر بھی کافر لوگ اپنے رب کے

بِرَبِّهِمْ یَعْدِلُوْنَ ۱ هُوَ الَّذِیْ خَلَقَكُمْ

برابر قرار دیتے ہیں۔ وہ ایسا ہے جس نے تم کو مٹی سے بنایا۔

مِّنْ طِیْنٍ ثُمَّ قَضٰۤى اَجَلًا وَاَجَلٌ مُّسَمًّى

پھر ایک وقت معین کیا اور دوسرا معین وقت خاص اللہ

عِنْدَهٗ ثُمَّ اَنْتُمْ تَمْتَرُوْنَ ۲ وَهُوَ اللّٰهُ

ہی کے نزدیک ہے پھر بھی تم شک رکھتے ہو۔ اور وہی ہے معبود برحق آسمانوں

فِی السَّمٰوٰتِ وَفِی الْاَرْضِ یَعْلَمُ سِرَّكُمْ

میں بھی اور زمین میں بھی۔ وہ تمہارے پوشیدہ احوال کو بھی اور تمہارے

وَجَهْرَكُمْ وَیَعْلَمُ مَا تَكْسِبُوْنَ ۳

ظاہر احوال کو بھی جانتے ہیں، اور تم جو کچھ عمل کرتے ہو اس کو جانتے ہیں

اللہ تعالٰی اپنے نفس کریمہ کی مدح فرماتا ہے کہ اس نے آسمانوں اور زمینوں کو پیدا کیا۔ گویا کہ بندوں کو حمد کرنا سکھلا رہا ہے۔ دن میں نور کو اور رات میں تاریکی کو اپنے بندوں کے لئے ایک منفعت قرار دیتا ہے۔ یہاں لفظ نور کو واحد لایا گیا ہے اور ظلمات کو جمع لایا گیا ہے۔ کیونکہ اشرف چیز کو واحد ہی لاتے ہیں، جیسے کہ اللہ تعالٰی کا قول ہے عَنِ الْیَمِیْنِ وَالشَّمَآئِلِ اور اَنَّ هٰذَا صِرَاطِیْ مُسْتَقِیْمًا فَاتَّبِعُوْهُ وَلَا تَتَّبِعُوا السُّبُلَ فَتَفَرَّقَ بِكُمْ عَنْ سَبِیْلِهٖ یہاں بھی یمین واحد ہے اور شمائل جمع ہے اور اپنے راستے کو لفظ سبیل کہہ کر واحد لایا ہے اور غلط راستوں کو سُبُل کہہ کر جمع لایا ہے، غرض یہ کہ باوجود اس کے بعض بندے کفر کرتے ہیں اور اس کے لئے شریک و عدل قرار دیتے ہیں، اس کے بیوی اور بچے بناتے ہیں، خدائے تعالٰی ان باتوں سے منزہ ہے، پھر فرماتا ہے۔ اس نے تم کو مٹی سے پیدا کیا۔

یعنی تمہارے باپ آدم مٹی سے بنائے گئے تھے اور مٹی ہی نے ان کے گوشت پوست کی شکل اختیار کی، پھر ان ہی سے لوگ پیدا ہو کر مشرق و مغرب میں پھیل گئے، پھر آدم نے اپنی قدرت پوری کی اور اپنے مقررہ وقت موت تک آن پہنچے پہلے لفظ اجل سے حسن رح کے نزدیک مرنے تک کی زندگی کا وقت مراد ہے، اور دوسرے لفظ اجل سے مرنے کے بعد دوبارہ زندگی تک کا وقت مراد ہے۔ اجلِ خاص انسان کی عمر رواں ہے اور اجلِ عام سے مراد ساری دنیا کی عمر ہے، یعنی دنیا کے ختم ہونے اور زوال پذیر ہونے تک اور دارِ آخرت کا وقت آنے تک ابن عباس رض اور مجاہد رح کہتے ہیں کہ پہلی اجل سے مراد مدت دنیا ہے اور اَجَلٌ مُّسَمًّى سے مراد ہر انسان کا یومِ مرگ ہے گویا کہ وہ خدا کے اس قول سے ماخوذ ہے: وَهُوَ الَّذِیْ یَتَوَفّٰىكُمْ یعنی وہ رات میں تم کو مار دیتا ہے اور دن میں تم جو کچھ کرتے ہو اُسے جانتا ہے اور رات میں تو تم کچھ کر ہی نہیں سکتے۔ یعنی نیند میں ہوتے ہو جو قبض رُوح کی شکل میں ہے۔ اور پھر جاگتے ہو تو اپنے ساتھیوں کے پاس گویا واپس آجاتے ہو، اور اس کے قول "عِنْدَهٗ" کے معنی یہ ہیں کہ اس وقت کو سوائے اس کے اور کوئی نہیں جانتا۔ جیسے کہ ایک جگہ فرمایا ہے کہ اس کا علم خدا ہی کو ہے، اس کا وقت خدا کے سوا اور کوئی نہیں جا سکتا۔ اور اسی طرح یہ قولِ باری ہے کہ "اے نبی صلعم! تم سے قیامت کے بارے میں پوچھتے ہیں کہ وہ کب آئے گی؟ سو تمہیں اس کی کیا خبر، اس کا علم تو خدا ہی کو ہے۔ پھر آیت زیر ذکر میں ارشاد ہوتا ہے کہ تم قیامت کے بارے میں شک کرتے ہو، وہی آسمانوں اور زمینوں کا خدا تمہاری چھپی باتوں کو بھی جانتا ہے اور کھلی باتوں کو بھی۔ اور تم جو کچھ کرتے ہو اس سے اچھی طرح واقف ہے۔ اس آیت کے مفسرین نے پہلے فرقہ جہمیہ کے قول سے انکار پر اتفاق کیا ہے اور پھر اس آیت کی تفسیر سے متعلق ان کا اختلاف بھی ہے۔ جہمیہ کا یہ قول ہے کہ

یہ آیت اس بات کی حامل ہے کہ اللہ تعالےٰ ہر جگہ بذاتِ خود موجود ہے، یعنی اس عقیدے سے یہ بات اخذ ہوتی ہے کہ ہر چیز کے اندر بذاتِ خود خدائے تعالےٰ موجود ہے۔ صحیح قول یہ ہے کہ آسمانوں اور زمینوں میں خدا ہی کو مانا جاتا ہے اور اس کی عبادت کی جاتی ہے۔ اور آسمانوں میں جو فرشتے اور زمین پر جو انسان ہیں سب اُسی کا اقرارِ الوہیت کرتے ہیں۔ اس کو اللہ کہہ کر پکارتے ہیں۔ لیکن جنّ و انس کے کافر اس سے نہیں ڈرتے۔ اور یہی آیت اللہ تعالیٰ کے اس قول پر بھی منطبق ہوتی ہے کہ، وہی آسمانوں کا خدا اور زمین کا خدا ہے۔ مطلب یہ کہ جو آسمانوں میں ہے ان کا خدا اور جو زمین پر ہیں ان کا خدا۔ نہ یہ کہ جو آسمانوں اور زمینوں میں ہے وہی خدا ہے۔ اسی بنا پر حکم ہے کہ وہ تمہارے چھپے کو بھی جانتا ہے اور تمہارے کھلے کو بھی، دوسرا قول یہ ہے کہ اس سے مُراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ وہ ہے جو زمین و آسمان میں ہر ڈھکی کھلی بات کو جانتا ہے اور اس کا قول يَعْلَمُ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ سے متعلق ہے، چنانچہ اس کی تقدیر یوں ہوئی کہ وُہی اللہ ہے جو زمین و آسمان میں تمہاری ہر بات کو جانتا ہے اور تم جو کچھ کرتے ہو اسکا علم رکھتا ہے اور تیسرا قول یہ ہے کہ هُوَ اللّٰهُ فِي السَّمٰوٰتِ پر وقفِ تام ہے اِسکے بعد پھر خبر کا آغاز ہوتا ہے۔ یعنی هُوَ اللّٰهُ فِي السَّمٰوٰتِ مُبتدا ہے اور "فِي الْاَرْضِ يَعْلَمُ سِرَّكُمْ وَجَهْرَكُمْ" خبر ہے۔ ابن جریر کا بھی مسلک ہے، پھر آخر میں ارشاد ہوتا ہے کہ وہ تمہارے تمام اعمال کو جانتا ہے،

وَمَا تَاْتِيْهِمْ مِّنْ اٰيَةٍ مِّنْ اٰيٰتِ رَبِّهِمْ اِلَّا

اور اُن کے پاس کوئی نشانی بھی اُنکے رب کی نشانیوں میں سے نہیں آتی مگر

كَانُوْا عَنْهَا مُعْرِضِيْنَ ۝۴ فَقَدْ كَذَّبُوْا بِالْحَقِّ

وہ اس سے اعراض ہی کیا کرتے ہیں۔ سو انھوں نے اُس سچی کتاب کو بھی جھوٹا

لَمَّا جَآءَهُمْ ۭ فَسَوْفَ يَاْتِيْهِمْ اَنْۢبٰۗؤُا مَا كَانُوْا

بتلایا جبکہ وہ اُنکے پاس پہنچی سو جلدی ہی اُنکو خبر مل جائیگی اُس چیز کی جس

بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ ۝۵ اَلَمْ يَرَوْا كَمْ اَهْلَكْنَا

کے ساتھ یہ لوگ استہزاء کیا کرتے تھے۔ کیا انھوں نے دیکھا نہیں کہ ہم ان سے

مِنْ قَبْلِهِمْ مِّنْ قَرْنٍ مَّكَّنّٰهُمْ فِي الْاَرْضِ

پہلے کتنی جماعتوں کو ہلاک کر چکے ہیں جن کو ہم نے دُنیا میں ایسی قوت دی تھی

مَا لَمْ نُمَكِّنْ لَّكُمْ وَاَرْسَلْنَا السَّمَاۗءَ عَلَيْهِمْ

کہ تم کو وہ قوت نہیں دی اور ہم نے اُن پر خوب بارشیں

مِّدْرَارًا ۠ وَّجَعَلْنَا الْاَنْهٰرَ تَجْرِيْ مِنْ

برسائیں۔ اور ہم نے ان کے نیچے سے نہریں جاری کیں پھر ہم نے

تَحْتِهِمْ فَاَهْلَكْنٰهُمْ بِذُنُوْبِهِمْ وَاَنْشَاْنَا

اُن کو اُن کے گناہوں کے سبب ہلاک کر ڈالا اور اُن کے بعد دوسری

مِنْۢ بَعْدِهِمْ قَرْنًا اٰخَرِيْنَ ۝۶

جماعتوں کو پیدا کر دیا ۞

مشرکین معاندین کے بارے میں اللہ تعالےٰ خبر دیتا ہے کہ جب کبھی خدا کی کوئی آیت اُن کے پاس آتی ہے۔ یعنی کوئی معجزہ یا خدائے تعالےٰ کی وحدانیت پر کوئی دلیل واضح یا رسول کی صداقت کی کوئی نشانی۔ تو یہ لوگ اس سے اعراض کرتے ہیں۔ اور اُس کی پرواہ تک نہیں کرتے۔ اور جب حق بات ان کے پاس آئی تو اس کا انکار کرنے لگے۔ اس کے بارے میں انھیں عنقریب معلوم ہو جائیگا۔ یہ بات ان کے لئے تہدید اور وعیدِ شدید ہے۔ کیونکہ انھوں نے حق کو جھٹلا دیا۔ اَب تکذیب کا نتیجہ انھیں دیکھنا ضروری ہے۔ اللہ انھیں سمجھا رہا ہے اور ڈرا رہا ہے کہ پہلے کے لوگوں نے بھی جو اُن سے زیادہ قوی اور کثیر التعداد تھے اور اموال و اولاد بھی زیادہ رکھتے تھے، دولت و حکومت بھی حاصل تھی، پھر بھی انھیں کیسا عذاب و نکال پہنچا تھا، اسی قسم کے عذاب سے تمہیں بھی سابقہ پڑ سکتا ہے۔ کیا انھوں نے نہیں دیکھا کہ ہم نے ان سے پہلے کتنی ہی قوموں کو ہلاک کر دیا ہے، جو دُنیا میں بڑی قدرت رکھتے تھے کہ ایسے اموال و اولاد و اعمال اور ایسی شان و شوکت تمہیں نصیب ہی نہیں، آسمان سے ہم ان کے لئے پانی برساتے تھے۔ کبھی انھیں قحط سے

سابقہ نہیں پڑا۔ ہم نے باغات چشمے اور نہریں دے رکھی تھیں اور اس سے مقصد فقط انہیں ڈھیل دینا تھا پھر ان کے گناہوں اور نافرمانیوں کے سبب انہیں ہلاک کر دیا اور ان کی جگہ پر دوسری قومیں آباد کیں۔ پہلے لوگ تو جانے والے دن کی طرح چلے گئے اور داستان بن کر رہ گئے، لیکن ان بعد لوگوں نے بھی پہلے کے لوگوں کی طرح عمل کیا اور سابقہ لوگوں کی طرح یہ بھی ہلاک ہو کر رہ گئے۔ چنانچہ اے لوگو! اس بات سے ڈرو کہ تمہیں بھی کہیں ایسے ہی حالات سے سابقہ نہ پڑے۔ تم سے تمہنا خدا کے لئے ان سے زیادہ اہم کام تو نہیں۔ تمہارا رسول جس کی تم تکذیب کر رہے ہو تو یہ تو ان کے رسول سے بھی زیادہ اکرم ہے اس لئے اگر وہ خاص طور پر اطاعت نہ کرے تو تم زیادہ عقوبت کے مستحق ہو،

وَلَوْ نَزَّلْنَا عَلَيْكَ كِتَابًا فِي قِرْطَاسٍ فَلَمَسُوهُ

اور اگر ہم کاغذ پر لکھا ہوا کوئی نوشتہ آپ پر نازل فرماتے پھر اس کو یہ لوگ

بِأَيْدِيهِمْ لَقَالَ الَّذِينَ كَفَرُوا إِنْ هَٰذَا

اپنے ہاتھوں سے چھو بھی لیتے تب بھی یہ کافر لوگ یہی کہتے کہ یہ کچھ بھی نہیں

إِلَّا سِحْرٌ مُبِينٌ ﴿۷﴾ وَقَالُوا لَوْلَا أُنْزِلَ

مگر صریح جادو ہے۔ اور یہ لوگ یوں کہتے ہیں کہ ان کے پاس کوئی

عَلَيْهِ مَلَكٌ ۖ وَلَوْ أَنْزَلْنَا مَلَكًا لَقُضِيَ الْأَمْرُ

فرشتہ کیوں نہیں بھیجا گیا اور اگر ہم کوئی فرشتہ بھیج دیتے تو سارا قصہ ہی ختم ہو جاتا

ثُمَّ لَا يُنْظَرُونَ ﴿۸﴾ وَلَوْ جَعَلْنَاهُ مَلَكًا

پھر ان کو ذرا مہلت نہ دی جاتی۔ اور اگر ہم اسکو فرشتہ تجویز کرتے تو ہم اسکو آدمی ہی بناتے

لَجَعَلْنَاهُ رَجُلًا وَلَلَبَسْنَا عَلَيْهِمْ مَا يَلْبِسُونَ ﴿۹﴾

اور ہمارے اس فعل سے پھر ان پر وہی اشکال ہوتا جو اب اشکال کر رہے ہیں

وَلَقَدِ اسْتُهْزِئَ بِرُسُلٍ مِنْ قَبْلِكَ

اور واقعی آپ سے پہلے جو پیغمبر ہوئے ہیں ان کے ساتھ بھی استہزاء کیا گیا ہے

فَحَاقَ بِالَّذِينَ سَخِرُوا مِنْهُمْ مَا كَانُوا بِهِ

پھر جن لوگوں نے ان سے تمسخر کیا تھا ان کو اس عذاب نے آ گھیرا

يَسْتَهْزِئُونَ ﴿۱۰﴾ قُلْ سِيرُوا فِي الْأَرْضِ

جس کا تمسخر اڑاتے تھے۔ آپ فرما دیجئے کہ ذرا زمین میں چلو پھرو

ثُمَّ انْظُرُوا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ

پھر دیکھ لو کہ تکذیب کرنے والوں کا کیا

الْمُكَذِّبِينَ ﴿۱۱﴾

انجام ہوا۔

ع

مشرکین کے عناد اور مکابرہ و منازعت کی خبر دیتے ہوئے اللہ پاک فرماتا ہے کہ اگر ہم تم پر کوئی ایسی بھی کتاب نازل کرتے جو کاغذوں میں لکھی ہوئی ہوتی جس کو وہ ہاتھ سے بھی چھو سکتے، اس کو آسمان سے اترتی دیکھ سکتے، تو پھر بھی یہ کافر یہی کہتے کہ یہ تو کھلا جادو ہے، جیسے کہ محسوسات کے اندر بھی ان کی فساد پسند طبیعت کا اقتضاء یہ ہے کہ اگر ہم ان پر آسمان کا ایک دروازہ کھول دیں جس میں اوپر چڑھنے بھی لگیں۔ تو یہی کہیں گے کہ ہماری آنکھیں بند ہو گئی ہیں اور ان پر نظر بندی ہو گئی ہے یا جیسا کہ فرمایا اگر آسمان کے ٹکڑے بھی گرتے ہوئے دیکھیں تو کہیں کہ بادل کے ٹکڑے ہیں۔ اور پھر ان کا کہنا یہ بھی ہے کہ رسول کے ساتھ کوئی فرشتہ لگا لپٹا کیوں نہیں رہتا ہے تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اگر ایسا ہو تو پھر تو بات ختم ہے وہ فرشتے کو دیکھنے کے بعد بھی وہی جادو کی رٹ لگائیں گے تو انہیں اس وقت کی طرح راہ راست پر آنے کے لئے مہلت دی ہی نہیں جائے گی۔ فوراً عذاب الٰہی آ پہنچے گا۔ اور فرمایا کہ جس روز وہ ملائکہ کو دیکھ ہی لیں گے تو پھر مجرمین کیلئے کوئی اچھی خبر ہے ہی نہیں۔ پھر آیت متذکرہ بالا میں ارشاد ہے کہ اگر ہم انسان رسول کے ساتھ کسی فرشتے کو بھی نازل کرتے تو وہ بھی انسان ہی کی شکل و صورت میں ان کے سامنے آتا۔ تاکہ وہ لوگ اس سے خطاب کر سکیں یا اس سے کوئی استفادہ پا سکیں، اور جب ایسا ہوتا تو بات ان پر مشتبہ ہو جاتی کہ جیسے رسول بشری کے بارے میں شک کر رہے ہیں۔ ملک بشری کے بارے

ہیں یہی شک انہیں دامنگیر ہوتا کیونکہ وہ بھی آخر بشر ہی کی شکل و صورت رکھتا۔ جیسا کہ ایک جگہ فرمایا ہے کہ آسمان سے تو ہم فرشتہ اُس وقت اُتارتے جب کہ زمین پر فرشتے چلتے پھرتے ہوتے اور جب ایسا نہیں تو پھر آسمان سے بھی کیوں اُتارا جائے گا۔ یہ تو خدا تعالیٰ کی رحمت ہے کہ جب مخلوق کیطرف وہ کوئی رسول بھیجتا ہے تو انھیں میں سے بھیجتا ہے تاکہ ایک دوسرے سے بات کرسکیں اور اس رسول سے انتفاع ان لوگوں کے لئے ممکن ہو، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ مومنین پر خدا کا یہ احسان ہے کہ اُن کا رسول انھیں میں کا ایک آدمی ہے جو اُن پر خدا تعالیٰ کی آیتیں پیش کرتا ہے اور اُن کو پاک بناتا ہے ورنہ وہ فرشتہ کی طرف تو اُس کے نور کی وجہ سے نظر بھی نہیں ڈال سکتے۔ اور بات پھر بھی اُن پر مشتبہ ہی ہو جاتی۔ اور اے نبیؐ! تم سے پہلے کے نبیوں کے ساتھ بھی تو اسی قسم کا مذاق کیا گیا تھا۔ چنانچہ اس مذاق و استہزاء کے سبب یہ قومیں ہلاک ہو گئیں۔ اس آیت کے ذریعہ نبی صلعم کو ڈھارس دی گئی ہے کہ اگر کسی نے تمہاری تکذیب کی تو پرواہ نہ کرو، پھر مومنین کو اپنی نصرت اور عاقبت حسنہ کا وعدہ دیا گیا اور آخر میں یہ بھی فرمایا کہ دُنیا میں چل پھر کر تو دیکھو کہ قرونِ ماضیہ میں جن لوگوں نے پیغمبروں کو جھٹلایا اُن کی بستیوں کے کیسے کھنڈر پڑے ہیں اور دُنیاوی عقوبت کا انہیں کیسا عذاب دیا گیا اور پھر آخرت میں الگ عذاب دیا جائیگا۔ اور پھر رسولوں اور مومنوں کو ہم نے کیسا بچا لیا تھا۔

قُلْ لِّمَنْ مَّا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ قُلْ

آپ کہئے کہ جو کچھ آسمانوں اور زمین میں موجود ہے یہ سب کس کی ملکیت ہے، آپ کہہ دیجئے

لِّلّٰهِ كَتَبَ عَلٰى نَفْسِهِ الرَّحْمَةَ لَيَجْمَعَنَّكُمْ

کہ سب اللہ ہی کی ملکیت ہے، اللہ تعالیٰ نے مہربانی فرمانا اپنے اوپر لازم فرما لیا ہے، تم کو اللہ قیامت

اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ لَا رَيْبَ فِيْهِ اَلَّذِيْنَ

کے روز جمع کریں گے اس میں کوئی شک نہیں۔ جن لوگوں نے اپنے کو

خَسِرُوْا اَنْفُسَهُمْ فَهُمْ لَا يُؤْمِنُوْنَ ⑫ وَلَهٗ

ضائع کر لیا ہے سو وہ ایمان نہ لاویں گے۔ اور اللہ ہی کی ملک

مَا سَكَنَ فِي الَّيْلِ وَالنَّهَارِ وَهُوَ السَّمِيْعُ

ہے جو کچھ رات میں اور دن میں رہتی ہیں۔ اور وہی ہے بڑا سننے والا

الْعَلِيْمُ ⑬ قُلْ اَغَيْرَ اللّٰهِ اَتَّخِذُ وَلِيًّا

بڑا جاننے والا۔ آپ کہئے کہ کیا اللہ تعالیٰ کے سوا جو کہ آسمانوں اور زمین

فَاطِرِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَهُوَ يُطْعِمُ وَلَا

کے پیدا کرنے والے ہیں اور جو کہ کھانے کو دیتے ہیں اور اُن کو کوئی کھانے کو نہیں دیتا

يُطْعَمُ قُلْ اِنِّيْٓ اُمِرْتُ اَنْ اَكُوْنَ اَوَّلَ مَنْ

کسی کو معبود قرار دوں۔ آپ فرما دیجئے کہ مجھ کو یہ حکم ہوا ہے کہ سب سے پہلے میں اسلام قبول

اَسْلَمَ وَلَا تَكُوْنَنَّ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ⑭ قُلْ

کروں اور تم مشرکین میں سے ہرگز نہ ہونا۔ آپ کہہ دیجئے کہ

اِنِّيْٓ اَخَافُ اِنْ عَصَيْتُ رَبِّيْ عَذَابَ

میں اگر اپنے رب کا کہنا نہ مانوں تو میں ایک بڑے دن

يَوْمٍ عَظِيْمٍ ⑮ مَنْ يُّصْرَفْ عَنْهُ يَوْمَئِذٍ

کے عذاب سے ڈرتا ہوں۔ جس شخص سے اس روز وہ عذاب ہٹا دیا جائے گا

فَقَدْ رَحِمَهٗ وَذٰلِكَ الْفَوْزُ الْمُبِيْنُ ⑯

تو اس پر اللہ تعالیٰ نے بڑا رحم کیا اور یہ صریح کامیابی ہے۔

خبر دی جا رہی ہے کہ اللہ پاک مالک السموات والارض ہے اور اُس نے اپنے نفس پر رحمت واجب قرار دے لی ہے۔ حضرت نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے جب مخلوق کو پیدا کیا تو لوح محفوظ میں لکھ دیا کہ میری رحمت میرے غضب پر غالب رہے گی۔ ارشاد ہے کہ یقیناً وہ قیامت کے روز تم سب کو جمع کریگا۔ یہاں لام بطور قسم کے ہے گویا اُس نے قسم کھا رکھی ہے کہ یوم مقررہ کے وقت وہ اپنے سارے بندوں کو جمع کریگا۔ مومنین کو تو اس میں شک نہیں لیکن کافر شک میں پڑے ہوئے ہیں۔ آنحضرتؐ سے سوال کیا گیا کہ کیا وہاں چشمے بھی ہیں؟ تو آپ نے فرمایا کہ خدا کی قسم وہاں چشمے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے نیک بندے انبیاء وغیرہ

اپنے اپنے حوضوں پر وارد ہوں گے۔ اللہ پاک ستر ہزار فرشتے بھیجے گا جن کے ہاتھوں میں آگ کے ڈنڈے ہونگے اور انبیاء کے حوضوں پر وارد ہونے والے کفار کو وہاں سے ہانک دیں گے، یہ حدیث غریب ہے۔ اور ترمذی میں ہے، آپ نے فرمایا کہ ہر نبی کا ایک حوض ہوگا اور مجھے امید ہے کہ میرے حوض پر سب سے زیادہ مجمع ہوگا۔ اللہ فرماتا ہے کہ وہ لوگ جو آخرت کے لحاظ سے گھاٹے میں ہیں وہی ہیں جو ایمان نہیں لا رہے ہیں اور اس یومِ آخرت سے ڈرتے نہیں، پھر فرمایا کہ جو مخلوق بھی دن میں بستی ہے یا رات میں وہ سب اُسکے تحت تصرف ہے اور زیرِ انتظام ہے وہ بندوں کی باتوں کو سنتا ہے اور اُن کی حرکات کو اور دلوں کے بھیدوں کو جانتا ہے، پھر اپنے رسول سے جس کو توحیدِ عظیم اور شریعِ قویم عنایت فرمائی، فرماتا ہے کہ لوگوں کو صراطِ مستقیم کی طرف بلاؤ اور کہہ دو کہ آسمانوں اور زمین میں کیا خدا کے سوا میں کسی دوسرے کو ولی بناؤں، جیسا کہ فرمایا کہدو۔ اے جاہلو! کیا تم مجھے حکم دیتے ہو خدا کے سوا کسی اور کو پوجوں۔ مطلب یہ ہے کہ وہ فاطر السمٰوٰت والارض ہے۔ بغیر کسی نمونے کے اس نے زمین و آسمان کو وجود میں لایا۔ اسکو چھوڑ کر کسی اور کو کیسے پوجوں، وہ سب کو کھلاتا ہے، اسکو نہیں کھلایا جاتا۔ حالانکہ وہ بندوں کا حاجتمند نہیں کہ غرض متعلق ہو جیسا کہ فرمایا کہ جن و انس کو میں نے صرف اپنی عبادت و عبودیت کے لئے پیدا کیا۔ بعض نے لَا يُطْعَمُ پڑھا ہے یعنی وہ خود کچھ نہیں کھاتا۔ حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ اہلِ قبا کے ایک انصاری نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت کی۔ ہم سب بھی گئے۔ آپ جب کھانے سے فارغ ہو چکے تو فرمایا کہ خدا کا شکر جو کھلاتا ہے اور خود کچھ نہیں کھاتا۔ ہم پر احسان فرماتا ہے۔ ہمیں کھانا کھلایا، پانی پلایا، ہمارے برہنہ جسم پر لباس پہنایا، ہم خدا کو نہیں چھوڑ سکتے۔ کفرانِ نعمت نہیں کر سکتے نہ اس سے بے نیاز ہی ہو سکتے ہیں۔ اُس نے گمراہی سے بچایا، دل کے اندھے پن سے دور رکھا۔ ساری مخلوقات پر

ہمیں فضیلت عنایت فرمائی۔ کہدو اے نبی! کہ مجھے حکم دیا گیا ہے کہ سب سے پہلا مسلمان بنوں اور شرک نہ کروں۔ اگر میں خدا کی نافرمانی کروں تو مجھے عذاب یومِ عظیم کا ڈر ہے، قیامت کے روز جس پر سے عذاب ہٹ گیا اس پر بڑی مرحمت ہوئی اور یہ بہت بڑی کامیابی رہی جیسا کہ فرمایا کہ جو دوزخ سے دور رکھا گیا اور جنت میں بھیجا گیا وہ بڑا ہی کامیاب شخص ہے۔

وَإِن يَمْسَسْكَ اللَّهُ بِضُرٍّ فَلَا كَاشِفَ لَهُ

اور اگر تجھ کو اللہ کوئی تکلیف پہنچائے تو اس کا دور کرنے والا سوا اللہ تعالیٰ کے اور کوئی

إِلَّا هُوَ وَإِن يَمْسَسْكَ بِخَيْرٍ فَهُوَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ

نہیں اور اگر تجھ کو اللہ کوئی نفع پہنچا دیں تو وہ ہر چیز پر پوری قدرت رکھنے والے

قَدِيرٌ ⑰ وَهُوَ الْقَاهِرُ فَوْقَ عِبَادِهِ وَهُوَ الْحَكِيمُ

ہیں اور وہی اللہ اپنے بندوں کے اوپر غالب ہیں برتر ہیں اور وہی بڑی حکمت والے

الْخَبِيرُ ⑱ قُلْ أَيُّ شَيْءٍ أَكْبَرُ شَهَادَةً

اور پوری خبر رکھنے والے ہیں۔ آپ کہیے کہ سب سے بڑھ کر چیز گواہی دینے کے لئے کون ہے

قُلِ اللَّهُ شَهِيدٌ بَيْنِي وَبَيْنَكُمْ وَأُوحِيَ

آپ کہیے کہ میرے اور تمہارے درمیان اللہ تعالیٰ گواہ ہے اور میرے پاس

إِلَيَّ هَٰذَا الْقُرْآنُ لِأُنذِرَكُم بِهِ وَمَن

یہ قرآن بطور وحی کے بھیجا گیا ہے تاکہ میں اس قرآن کے ذریعہ سے تم کو اور جس جس کو یہ قرآن

بَلَغَ أَئِنَّكُمْ لَتَشْهَدُونَ أَنَّ مَعَ اللَّهِ آلِهَةً

پہنچے سب کو ڈراؤں کیا تم سچ مچ یہی گواہی دو گے کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ کچھ اور معبود بھی ہیں۔

أُخْرَىٰ قُل لَّا أَشْهَدُ قُلْ إِنَّمَا

آپ کہہ دیجئے کہ میں تو گواہی نہیں دیتا۔ آپ فرما دیجئے کہ بس

هُوَ إِلَٰهٌ وَاحِدٌ وَإِنَّنِي بَرِيءٌ مِّمَّا

وہ تو ایک ہی معبود ہے اور بے شک میں تمہارے شرک سے

تُشْرِكُونَ ⑲ الَّذِينَ آتَيْنَاهُمُ الْكِتَابَ

بیزار ہوں۔ جن لوگوں کو ہم نے کتاب دی ہے وہ لوگ رسول کو

يَعْرِفُونَهُ كَمَا يَعْرِفُونَ أَبْنَاءَهُمُ الَّذِينَ

پہچانتے ہیں جس طرح اپنے بیٹوں کو پہچانتے ہیں جن لوگوں نے اپنے

ع ۱۰/۸

خَسِرُوْٓا اَنْفُسَهُمْ فَهُمْ لَا یُؤْمِنُوْنَ ⑳

کو ضائع کر لیا ہے سو وہ ایمان نہ لائیں گے

وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰی عَلَی اللّٰهِ

اور اس سے زیادہ اور کون بے انصاف ہوگا جو اللہ تعالیٰ پر جھوٹ بہتان باندھے،

كَذِبًا اَوْ كَذَّبَ بِاٰیٰتِهٖ ؕ اِنَّهٗ لَا یُفْلِحُ

یا اللہ تعالیٰ کی آیات کو جھوٹا بتلا دے ایسے بے انصافوں کو رستگاری

الظّٰلِمُوْنَ ㉑

نہ ہوگی۔

اللہ تعالیٰ خبر دے رہا ہے کہ وہ مالک مضرت و نفع ہے وہ اپنی مخلوقات میں جیسا چاہے تصرف کرے اس کی حکمت کو نہ کوئی پیچھے ڈالنے والا ہے نہ اس کی قضا کو کوئی روکنے والا ہے۔ اگر وہ مضرت کو روک دے تو کوئی جاری کرنے والا نہیں اور خیر کو جاری کر دے تو کوئی روکنے والا نہیں۔ جیسا کہ فرمایا: مَا یَفْتَحِ اللّٰهُ لِلنَّاسِ مِنْ رَّحْمَةٍ یعنی خدا جسے جو رحمت دینا چاہے اسے کوئی روک نہیں سکتا اور جس سے وہ روک لے اسے کوئی دے نہیں سکتا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم فرمایا کرتے تھے اَللّٰهُمَّ لَا مَانِعَ لِمَا اَعْطَیْتَ وَلَا مُعْطِیَ لِمَا مَنَعْتَ وَلَا یَنْفَعُ ذَا الْجَدِّ مِنْكَ الْجَدُّ اسی لئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے وَهُوَ الْقَاهِرُ فَوْقَ عِبَادِهٖ یعنی وہ خدا وہ ہے جس کے لئے لوگوں کے سر جھک گئے ہیں۔ ہر شے پر وہ غالب ہے اس کی عظمت و کبریائی اور علو قدر کے سامنے سب پست ہیں، اس کا ہر فعل حکمت پر مشتمل ہے وہ مواضع اشیاء سے باخبر ہے اگر وہ کچھ دیتا ہے تو مستحق ہی کو دیتا ہے اور روک دیتا ہے تو غیر مستحق سے روک دیتا ہے۔ پھر فرماتا ہے کہ سب سے بڑی شہادت کس کی شہادت ہے، پھر فرماتا ہے کہ کہہ دو کہ اللہ تمہارے اور ان کے درمیان گواہ کی حیثیت میں ہے اور یہ قرآن میری طرف نازل کیا گیا ہے تاکہ میں تمہیں ڈراؤں۔ اور اسے بھی جس تک یہ قرآن پہنچے جیسا کہ فرمایا:

وَمَنْ یَّكْفُرْ بِهٖ مِنَ الْاَحْزَابِ فَالنَّارُ مَوْعِدُهٗ۔ یعنی ان لوگوں میں سے جو کفر اختیار کرے گا تو دوزخ اس کی وعدہ گاہ ہے اور جس تک قرآن پہنچ جائے تو گویا اس نے نبیؐ سے ملاقات کر لی۔ حضرتؐ نے فرمایا ہے کہ جس تک میرا قرآن پہنچا گویا میں نے خود اسے تبلیغ کر دی حضرتؐ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کی آیتیں دوسروں تک پہنچاؤ جسکو کتاب اللہ کی کوئی آیت پہنچ گئی تو خدا کا اس کو حکم پہنچ گیا۔ ربیع بن انس نے کہا ہے کہ تابع رسول پر لازم ہے کہ اس طرح اسلام کی دعوت دے جس طرح آں حضرتؐ دیتے تھے اور اس طرح ڈرائے جیسے حضرتؐ ڈراتے تھے۔ قولہ تعالیٰ اَئِنَّكُمْ لَتَشْهَدُوْنَ اَنَّ مَعَ اللّٰهِ اٰلِهَةً اُخْرٰی ؕ قُلْ لَّاۤ اَشْهَدُ یعنی اے مشرکو! کیا واقعی تم گواہی دیتے ہو کہ خدا کے ساتھ اور دوسرے خدا بھی ہیں۔ کہہ دو کہ ایسی گواہی تو میں نہیں دے سکتا۔ جیسے کہ فرمایا: فَاِنْ شَهِدُوْا فَلَا تَشْهَدْ مَعَهُمْ اگر وہ گواہی دیں بھی تو اے نبی! تم ایسی گواہی نہ دینا۔ قُلْ اِنَّمَا هُوَ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ وَّاِنَّنِیْ بَرِیْٓءٌ مِّمَّا تُشْرِكُوْنَ پھر اہل کتاب کے بارے میں فرماتا ہے کہ یہ قرآن کو ایسے بہتر طور پر جانتے ہیں جیسا کہ وہ اپنی اولاد کو جانتے ہیں کیونکہ ان کی کتابوں میں مرسلین متقدمین کے بارے میں لکھا ہوا ہے کہ یہ سارے پیغمبر وجود محمدؐ کی وجہ سے وجود میں آئے ہیں۔ وہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی ہر صفت سے ان کے وطن ان کی ہجرت ان کی امت کے اوصاف، غرض یہ کہ اپنی کتابوں میں ان ساری باتوں کا داخلہ پاتے ہیں۔ اسی لئے فرمایا کہ اَلَّذِیْنَ خَسِرُوْٓا اَنْفُسَهُمْ فَهُمْ لَا یُؤْمِنُوْنَ یعنی جن لوگوں نے اپنی ذات کو نقصان پہنچا لیا وہی ہیں کہ ایمان نہیں لاتے۔ حالانکہ بات بالکل واضح ہے، انبیاءؑ نے آپ کی بشارتیں دی ہیں اور قدیم زمانے سے آپ کی پیغمبری اور آپ کے وجود کی پیشین گوئی کرتے چلے آئے ہیں۔ وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰی عَلَی اللّٰهِ كَذِبًا اَوْ كَذَّبَ بِاٰیٰتِهٖ۔ یعنی اس شخص سے بڑھ کر کوئی ظالم

نہیں جو اللہ پر جھوٹ تہمت باندھے کہ اللہ نے اُسے پیغمبر بنا کر بھیجا ہے اور پھر اُس سے بڑھ کر ظالم کون ہے جو اللہ کی آیتوں اور دلائل و براہین کو جھٹلا دے اِنَّهٗ لَا يُفْلِحُ الظّٰلِمُوْنَ یہ مفتری اور مکذب کبھی فلاح نہیں پائیں گے،

وَيَوْمَ نَحْشُرُهُمْ جَمِيْعًا ثُمَّ نَقُوْلُ لِلَّذِيْنَ

وہ دن بھی یاد کرنے کے قابل ہے جس روز ہم ان تمام خلائق کو جمع کریں گے پھر ہم مشرکین سے

اَشْرَكُوْٓا اَيْنَ شُرَكَآؤُكُمُ الَّذِيْنَ كُنْتُمْ

کہیں گے کہ تمہارے وہ شرکاء جن کے معبود ہونے کا تم دعویٰ کرتے تھے

تَزْعُمُوْنَ (22) ثُمَّ لَمْ تَكُنْ فِتْنَتُهُمْ اِلَّآ

کہاں گئے۔ پھر ان کے شرک کا انجام اس کے سوا اور کچھ بھی نہ ہوگا کہ وہ

اَنْ قَالُوْا وَاللّٰهِ رَبِّنَا مَا كُنَّا مُشْرِكِيْنَ (23)

یوں کہیں گے کہ قسم اللہ کی اپنے پروردگار کی ہم مشرک نہ تھے۔

اُنْظُرْ كَيْفَ كَذَبُوْا عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ وَضَلَّ

ذرا دیکھو تو کس طرح جھوٹ بولا اپنی جانوں پر اور جن چیزوں کو وہ جھوٹ موٹ

عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا يَفْتَرُوْنَ (24) وَمِنْهُمْ مَّنْ

تراشا کرتے تھے وہ سب غائب ہو گئے ہیں۔ اور ان میں بعضے ایسے ہیں کہ آپ

يَّسْتَمِعُ اِلَيْكَ ۚ وَجَعَلْنَا عَلٰى قُلُوْبِهِمْ اَكِنَّةً

کی طرف کان لگاتے ہیں۔ اور ہم نے ان کے دلوں پر حجاب ڈال رکھے ہیں

اَنْ يَّفْقَهُوْهُ وَفِيْٓ اٰذَانِهِمْ وَقْرًا ۭ وَاِنْ

اس سے کہ وہ اس کو سمجھیں اور ان کے کانوں میں ڈاٹ دے رکھی ہے۔ اور اگر وہ لوگ

يَّرَوْا كُلَّ اٰيَةٍ لَّا يُؤْمِنُوْا بِهَا ۭ حَتّٰٓى اِذَا

تمام دلائل کو دیکھ لیں تب بھی ان پر کبھی ایمان نہ لاویں۔ یہاں تک کہ جب یہ لوگ

جَاۗءُوْكَ يُجَادِلُوْنَكَ يَقُوْلُ الَّذِيْنَ

آپ کے پاس آتے ہیں تو آپ سے خواہ مخواہ جھگڑتے ہیں یہ لوگ جو کافر ہیں یوں کہتے

كَفَرُوْٓا اِنْ هٰذَآ اِلَّآ اَسَاطِيْرُ الْاَوَّلِيْنَ (25)

ہیں کہ یہ تو کچھ بھی نہیں صرف بے سند باتیں ہیں جو پہلوں سے چلی آرہی ہیں۔ اور

وَهُمْ يَنْهَوْنَ عَنْهُ وَيَنْــــَٔـوْنَ عَنْهُ ۚ وَاِنْ

یہ لوگ اس سے اوروں کو بھی روکتے ہیں اور خود بھی اس سے دور دور رہتے ہیں۔ اور یہ لوگ اپنے

يُّهْلِكُوْنَ اِلَّآ اَنْفُسَهُمْ وَمَا يَشْعُرُوْنَ (26)

ہی کو تباہ کر رہے ہیں اور کچھ خبر نہیں رکھتے۔

ہم جب قیامت کے روز اُن سب کو جمع کریں گے تو ان اقسام و اوثان کے بارے میں اُن سے پوچھیں گے جنہیں یہ خدا کو چھوڑ کر پوجتے رہتے تھے کہ تمہارے وہ بُت کہاں گئے جنہیں تم شریکِ خدا قرار دیتے تھے۔ قولہ تعالےٰ ثُمَّ لَمْ تَكُنْ فِتْنَتُهُمْ اِلَّآ اَنْ قَالُوْا وَاللّٰهِ رَبِّنَا مَا كُنَّا مُشْرِكِيْنَ یعنی ان کی معذرت اور احتجاج یہی ہوگا کہ اللہ کی قسم ہم تو مشرک نہیں تھے۔ ابن عباس رض سے مروی ہے کہ ان کے پاس ایک آدمی آیا اور کہا کہ اے ابن عباس رض آپ نے سُنا کہ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے وَاللّٰهِ رَبِّنَا مَا كُنَّا مُشْرِكِيْنَ لیکن یہ کیسے ہوگا؟ تو ابن عباس نے فرمایا کہ جب یہ مشرکین دیکھیں گے کہ اہلِ صلوٰۃ کے سوا کوئی جنت میں نہیں داخل ہو رہا ہے تو آپس میں کہیں گے کہ آؤ ہم شرک کا انکار کر دیں۔ چنانچہ وہ اپنے مشرک ہونے کا انکار کریں گے تو اللہ تعالےٰ ان کی زبانوں پر مُہر لگا دے گا تو پھر ان کے ہاتھ پاؤں از خود گواہی دینے لگیں گے اور کوئی بات چھپا نہیں سکیں گے۔ اے شخص اب تو کوئی شک تمہارے دل میں باقی نہیں رہا قرآن میں کوئی ایسی بات باقی نہیں رہ گئی ہے جو وضاحت طلب ہو، لیکن تم نہیں سمجھ سکتے اور تاویل و توجیہہ نہیں کر سکتے ابن عباس رض نے کہا کہ یہ آیت منافقین کے بارے میں اُتری لیکن یہاں پر شبہ وارد ہوتا ہے کہ یہ آیت تو مکہ میں اُتری ہے اور مکہ میں منافقین کہاں تھے یہ تو اسلام کے مقبولِ عام ہونے کے بعد مدینے میں انکا گروہ پیدا ہوا منافقین کے بارے میں جو آیت اُتری ہے وہ آیت مجادلہ ہے۔ یعنی يَوْمَ يَبْعَثُهُمُ اللّٰهُ جَمِيْعًا فَيَحْلِفُوْنَ لَهٗ یعنی جس روز اللہ انکو قیامت میں جمع کرے گا تو وہ خدا کی قسم کھا کھا کر بیان کریں گے اور اسی طرح ان

لوگوں کے بارے میں فرمایا ہے کہ اُنْظُرْ كَيْفَ كَذَبُوْا
عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ وَضَلَّ عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا يَفْتَرُوْنَ ۝ یعنی
دیکھو تو انھوں نے جان بوجھ کر کیسی جھوٹ بات کہی
اور جن بتوں کو وہ پوجتے تھے وہ کیسے ان سے منحرف ہو گئے
اس کے بعد ارشاد ہوتا ہے کہ ان میں سے بعض تمہاری
طرف کان لگا کر سنتے ہیں حالانکہ ہم نے ان کے دلوں پر
پردے ڈال دیئے ہیں تاکہ وہ سمجھ نہ سکیں اور ان کے
کانوں میں بہرا پن پیدا کر دیا ہے اور خواہ وہ خدا کی کیسی
ہی نشانی پائیں ایمان نہیں لاتے ہیں "وحی سننے کے لئے
آتے ہیں لیکن یہ سننا ان کو کوئی فائدہ نہیں دیتا جیسا کہ
اللہ تعالیٰ نے ایک اور مقام پر فرمایا۔ کہ "ان کی مثال ان چوپایوں
کی ہے جو اپنے چرواہے کی آواز کو سنتے ہیں لیکن مطلب
خاک نہیں سمجھتے" پھر آیتِ زیرِ ذکر میں فرماتا ہے کہ
آیات و دلائل و بینات وہ دیکھتے ہیں لیکن انھیں عقل
ہے نہ انصاف سے کام لیتے ہیں پھر کیا ایمان لائیں گے۔ اگر
ان میں کچھ بھی بھلائی کی صلاحیت ہوتی تو اللہ انھیں
سننے کی توفیق دیتا اور جب وہ تمہارے پاس آتے ہیں
تو تبلیغ کرنے لگتے ہیں اور باطل باتیں پیش کر کے حق
کے اندر بحث و مباحثہ شروع کر دیتے ہیں اور کہتے ہیں
کہ جو کچھ تم وحی کے نام سے پیش کر رہے ہو یہ تو پہلے لوگوں کی
کتابوں سے منقول ہے وہ نبی سے لوگوں کو روکتے ہیں،
اور خود بھی ان سے دور رہتے ہیں يَنْهَوْنَ کی تفسیر میں
دو قول ہیں ایک تو یہ کہ اتباعِ حق اور تصدیقِ رسول
اور انقیادِ قرآن سے لوگوں کو روکتے ہیں اور خود بھی
ان سے دور رہتے ہیں۔ گویا دو فعلِ قبیح کرتے ہیں نہ خود
فائدہ اٹھاتے ہیں نہ دوسروں کو فائدہ اٹھانے دیتے
ہیں اور دوسرا قول یہ ہے کہ يَنْهَوْنَ عَنْهُ سے مراد ع ۳
یہ ہے کہ لوگ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو تکلیف پہنچانے کی ۱۰
کوشش کرتے تھے تو ابو طالب انھیں روکتے تھے، ۹

انھیں سے متعلق یہ آیت اتری۔ سعید بن ہلال کہتے ہیں کہ حضرت
کے دس چچا تھے۔ بظاہر آپ کے بڑے ہمدرد لیکن باطن میں
آپ کے برخلاف۔ یہ سب قتلِ نبی سے لوگوں کو روکتے تھے
لیکن افسوس کہ ایمان کی برکت حاصل کرنے سے خود محروم
رہ جاتے تھے، ارشاد ہوتا ہے کہ وہ غیر شعوری طور پر اپنے
ہی نفوس کو ہلاک کر رہے ہیں وہ اس بات کو سمجھتے ہی نہیں کہ اپنی
ہی ذات کو نقصان و مضرت پہنچا رہے ہیں۔

وَلَوْ تَرٰٓى اِذْ وُقِفُوْا عَلَى النَّارِ فَقَالُوْا يٰلَيْتَنَا
اور اگر آپ اس وقت دیکھیں جبکہ یہ دوزخ کے پاس کھڑے کئے جائیں گے تو کہیں گے ہائے کیا

نُرَدُّ وَلَا نُكَذِّبَ بِاٰيٰتِ رَبِّنَا وَنَكُوْنَ مِنَ
اچھی بات ہو کہ ہم پھر واپس بھیج دیئے جائیں اور اگر ایسا ہو جائے تو ہم اپنے رب کی آیات کو نہ جھٹلائیں

الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۲۷﴾ بَلْ بَدَا لَهُمْ مَّا كَانُوْا
اور ہم ایمان والوں سے ہو جائیں بلکہ جس چیز کو اس کے قبل دبایا کرتے تھے وہ

يُخْفُوْنَ مِنْ قَبْلُ ۭ وَلَوْ رُدُّوْا لَعَادُوْا
ان کے سامنے آگئی ہے اور اگر یہ لوگ پھر واپس بھیج دیئے جائیں تب بھی یہ وہی

لِمَا نُهُوْا عَنْهُ وَاِنَّهُمْ لَكٰذِبُوْنَ ﴿۲۸﴾
کام کریں جس سے ان کو منع کیا گیا تھا اور یقیناً یہ بالکل جھوٹے ہیں۔

وَقَالُوْٓا اِنْ هِىَ اِلَّا حَيَاتُنَا الدُّنْيَا وَمَا
اور یہ کہتے ہیں کہ جینا اور کہیں نہیں صرف یہی فی الحال کا جینا ہے اور ہم زندہ

نَحْنُ بِمَبْعُوْثِيْنَ ﴿۲۹﴾ وَلَوْ تَرٰٓى اِذْ وُقِفُوْا
نہ کئے جاویں گے اور اگر آپ اس وقت دیکھیں جب یہ اپنے رب کے سامنے

عَلٰى رَبِّهِمْ ۭ قَالَ اَلَيْسَ هٰذَا بِالْحَقِّ ۭ
کھڑے کئے جاویں گے۔ اللہ فرمائے گا کیا یہ امر واقعی نہیں ہے۔ وہ کہیں گے

قَالُوْا بَلٰى وَرَبِّنَا ۭ قَالَ فَذُوْقُوا الْعَذَابَ
بے شک قسم اپنے رب کی۔ اللہ فرمائے گا تو اب اپنے کفر کے عوض

بِمَا كُنْتُمْ تَكْفُرُوْنَ ﴿۳۰﴾
عذاب چکھو۔

اللہ پاک کفار کا حال بیان فرماتا ہے کہ جب وہ قیامت کے روز آگ کے سامنے کھڑے کئے جائیں گے اور اس کے طوق اور سلاسل کو دیکھیں گے تو کہنے لگیں گے کہ کاش ہم پھر دنیا میں واپس کئے جائیں اب کی بار ہم صالح عمل کریں گے اور رب کی آیات کو نہ جھٹلائیں گے۔ ایمان لائیں گے۔

اللہ پاک فرماتا ہے کہ نہیں بلکہ یہ بات ہے کہ کفر و تکذیب و معاندت کی جو باتیں انھوں نے اپنے نفوس میں چھپا رکھی تھیں وہ اب ظاہر ہو گئی ہیں اگرچہ دنیا یا آخرت میں اسکا انھوں نے انکار کیا ہو۔ جیسا کہ ابھی ابھی اللہ پاک نے فرمایا ہے کہ انکی حجت فقط یہ ہے کہ ہم مشرک نہیں تھے، دیکھو کہ انھوں نے کیسی جھوٹی باتیں بنائیں اور یہ بھی محتمل ہے کہ ان پر اب یہ ظاہر ہو گیا ہے کہ دنیا میں رسول کی صداقت جاننے کے باوجود وہ جو ایمان نہیں لاتے تھے اس وقت یہی معرض بحث میں ہے یعنی جان کر بھی ایمان نہ لانا۔ یہ چیز یہاں آکر ظاہر ہو گئی ہے۔ دنیا میں یہ راز فاش نہ ہو سکا تھا۔ جیسا کہ موسیٰؑ نے فرعون سے کہا تھا کہ "اے فرعون تو اچھی طرح جانتا ہے کہ اس کو خدا ہی نے نازل فرمایا ہے" اور اللہ پاک نے بھی فرعون اور قوم فرعون سے متعلق فرمایا کہ انھوں نے انکار کرنے کو کر دیا لیکن ان کے دل یقین رکھتے ہیں کہ یہ ہماری طرف سے ظلم و زیادتی ہے اور یہ بھی محتمل ہے کہ اس سے مراد وہ منافقین ہوں جو لوگوں کے سامنے تو ایمان لائے ہوتے لیکن باطن میں کافر ہوتے۔ یہ کفار کے اس کلام کی خبر دی جا رہی ہے جو وہ قیامت کے روز کریں گے۔ اس میں کوئی حرج نہیں کہ یہ سورت مکی ہے اور نفاق تو مدینے والوں میں تھا یا اسکے اطراف کے اعراب میں۔ پھر مکی سورت میں منافقین کیسے مذکور ہو سکتے ہیں۔ کیونکہ اللہ تعالے نے سورۂ مکیہ میں بھی وقوع نفاق کا ذکر فرمایا ہے اور وہ سورۂ عنکبوت ہے فرماتا ہے وَلَيَعْلَمَنَّ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَلَيَعْلَمَنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ یعنی اللہ ایمان والوں کو بھی جانتا ہے اور منافقین کو بھی اسی بنا پر کہا گیا کہ

منافقین جب دار الآخرة میں معائنہ عذاب کر لیں گے تو کفر و نفاق کو چھپانے کے بعد ان پر یہ بات ظاہر ہو جائے گی کہ ہمارا ایمان ظاہری ایمان تھا۔ چنانچہ یہ جو فرمایا کہ وہ چھپاتے تھے، اب ظاہر ہو گیا سو اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ دنیا کی طرف واپسی جو چاہتے ہیں وہ ایمان کے ساتھ رغبت و محبت کی بنا پر نہیں بلکہ جو عذاب بروز قیامت انھوں نے دیکھ لیا ہے اس سے ڈر گئے ہیں کہ اب اپنے کفر کی سزا ملے گی۔ اس لئے دوزخ سے موقتی طور پر بچنے کے لئے دنیا کی طرف رجعت چاہتے ہیں اور اگر وہ دنیا میں پھر بھیجے بھی جائیں تو ضرور پھر کفر ہی کرنے لگیں گے اور ان کا یہ کہنا کہ اب کے ہم تکذیب نہیں کریں گے اور ایمان دار بنے رہیں گے سب غلط ہے۔ وہ تو کہتے ہیں کہ جو کچھ ہے وہ صرف یہی زندگی ہے۔ کون دوبارہ اٹھایا جاتا ہے کاش تم دیکھ سکتے کہ وہ اپنے رب کے سامنے کیسے مایوس ہو کر کھڑے ہوئے ہیں۔ اللہ تعالے فرمائے گا کہ کیوں یہ روز قیامت حق ہے کہ نہیں؟ وہ کہیں گے ہاں اے خدا تیری قسم سچ ہے۔ حکم ہو گا کہ پھر تو اپنے کفر کا مزا چکھو، کیا یہ جادو ہے یا یہ کہ تمہیں کو دیدۂ بصیرت نہیں تھا۔

قَدْ خَسِرَ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِلِقَآءِ اللّٰهِ ؕ حَتّٰى

بیشک خسارہ میں پڑے وہ لوگ جنھوں نے اللہ سے ملنے کی تکذیب کی یہاں تک کہ

اِذَا جَآءَتْهُمُ السَّاعَةُ بَغْتَةً قَالُوْا

جب وہ معین وقت ان پر دفعۃً آپہونچا - کہنے لگیں گے کہ

يٰحَسْرَتَنَا عَلٰى مَا فَرَّطْنَا فِيْهَا ۙ وَهُمْ

ہائے افسوس ہماری کوتاہی پر جو اس کے بارے میں ہوئی - اور حالت ان کی

يَحْمِلُوْنَ اَوْزَارَهُمْ عَلٰى ظُهُوْرِهِمْ ؕ اَلَا

یہ ہوگی کہ وہ اپنے بار اپنی کمر پر لادے ہوں گے خوب سن لو کہ

سَآءَ مَا يَزِرُوْنَ ۝۳۱ وَمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَآ

بری چیز ہوگی جس بوجھ کو لادیں گے - اور دنیا کی زندگانی تو کچھ بھی نہیں

اِلَّا لَعِبٌ وَّلَهْوٌ ؕ وَلَلدَّارُ الْاٰخِرَةُ

بجز لہو و لعب کے ۔ اور پچھلا

خَيْرٌ لِّلَّذِيْنَ يَتَّقُوْنَ ؕ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ﴿۳۲﴾

متقیوں کے لیے بہتر ہے   کیا تم سوچتے سمجھتے نہیں ہو۔

مکذبین لقاءِ باری اور ان کی نامرادی و مایوسی کا ذکر ہو رہا ہے کہ جب اچانک قیامت آپہنچے تو اپنے اعمالِ قبیحہ پر انہیں کیسی ندامت ہوگی۔ اور کہیں گے کہ اے افسوس ہم نے خلافِ حق جو زیادتیاں کیں تھیں فِیْھَا کی ضمیر محتمل ہے کہ حیاتِ دنیوی اور اپنے اعمال کی طرف راجع ہو، اور اپنی پیٹھوں پر اپنے گناہوں کے بوجھ اٹھائے ہوں گے۔ حیف کہ وہ کیسا برا وزن اٹھائے ہوئے ہیں۔ قتادہ یَزِرُوْنَ کو یَعْمَلُوْنَ پڑھتے تھے۔ ابو مرزوق سے روایت ہے کہ جب کافر یا فاجر قبر سے اٹھیں گے تو ایک نہایت بدشکل مجسمہ ان کا استقبال کرے گا اس کے پاس سے سخت بدبو آتی ہوگی۔ وہ کافر شخص پوچھے گا۔ تو کون ہے؟ وہ شکل کہے گی تو مجھے نہیں پہچانتا میں تیرے اعمالِ خبیثہ کا مجسمہ ہوں، جو تو دنیا میں کرتا رہتا تھا۔ دنیا میں بہت دنوں تو مجھ پر سوار تھا۔ اب میں تجھ پر سوار ہوں گا۔ چنانچہ ارشاد ہوتا ہے کہ وَھُمْ يَحْمِلُوْنَ اَوْزَارَھُمْ عَلٰى ظُھُوْرِھِمْ۔ سُدی سے روایت ہے کہ جب کوئی گنہگار قبر میں داخل ہوتا ہے تو اس کے پاس ایک نہایت بدشکل صورت سامنے آتی ہے۔ کالا رنگ بدبودار میلے کپڑے۔ اسکے ساتھ قبر میں سکونت پذیر ہو جاتا ہے۔ وہ اسکو دیکھ کر کہتا ہے کہ کیا ہی برا ہے تیرا چہرہ۔ تو وہ کہے گا کہ تیرے اعمالِ قبیحہ کا میں عکس ہوں، ایسے ہی تجھے تیرے اعمال اور ایسے ہی بدبودار تھے تیرے تمام کام۔ وہ کہے گا تو ہے کون؟ تو کہے گا میں تیرا عمل ہوں، پھر وہ قیامت تک اسکے ساتھ قبر میں رہے گا۔ قیامت میں وہ اس سے کہے گا کہ لذات و شہوات کی شکل میں تجھ کو میں دنیا میں اٹھائے ہوئے تھا۔ آج کے روز تو مجھے اٹھائے گا۔ چنانچہ اس کے اعمال کا مجسمہ اس کی پیٹھ پر سوار ہو کر اس کو دوزخ کی طرف لیجائے گا۔ یہی اس آیت کی وضاحت ہے۔ ارشاد ہے کہ اگر حیاتِ دنیوی لہو ولعب ہے اور متقیوں کیلئے تو صرف دارالآخرت ہی ہے،

قَدْ نَعْلَمُ اِنَّهٗ لَيَحْزُنُكَ الَّذِيْ يَقُوْلُوْنَ

ہم خوب جانتے ہیں کہ آپ کو ان کے اقوال مغموم کرتے ہیں

فَاِنَّهُمْ لَا يُكَذِّبُوْنَكَ وَلٰكِنَّ الظّٰلِمِيْنَ

سو یہ لوگ آپ کو جھوٹا نہیں کہتے لیکن یہ ظالم تو اللہ کی آیتوں کا

بِاٰيٰتِ اللّٰهِ يَجْحَدُوْنَ ﴿۳۳﴾ وَلَقَدْ كُذِّبَتْ

انکار کرتے ہیں۔   اور   بہت سے پیغمبر جو آپ سے

رُسُلٌ مِّنْ قَبْلِكَ فَصَبَرُوْا عَلٰى مَا كُذِّبُوْا

پہلے ہوئے ہیں ان کی بھی تکذیب کی جا چکی ہے سو انہوں نے اس پر صبر ہی کیا کہ ان کی

وَاُوْذُوْا حَتّٰۤى اَتٰىهُمْ نَصْرُنَا ۚ وَلَا

تکذیب کی گئی اور ان کو ایذائیں پہنچائی گئیں یہاں تک کہ ہماری امداد ان کو پہنچی اور اللہ تعالیٰ کی

مُبَدِّلَ لِكَلِمٰتِ اللّٰهِ ۚ وَلَقَدْ جَآءَكَ

باتوں کا کوئی بدلنے والا نہیں۔   اور   آپ کے پاس بعض

مِنْ نَّبَاِى الْمُرْسَلِيْنَ ﴿۳۴﴾ وَاِنْ كَانَ

پیغمبروں کے بعض قصص پہنچ چکے ہیں۔   اور اگر آپ کو

كَبُرَ عَلَيْكَ اِعْرَاضُهُمْ فَاِنِ اسْتَطَعْتَ اَنْ

ان کا اعراض گراں گزرتا ہے تو اگر آپ کو یہ قدرت ہے کہ زمین میں

تَبْتَغِيَ نَفَقًا فِى الْاَرْضِ اَوْ سُلَّمًا فِى

کوئی سرنگ   یا آسمان میں کوئی سیڑھی   ڈھونڈھ لو

السَّمَآءِ فَتَاْتِيَهُمْ بِاٰيَةٍ ؕ وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ

پھر کوئی معجزہ لے آؤ تو کرو۔ اور اگر اللہ کو منظور ہوتا تو ان سب کو راہ پر

لَجَمَعَهُمْ عَلَى الْهُدٰى فَلَا تَكُوْنَنَّ مِنَ الْجٰهِلِيْنَ ﴿۳۵﴾

جمع کر دیتا   سو آپ نادانوں میں سے نہ ہوجیے۔

اِنَّمَا يَسْتَجِيْبُ الَّذِيْنَ يَسْمَعُوْنَ ؔ وَالْمَوْتٰى

وہی لوگ قبول کرتے ہیں جو سنتے ہیں۔ اور مُردوں کو اللہ تعالیٰ

يَبْعَثُهُمُ اللّٰهُ ثُمَّ اِلَيْهِ يُرْجَعُوْنَ ﴿۳۶﴾

زندہ کرکے اٹھاویں گے پھر سب اللہ ہی کی طرف لائے جاویں گے۔

قوم کی تکذیب و مخالفت پر اللہ تعالےٰ اپنے نبی کو تسکین دیتا ہے کہ ہم کو ان کی تکذیب اور تمہارے حسرن و

تاسف کا علم ہے۔ جیسا کہ ایک جگہ فرمایا کہ ہمیں اُن کی حرکت خوب معلوم ہے۔ "تم ملال نہ کرو" اور فرمایا کہ کیا اگر یہ ایمان نہ لائے تو آپ ان کے پیچھے اپنی جان گھلا ڈالیں گے کہاں تک اُن پر حسرت و افسوس کریں گے؟ پھر ارشاد ہوتا ہے کہ وہ درحقیقت تم کو کذب سے متہم نہیں کر رہے ہیں بلکہ حق سے عناد کے سبب آیات اللہ کا انکار کرتے ہیں اسی سے متعلق حضرت علیؓ سے مروی ہے کہ ابوجہل نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا کہ ہم تمھیں تو نہیں جھٹلاتے بلکہ تم جو دین پیش کرتے ہو اُسکو جھٹلاتے ہیں۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اس آیت کو اتارا۔

ابو یزید مدنی سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور ابوجہل کی ملاقات ہوئی۔ ابوجہل نے مصافحہ کیا تو اس کے ایک ساتھی نے کہا کہ کیا تم اس شخص سے مصافحہ کرتے ہو؟ تو ابوجہل نے کہا کہ خدا کی قسم میں جانتا ہوں کہ یقیناً یہ نبی ہے لیکن کیا کبھی اب تک ہم عبد مناف سے دب کر رہے ہے۔

قصہ ابوجہل کے بارے میں کہا گیا ہے کہ وہ شب میں چھپ کر حضرت کی قراءت سننے کے لئے آیا۔ اسی طرح ابوسفیانؓ بن حرب اور اخنس بن شریق بھی۔ ایک کو دوسرے کی خبر نہ تھی صبح تک تینوں چھپ کر حضرتؐ سے قرآن سنتے رہے دن کا اُجالا ہونے لگا تو واپسی میں ایک سنگم پر تینوں کی ملاقات ہو گئی۔ ہر ایک نے دوسرے سے کہا کہ تم کیسے آئے تھے۔ اب سب نے آپس میں یہ معاہدہ کیا کہ ہم کو قرآن سننے کے لئے نہیں آنا چاہیئے۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ ہمیں دیکھ کر قریش کے نوجوان بھی نہ آنے لگیں اور آزمائش میں نہ پڑ جائیں۔ جب دوسری رات آئی تو ہر ایک نے یہی گمان کیا کہ وہ دونوں تو نہیں آئے ہوں گے چلو قرآن سُن لیں۔ غرض یہ کہ صبح کے قریب پھر تینوں کا سنگم ہوا اور خلافِ معاہدہ کرنے پر ہر ایک دوسرے کو ملامت کرنے لگا اور دوبارہ معاہدہ کر لیا کہ اب سے نہ جائیں گے۔ اور جب تیسری رات آئی تو پھر تینوں حضرتؐ کی مجلس میں گئے

پھر صبح کے وقت معاہدہ کر لیا کہ آئندہ سے تو ہرگز نہ آئیں گے اب اخنس بن شریق ابوسفیان بن حرب کے پاس آیا اور کہنے لگا۔ اے ابوحنظلہ تمہاری کیا رائے ہے تم نے محمدؐ سے جو قرآن سُنا اس کے بارے میں کیا کہتے ہو؟ ابوسفیان کہنے لگا اے ابوثعلبہ خدا کی قسم میں نے جو باتیں سُنی اُن کو خوب پہچانتا ہوں اور اس کا جو مطلب ہے اس کو بھی جانتا ہوں لیکن بعض ایسی باتیں سُنی ہیں جن کا مقصد اور معنی نہ سمجھ سکا۔ تو اخنس نے کہا خدا کی قسم یہی میری بھی حالت ہے۔ پھر اخنس وہاں سے چل کر ابوجہل کے پاس آیا اور کہنے لگا۔ اے ابوالحکم! محمدؐ سے جو کچھ سُنا تمہاری اس بارے میں کیا رائے ہے اور تم نے کیا سُنا؟ تو ابوجہل نے کہا کہ ہم اور بنو عبد مناف مقامِ شرف کے حاصل کرنے میں ہمیشہ دست و گریباں رہے ہیں۔ اُنھوں نے دعوتیں کیں تو ہم نے بھی کیں۔ انھوں نے خیر و سخاوت کی تو ہم نے بھی کی۔ حتّیٰ کہ ہم تو پاؤں جوڑے بیٹھے رہے اور وہ کہنے لگے کہ ہمارے پاس خدا کا ایک پیغمبر ہے اس پر آسمان سے وحی اُترتی ہے، تو اب ہم یہ بات کہاں سے لائیں خدا کی قسم ہم اُس پر ایمان نہ لائیں گے اور اس کی پیغمبری کی تصدیق نہ کریں گے اور اپنے پر اس کی شرافت کو نہ مانیں گے۔ اخنس یہ سُن کر چلا گیا۔ اور اس آیت کے بارے میں کہ وہ تمھیں نہیں جھٹلاتے آیاتِ خداوندی کو جھٹلاتے ہیں۔ سدی کہتے ہیں کہ بدر کے روز اخنس ابن شریق نے بنی زہرہ سے کہا کہ محمدؐ تمہارا بھانجا ہے تم اس بات کے زیادہ مستحق ہو کہ اپنے بھانجے کی طرف سے مدافعت کرو، اگر درحقیقت وہ نبی ہے تو آج یوم بدر میں تم کو اس سے لڑنا ہی نہیں چاہیئے اور اگر وہ کاذب ہے تو اپنے بھانجے سے رُک جانے کے بھی تمھیں زیادہ مستحق ہو کہ اس پر حملہ نہ کرو اور لڑائی سے الگ رہو اور اس کی مدد کرو۔ اچھا ٹھیرو جب ابوالحکم سے مل لوں۔ اگر وہ بھی سپر غالب آجائے تو تم بلا حضرت اپنے وطن واپس ہو گے اور اگر اس جنگ میں محمدؐ غالب

تو تم نے اپنی قوم کے خلاف جنگ کی ہی نہیں تھی۔ اس لئے شرکت جنگ سے رُک ہی کیوں نہیں جاتے۔ اسی دن سے اس کا نام اخنس ہو گیا حالانکہ اس کا نام اُبی تھا۔ اب اخنس اور ابوجہل کی باہم خلوت ہوئی۔ اخنس نے پوچھا کہ ابوالحکم! بھلا مجھے بتا تو دو کہ محمد سچے ہیں یا جھوٹے؟ یہاں میرے اور تمہارے سوا کوئی اور اہلِ قریش نہیں جو ہماری بات سُن سکے۔ تو ابوجہل نے کہا، کمبخت۔ خدا کی قسم محمد ہے تو سچا، کبھی محمد نے جھوٹ نہیں کہا۔ لیکن بات یہ ہے کہ جب بنو قصی ہی علم بردار بھی ہوں ایام حج میں سقایت اور کلید برداریٔ کعبہ کا بھی حق انہیں کو حاصل ہو، پھر نبوت بھی انہی کی سب مان لیں تو پھر بقیہ قریش کیلئے رہ کیا گیا۔ اسی بنا پر اللہ پاک نے فرمایا کہ وہ تم کو نہیں جھٹلاتے ہیں بلکہ آیاتِ خداوندی کو جھٹلاتے ہیں۔ اور محمد بھی تو آپ آیۃ اللہ ہیں۔

اور یہ قول کہ تم سے پہلے کے رسولوں کی بھی تکذیب ہو چکی ہے۔ انھوں نے صبر کیا انہیں تکلیفیں پہنچائی گئیں۔ حتیٰ کہ انہیں ہماری مدد آ پہنچی، اس آیت میں نبیؐ کو تسلی دی گئی ہے اور ان سے نصرت کا وعدہ کیا گیا ہے جیسا کہ دوسرے نبیوں کی مدد کی گئی تھی۔ حتیٰ کہ قوم کی تکذیب اور ان سے اذیتِ بلیغ پہنچنے کے بعد وعدہ کیا گیا کہ عاقبت تمہاری ہے چنانچہ دنیا میں بھی ان کے لئے خدا کی طرف سے نصرت آگئی، جیسے کہ آخرت کی نصرت حاصل ہو ہی چکی ہے۔ اسی لئے فرمایا کہ اللہ کی بات نہیں بدلتی۔ اور نصرت جو وعدہ کیا گیا ہے وہ ضرور پورا کیا جائے گا۔ جیسا کہ فرمایا وَلَقَدْ سَبَقَتْ كَلِمَتُنَا لِعِبَادِنَا الْمُرْسَلِيْنَ الخ پھر فرمایا کہ كَتَبَ اللّٰهُ لَاَغْلِبَنَّ اَنَا وَرُسُلِيْ اِنَّ اللّٰهَ قَوِيٌّ عَزِيْزٌ۔ اور قول پاک لَقَدْ جَآءَكَ مِنْ نَّبَاِی الْمُرْسَلِيْنَ۔ یعنی پیغمبروں کے واقعات تو تمہیں بتائے ہی جا چکے ہیں اور ان کی تاریخ کے اندر تمہارے لئے اسوۂ حسنہ ہے۔ پھر ارشاد ہوتا ہے وَاِنْ كَانَ كَبُرَ عَلَيْكَ اِعْرَاضُهُمْ یعنی اگر تم پر ان کا اعراض کر جانا شاق گزر ہوتا ہو تو تم اس کا علاج کر ہی کیا سکتے ہو۔ زمین میں سُرنگ لگاؤ

اور وہاں سے خدا کی نشانی نکال لاؤ یا آسمان پر سیڑھی لگا کر چڑھو اور اوپر سے کوئی نشانی ڈھونڈ نکالو اور لا کر پیش کرو اگر ہو سکتا ہو تو ایسا بھی کر دیکھو۔ یہ کبھی ایمان لائیں گے ہی نہیں اگر خدا کو ان کا ایمان لانا منظور ہی ہوتا تو انہیں ہدایت پر لا جمع کرتا۔ اس لئے بات کو سمجھو ناحق کا رنج نہ کرو بے سمجھ نہ بنو جیسا کہ اللہ تعالےٰ نے فرمایا وَلَوْ شَآءَ رَبُّكَ لَاٰمَنَ مَنْ فِي الْاَرْضِ كُلُّهُمْ جَمِيْعًا۔ اگر خدا چاہتا تو زمین کے سب ہی باشندے ایمان لائے ہوئے ہوتے۔ ابن عباسؓ سے وَلَوْ شَآءَ والی آیت کے بارے میں مذکور ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ کوشش رہتی تھی کہ سب ہی لوگ ایمان لائیں اور ہدایت کی پیروی کرنے لگیں۔ چنانچہ اللہ تعالےٰ نے خبر دی کہ ایمان تو وہی لاتا ہے جس کے لئے سعادت ازل ہی میں مقرر ہو چکی ہے۔ اور قولہ تعالےٰ اِنَّمَا يَسْتَجِيْبُ الَّذِيْنَ يَسْمَعُوْنَ یعنی اے محمد! تمہاری دعوت پر لبیک تو وہ لوگ کہیں گے جو تمہاری بات کو سُنتے ہیں اور سمجھتے ہیں اور قول پاک وَالْمَوْتٰى يَبْعَثُهُمُ اللّٰهُ ثُمَّ اِلَيْهِ يُرْجَعُوْنَ ۔ یعنی ان مُردوں کو خدا دوبارہ اُٹھائے گا۔ پھر وہ اس کی طرف رجوع کریں گے۔ "موتیٰ" سے کفار مراد ہیں کیونکہ انکے دل مُردہ ہیں، اسلئے اللہ نے انکو بحالت زندگی بھی اموات کی نام سے یاد کیا۔ اموات سے اجساد سے تشبیہ دی ہے اُنکی رسوائی اور تذلیل کی خاطر

وَقَالُوْا لَوْلَا نُزِّلَ عَلَيْهِ اٰيَةٌ مِّنْ

اور یہ لوگ کہتے ہیں کہ اس پر کوئی معجزہ کیوں نہیں نازل کیا گیا اُن کے رب کی طرف

رَّبِّهٖ ؕ قُلْ اِنَّ اللّٰهَ قَادِرٌ عَلٰۤى

سے۔ آپ فرما دیجئے کہ اللہ تعالیٰ کو بیشک پوری قدرت ہے

اَنْ يُّنَزِّلَ اٰيَةً وَّلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ (۳۷)

اس پر کہ وہ معجزہ نازل فرما دیں لیکن ان میں اکثر بے خبر ہیں

وَمَا مِنْ دَآبَّةٍ فِي الْاَرْضِ وَلَا طٰٓئِرٍ

اور جتنے قسم کے جاندار زمین پر چلنے والے ہیں اور جتنے قسم کے پرند جانور ہیں

يَطِيرُ بِجَنَاحَيْهِ إِلَّا أُمَمٌ أَمْثَالُكُم مَّا فَرَّطْنَا

پرند کہ دونوں بازوؤں سے اڑتا ہے مگر وہ بھی امتیں ہیں جو کہ تمہاری طرح کے

فِي الْكِتَابِ مِن شَيْءٍ ثُمَّ إِلَىٰ رَبِّهِمْ يُحْشَرُونَ (۳۸)

گروہ ہیں ہم نے دفتر میں کوئی چیز نہیں چھوڑی پھر سب اپنے پروردگار کی طرف جمع کئے جائیں گے

وَالَّذِينَ كَذَّبُوا بِآيَاتِنَا صُمٌّ وَبُكْمٌ فِي

اور جو لوگ ہماری آیتوں کی تکذیب کرتے ہیں وہ بہرے اور گونگے ہو رہے ہیں طرح

الظُّلُمَاتِ ۗ مَن يَشَإِ اللَّهُ يُضْلِلْهُ ۖ وَمَن

طرح کی ظلمتوں میں اللہ جس کو چاہیں بے راہ کر دیں، اور وہ جس کو

يَشَأْ يَجْعَلْهُ عَلَىٰ صِرَاطٍ مُّسْتَقِيمٍ (۳۹)

چاہیں سیدھی راہ پر لگا دیں۔

مشرکین کے بارے میں ارشاد ہوتا ہے کہ وہ کہتے تھے کہ ہم جس طرح چاہتے ہیں ایسی کوئی نشانی یا خارق عادت بات خدا کی طرف سے تم پر کیوں نہیں اترتی۔ مثلاً زمین میں چشموں کا جاری ہو جانا وغیرہ۔ تو ارشاد ہوتا ہے کہ کہدو کہ اللہ تو اس بات پر قادر ہے لیکن اس کی حکمت تاخیر کی مقتضی ہے اس لئے کہ اگر ان کے حسب منشاء نشانی اللہ تعالیٰ نازل فرما دے اور پھر وہ ایمان نہ لائیں تو خود ہی عذاب ان پر نازل ہو جائیگا۔ موت تک بھی فرصت نہ ملے گی جیسا کہ امم سابقہ کے ساتھ ہوا۔ جیسا کہ اہل ثمود کی مثال تمہارے سامنے موجود ہے، ہم تو جو چاہیں نشان بھی دکھا سکتے ہیں اور جو چاہیں عذاب بھی کر سکتے ہیں، اور پھر فرمایا وَمَا مِن دَابَّةٍ الخ چرنے چگنے والے جانور، اُڑنے والے پرند بھی تمہاری طرح قسم قسم کے ہیں، مجاہدؒ کہتے ہیں کہ ان دواب کی کئی قسمیں ہیں جن کے نام مشہور ہیں۔ قتادہؒ کہتے ہیں کہ "طیر" ایک اُمت ہے۔ انس وجان بھی ایک ایک اُمت ہیں اور یہ اُمتیں تمہاری ہی جیسی مخلوق خدا ہیں۔ مَا فَرَّطْنَا الخ یعنی سب کا علم خدا کو ہے۔ کسی کو رزق دینا وہ بھولتا نہیں خواہ وہ بری ہوں کہ بحری ہوں۔ جیسے کہ ارشاد ہے کہ وَمَا مِن

دَابَّةٍ فِي الْأَرْضِ إِلَّا عَلَى اللَّهِ رِزْقُهَا الخ یعنی وہ ان کے اسماء اور اعداد و مقامات کو جانتا ہے حتیٰ کہ ان کی حرکات و سکنات تک کا احاطہ کئے ہے۔ اور فرمایا وَكَأَيِّن مِّن دَابَّةٍ لَّا تَحْمِلُ رِزْقَهَا الخ بہت سے جاندار ہیں جن کی روزی تیرے ذمہ نہیں، انہیں اور تم سب کو اللہ تعالیٰ ہی رزق دیتا ہے۔ جابر بن عبداللہؓ سے روایت ہے کہ حضرت عمرؓ کے زمانہ خلافت میں ایک سال ٹڈی دل نہیں آیا۔ آپ نے دریافت کیا تو کچھ معلوم نہ ہوا۔ آپ کو چونکہ تعلق خاطر تھا اس لئے عراق اور شام وغیرہ کی طرف لوگوں کو بھیجکر دریافت کرایا کہ آیا وہاں کوئی ٹڈی دل آیا تو یمن کی طرف سے آدمی نے چند ٹڈیاں نکال کر سامنے ڈال دیں۔ حضرت عمرؓ نے انہیں دیکھ کر تین بار اللہ اکبر کہا اور فرمایا کہ رسول اللہؐ فرماتے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے ہزار مخلوقات پیدا کی ہیں جس میں سے چھ سو سمندری ہیں اور چار سو خشکی کی ہیں۔ سب سے پہلے اللہ تعالیٰ اس ٹڈی والی مخلوق کو ہلاک کرے گا۔ پھر پے درپے مخلوقات کی ہلاکت کا سلسلہ ایسا قائم ہو جائے گا جیسے ہلکے کے دانے ٹوٹ جاتے ہیں ثُمَّ إِلَىٰ رَبِّهِمْ يُحْشَرُونَ یعنی ان ساری اُمتوں کو پھر موت آجائیگی۔ ابن عباسؓ نے فرمایا کہ بہائم کی موت ہی ان کا حشر ہونا ہے۔ اس بارے میں ایک دوسرا قول یہ ہے کہ یہ بہائم بھی قیامت کے روز دوبارہ اٹھائے جائیں گے۔ چنانچہ فرمایا، وَإِذَا الْوُحُوشُ حُشِرَتْ یعنی بہائم بھی محشر میں آئیں گے۔ ابو ذرؓ سے مروی ہے کہ حضرتؐ نے دو بکروں کو دیکھا کہ ایک دوسرے کو سینگ مار رہے ہیں، تو کہا اے ابو ذر کیا جانتے ہو کہ یہ کیسے لڑ رہے ہیں تو آپ نے فرمایا کہ اللہ ان میں سے ظالم کو جانتا ہے اور قیامت میں ان کا بھی فیصلہ کرے گا۔ ابو ذر کہتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں اُڑتے ہوئے پرندے تک کے بارے میں علم دیا ہے۔ حضرتؐ نے فرمایا ہے کہ بے سینگ کی بکری قیامت کے روز سینگ والی بکری سے انتقام لے گی

اِلَّآ اُمَمٌ اَمْثَالُكُمْ کے بارے میں ابوہریرہ کہتے ہیں کہ
قیامت کے روز اللہ تعالٰے تمام دوآب اور طیر تک کو
پیدا کرے گا، ہر ایک دوسرے سے اپنا بدلہ لیں گے پھر فرمائیگا
کہ تم سب مٹی بن جاؤ، چنانچہ کافر بھی اس وقت یہ کہنے لگیں
گے يَا لَيْتَنِي كُنْتُ تُرَابًا۔ کاش ہم بھی مٹی ہو جاتے وَالَّذِيْنَ
كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا صُمٌّ وَّبُكْمٌ فِي الظُّلُمٰتِ، یعنی جن لوگوں
نے ہماری آیتوں کو جھٹلایا ہے وہ اپنے جہل اور عدمِ علم اور
عدمِ فہم کے سبب بہرے اور گونگوں کی طرح ہیں اور پھر
تاریکیوں میں ہیں کہ کچھ دیکھ بھی نہیں سکتے۔ اب ایسے لوگ
ٹھیک راستہ پر چل سکیں تو کیوں کر، جیسے کہ اللہ تعالیٰ سورۂ
بقرہ میں فرماتا ہے "ان کی مثال اس شخص کی سی ہے جو آگ
روشن کرے تو آس پاس کی چیزیں اس کو نظر آ جائیں اس
وقت آگ بجھ جائے وہ تاریکی میں رہ جائیں اور وہ کچھ نہ دیکھ
سکیں" اور اسی لئے فرمایا، مَنْ يَّشَاِ اللّٰهُ يُضْلِلْهُ وَمَنْ
يَّشَاْ يَجْعَلْهُ عَلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ وہ جس کو چاہے گمراہ ہونے دے
اور جس کو چاہے صراطِ مستقیم پر رکھے وہ اپنی تخلیق پر اپنی حسب منشا متصرف ہے۔

قُلْ اَرَءَيْتَكُمْ اِنْ اَتٰىكُمْ عَذَابُ اللّٰهِ
آپ کہئے کہ اپنا حال تو بتلاؤ کہ اگر تم پر خدا کا کوئی عذاب آ پڑے یا تم پر
اَوْ اَتَتْكُمُ السَّاعَةُ اَغَيْرَ اللّٰهِ تَدْعُوْنَ
قیامت ہی آ پہنچے تو کیا خدا کے سوا کسی اور کو
اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ۝۴۰ بَلْ اِيَّاهُ
پکارو گے، اگر تم سچے ہو۔ بلکہ خاص اسی کو
تَدْعُوْنَ فَيَكْشِفُ مَا تَدْعُوْنَ اِلَيْهِ
پکارنے لگو پھر جس کے لیے تم پکارو اگر وہ چاہے
اِنْ شَآءَ وَتَنْسَوْنَ مَا تُشْرِكُوْنَ ۝۴۱ ۱۰
تو اس کو ہٹا بھی دے اور جن جن کو تم شریک ٹھہراتے ہو ان سب کو بھول بھال جاؤ
وَلَقَدْ اَرْسَلْنَآ اِلٰٓى اُمَمٍ مِّنْ قَبْلِكَ
اور ہم نے اور امتوں کی طرف بھی جو کہ آپ سے پہلے ہو چکی ہیں پیغمبر بھیجے تھے۔

فَاَخَذْنٰهُمْ بِالْبَاْسَآءِ وَالضَّرَّآءِ لَعَلَّهُمْ
سو ہم نے ان کو تنگدستی اور بیماری سے پکڑا تاکہ
يَتَضَرَّعُوْنَ ۝۴۲ فَلَوْلَآ اِذْ جَآءَهُمْ
وہ ڈھیلے پڑ جائیں۔ سو جب ان کو ہماری سزا پہنچی تھی وہ
بَاْسُنَا تَضَرَّعُوْا وَلٰكِنْ قَسَتْ قُلُوْبُهُمْ
ڈھیلے کیوں نہ پڑے لیکن ان کے قلوب تو سخت رہے
وَزَيَّنَ لَهُمُ الشَّيْطٰنُ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ۝۴۳
اور شیطان ان کے اعمال کو ان کے خیال میں آراستہ کر کے دکھاتا رہا۔
فَلَمَّا نَسُوْا مَا ذُكِّرُوْا بِهٖ فَتَحْنَا عَلَيْهِمْ
پھر جب وہ لوگ ان چیزوں کو بھولے رہے جن کی ان کو نصیحت کی جاتی تھی تو ہم نے ان پر ہر چیز
اَبْوَابَ كُلِّ شَيْءٍ حَتّٰٓى اِذَا فَرِحُوْا
کے دروازے کشادہ کر دیئے۔ یہاں تک کہ جب ان چیزوں پر جو کہ
بِمَآ اُوْتُوْٓا اَخَذْنٰهُمْ بَغْتَةً فَاِذَا هُمْ
ان کو ملی تھیں وہ خوب اترا گئے ہم نے ان کو دفعۃً پکڑ لیا پھر تو وہ بالکل
مُّبْلِسُوْنَ ۝۴۴ فَقُطِعَ دَابِرُ الْقَوْمِ
حیرت زدہ رہ گئے۔ پھر ظالم لوگوں کی جڑ
الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا ۭ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ
کٹ گئی۔ اور اللہ تعالیٰ کا شکر ہے جو تمام
الْعٰلَمِيْنَ ۝۴۵
عالم کا پروردگار ہے۔

اللہ تعالیٰ اپنی خلق میں ہر طرح متصرف ہونے کی قدرت رکھتا ہے۔ نہ کوئی اس کا حکم بدل سکتا ہے نہ اس کی قدرت کو پیچھے ڈال سکتا ہے، اس سے مانگا جائے تو اگر وہ چاہے تو قبول کر لیتا ہے۔ فرماتا ہے کہ کیا تم نہیں جانتے کہ ناگہاں قیامت آ جائے یا یکا یک خدا کا عذاب آ پکڑے تو تم اس کے سوا کسی کو نہیں پکارتے، کیونکہ جانتے ہو کہ اس عذاب کو خدا کے سوا کوئی نہیں پھیر سکتا۔ اگر تم غیر اللہ کو خدا بنانے میں سچے ہو تو تجربہ کر دیکھو بلکہ تم تو اسی کو پکارو گے۔ پھر اگر وہ چاہے گا تو یہ عذاب ہٹا دے گا

ایسے وقت تم اپنے شریکوں اور بتوں سب کو بھول جاتے ہو، سمندر میں ہونے کی حالت میں جب کسی مشکل سے دوچار ہوتے ہو تو خدا کے سوا تمام شریکوں کو بھول جاتے ہو۔ تم سے پہلے کی اُمتوں کی طرف بھی ہم نے پیغمبروں کو بھیجا۔ اور جب انھوں نے تکذیب کی تو ہم نے فقر اور تنگی کے عذاب میں جکڑ لیا اور امراض و آلام میں مُبتلا کر دیا۔ تاکہ وہ خدا ہی کو پکاریں اور اسی کی طرف خشوع و خضوع کریں۔ پھر جب ہم انھیں مُبتلائے عذاب کرتے ہیں تو وہ اثر گیر کیوں نہیں ہوتے۔ بات یہ ہے کہ ان کے دل پتھر ہو گئے ہیں کچھ اثر ہی نہیں ہوتا شیطان نے اُن کے شرک اور معاندت کے اعمال کو ان کی نگاہوں کے سامنے اچھا بنا کر پیش کیا ہوا ہے۔ پس جب وہ ہماری تنبیہہ کو بھی بھول جاتے ہیں اور ایمان کو پس و پیش ڈال دیتے ہیں تو ہم پورے رزق کے دروازے ان پر کھول دیتے ہیں تاکہ وہ اور ڈھیل میں پڑ جائیں۔ سیاست خدا سے خدا ہی کی پناہ اور جب وہ دنیوی تمتعات پر پھولے نہیں سماتے اور اپنے اموال و اولاد و ارزاق میں ہم سے غافل ہو جاتے ہیں تو یکایک ان پر عذاب آ جاتا ہے یا موت آجاتی ہے۔ اِس نوبت پر وہ ہر طرح سے مایوس ہو جاتے ہیں، حسن بصریؒ کہتے ہیں کہ جس پر رزق وسیع ہوتا ہے۔ وہ اِس بات پر غور ہی نہیں کرتا کہ یہ بھی خدا کی ایک سیاست ہے اور جس کو تنگ حالی ہو وہ بھی غور نہیں کرتا کہ اس کی آزمائش کی گئی ہے اور مُہلت دی گئی ہے۔ ربّ کعبہ کی قسم جب گنہگاروں کو پکڑنا مقصود ہوتا ہے تو دنیا میں انھیں سرسبز رکھا جاتا ہے۔ قتادہؒ کہتے ہیں کہ اللہ تعالےٰ نے کسی قوم کو اُس وقت تک نہیں پکڑا جب تک کہ وہ اپنی نعمت میں بدمست نہیں ہو گئے دھوکا نہ کھاؤ۔ فاسق اور گنہگار لوگ ہی دھوکا کھاتے ہیں۔ اَبْوَابَ كُلِّ شَيْءٍ سے مُراد دنیاوی راحت و فراخ حالی مُراد ہے۔ ابن عامر سے روایت ہے کہ نبی صلعم نے فرمایا کہ جب تم کسی کو دیکھو کہ اس کے معاصی کے باوجود دنیاوی عیش و تنعم اللہ نے اُسے دے رکھا ہے۔ تو یقین کر لو کہ یہ خدا کی ڈھیل کا وقت گزار رہا ہے۔ پھر آپ نے یہی آیت پڑھی کہ جب وہ ہمیں بھول جاتے ہیں تو ہم انھیں ہر طرح کا عیش و تنعم بخشتے ہیں اور جب وہ اس پر مغرور ہو جاتے ہیں اور پھر ہماری گرفت میں آجاتے ہیں تو ہر طرح سے مایوس بن جاتے ہیں۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے کہ جب اللہ تعالےٰ کسی قوم کو باقی رکھنا اور ترقی دینا چاہتا ہے تو اُس کو پاکدامنی اور میانہ روی بخشتا ہے اور جس قوم سے اپنا رشتہ توڑ لینا چاہتا ہے تو اُسے کشائش عطا فرماتا ہے اور باب خیانت اُس پر کھول دیتا ہے اور جب وہ مغرور ہو جاتے ہیں تو ناگہاں آ کے پکڑ لیتا ہے۔ اب وہ مایوس ہو کر بیٹھ رہتے ہیں اور اُس قوم کا نسیاً منسیاً ہو جاتا ہے۔ حمد کی سزاوار خدا ہی کی ذات ہے

قُلْ أَرَأَيْتُمْ إِنْ أَخَذَ اللَّهُ سَمْعَكُمْ

آپ کہیے کہ یہ بتلاؤ اگر اللہ تم [سے] تمہاری شنوائی اور بینائی

وَأَبْصَارَكُمْ وَخَتَمَ عَلَىٰ قُلُوبِكُمْ مَنْ إِلَٰهٌ

بالکل لے لے اور تمہارے دلوں پر مہر کر دے تو اللہ تعالیٰ کے سوا اور

غَيْرُ اللَّهِ يَأْتِيكُمْ بِهِ انْظُرْ كَيْفَ نُصَرِّفُ

کوئی معبود ہے کہ یہ تم کو پھر دیدے۔ آپ دیکھئے تو ہم کس طرح دلائل کو مختلف

الْآيَاتِ ثُمَّ هُمْ يَصْدِفُونَ ﴿٤٦﴾ قُلْ

پہلوؤں سے پیش کر رہے ہیں پھر بھی یہ اعتراض کرتے ہیں۔ آپ کہیے کہ

أَرَأَيْتَكُمْ إِنْ أَتَاكُمْ عَذَابُ اللَّهِ بَغْتَةً

یہ بتلاؤ اگر تم پر اللہ تعالیٰ کا عذاب آ پڑے خواہ بے خبری میں

أَوْ جَهْرَةً هَلْ يُهْلَكُ إِلَّا الْقَوْمُ الظَّالِمُونَ ﴿٤٧﴾

یا خبرداری میں تو کیا بجز ظالم لوگوں کے اور بھی کوئی ہلاک کیا جائے گا

وَمَا نُرْسِلُ الْمُرْسَلِينَ إِلَّا مُبَشِّرِينَ

اور ہم پیغمبروں کو صرف اس واسطے بھیجا کرتے ہیں کہ وہ بشارت دیں

وَمُنْذِرِيْنَ ۚ فَمَنْ اٰمَنَ وَاَصْلَحَ فَلَا

اور ڈرانے ہیں۔ پھر جو شخص ایمان لے آئے اور درستی کر لے سو

خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ﴿۴۸﴾ وَ

ان لوگوں پر کوئی اندیشہ نہیں اور نہ مغموم ہوں گے۔ اور

الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا يَمَسُّهُمُ الْعَذَابُ

جو لوگ ہماری آیتوں کو جھوٹا بتلائیں ان کو عذاب لگتا ہے بوجہ

بِمَا كَانُوْا يَفْسُقُوْنَ ﴿۴۹﴾

اس کے کہ وہ دائرے سے نکلتے تھے۔

رسول پاک سے ارشاد فرماتا ہے کہ ان منکرین سے اندین سے کہو کہ کچھ خبر ہے کہ اللہ تعالیٰ تمہاری سماعت و بصارت کو اگر سلب کر لے جو تمہیں دے رکھا تھا۔ جیسا کہ فرمایا هُوَ الَّذِيْ اَنْشَاَكُمْ وَجَعَلَ لَكُمُ السَّمْعَ وَالْاَبْصَارَ اور یہ بھی محتمل ہے کہ یہ مراد ہو کہ سماعت و بصارت کے ہوتے ہوئے انتفاع شرعی سے انھیں محروم کر دے اور حق بات کے استفادہ سے وہ اندھے اور بہرے ہو جائیں اس کی مطلب تھا خَتَمَ عَلٰى قُلُوْبِكُمْ جیسا کہ فرمایا اَمَّنْ يَّمْلِكُ السَّمْعَ وَالْاَبْصَارَ اور فرمایا وَاعْلَمُوْا اَنَّ اللّٰهَ يَحُوْلُ بَيْنَ الْمَرْءِ وَقَلْبِهٖ یعنی اگر وہ تمہارے دلوں پر بھی مہر لگا دے تو خدا کے سوا کون ہے جو اس مہر کو توڑ سکے۔ اسی لئے فرمایا کہ ذرا غور کرو کہ ہم اپنی باتیں کس قدر وضاحت سے بیان کر دیتے ہیں، جو اس بات کی سیر حاصل دلیل ہوتی ہیں کہ خدا کے سوا کوئی دوسرا خدا نہیں اور جتنے معبود ہیں سب باطل ہیں۔ اس واضح چیز کے بعد بھی وہ اتباع حق سے لوگوں کو روکتے ہیں اور خود بھی رکتے ہیں۔ کچھ جانتے ہو کہ اگر خدا کا عذاب تمہیں آ پہنچے کہ اس کا تمہیں سان و گمان بھی نہ ہو یا دیکھتے دکھاتے ہی آ جائے تو کیا اس گمراہ قوم کے سوا کوئی اور ہلاک ہو گا کیونکہ یہ لوگ شرک باللہ کے سبب خدا کے غیظ و اقتدار میں ہیں لیکن وہ لوگ نجات پا جائیں گے جو خدائے واحد کی عبادت کرتے ع ۵ ۱۱

ہیں، ان پر نہ خوف ہے نہ حزن۔ جیسا کہ فرمایا اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَلَمْ يَلْبِسُوْٓا اِيْمَانَهُمْ بِظُلْمٍ الخ جو لوگ ایمان لائے اور اپنے ایمان کو شرک سے خراب نہ کیا، ان کے لئے امن و امان ہے اور وہ راہ یافتہ ہیں۔ پھر ارشاد ہوتا ہے کہ ہم پیغمبروں کو تو جنت کی خوشخبری اور دوزخ کی تہدید و تخویف کے لئے بھیجتے ہیں وہ نیک مومن بندوں کو بشارت دیتے ہیں تو کفر و گناہ کرنے والوں کو تنبیہ بھی کر دیتے ہیں۔ اسی لئے فرمایا کہ جو دل سے ایمان لائے اور نبی کی اتباع میں عمل صالح کرے تو اس پر آئندہ کی نسبت کرتے کوئی خوف نہیں اور ماضی کی نسبت کرتے انھیں کوئی حسرت اور رنج نہیں کیونکہ ان کے پچھلوں کا اللہ والی ہے۔ پھر فرمایا کہ جن لوگوں نے ہماری آیتوں کو جھٹلایا ہے انھیں اپنے کفر و فسق کے سبب عذاب کا سامنا کرنا پڑے گا۔ کیونکہ وہ اوامر خداوندی سے آزاد بن گئے ہیں اور اس کے مناہی اور محارم کا ارتکاب کرنے لگے ہیں اور اس کے حدود کو توڑنے لگے ہیں۔

قُلْ لَّآ اَقُوْلُ لَكُمْ عِنْدِيْ خَزَآئِنُ اللّٰهِ

آپ کہہ دیجئے کہ نہ تو میں تم سے یہ کہتا ہوں کہ میرے پاس خدا کے خزانے ہیں

وَلَآ اَعْلَمُ الْغَيْبَ وَلَآ اَقُوْلُ لَكُمْ اِنِّيْ

اور نہ میں تمام غیبوں کو جانتا ہوں اور نہ میں تم سے کہتا ہوں کہ میں فرشتہ

مَلَكٌ ۚ اِنْ اَتَّبِعُ اِلَّا مَا يُوْحٰٓى اِلَيَّ ۚ قُلْ

ہوں میں تو صرف جو کچھ میرے پاس وحی آتی ہے اس کا اتباع کرتا ہوں۔ آپ کہئے

هَلْ يَسْتَوِي الْاَعْمٰى وَالْبَصِيْرُ ۚ اَفَلَا

کہ اندھا اور بینا کہیں برابر ہو سکتا ہے، سو کیا تم

تَتَفَكَّرُوْنَ ﴿۵۰﴾ وَاَنْذِرْ بِهِ الَّذِيْنَ

غور نہیں کرتے۔ اور ایسے لوگوں کو ڈرائیے جو اس بات سے اندیشہ رکھتے ہیں

يَخَافُوْنَ اَنْ يُّحْشَرُوْٓا اِلٰى رَبِّهِمْ لَيْسَ

کہ اپنے رب کے پاس ایسی حالت سے جمع کئے جائیں گے کہ جتنے غیر اللہ

لَهُمْ مِّنْ دُوْنِهٖ وَلِيٌّ وَّلَا شَفِيْعٌ لَّعَلَّهُمْ

ہیں نہ کوئی ان کا مددگار ہو گا اور نہ کوئی شفیع ہو گا اس امید پر

يَتَّقُوْنَ ﴿۵۱﴾ وَلَا تَطْرُدِ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ

کہ وہ ڈر جائیں۔ اور ان لوگوں کو نہ نکالئے جو صبح و

رَبَّهُمْ بِالْغَدٰوةِ وَالْعَشِيِّ يُرِيْدُوْنَ

شام اپنے پروردگار کی عبادت کرتے ہیں جس سے خاص اسی کی رضا کی

وَجْهَهٗ ۭ مَا عَلَيْكَ مِنْ حِسَابِهِمْ مِّنْ شَيْءٍ وَّمَا

کا قصد رکھتے ہیں ان کا حساب ذرا بھی آپ کے متعلق نہیں اور آپ کا

مِنْ حِسَابِكَ عَلَيْهِمْ مِّنْ شَيْءٍ فَتَطْرُدَهُمْ

حساب ذرا بھی ان کے متعلق نہیں کہ آپ ان کو نکال دیں ورنہ آپ

فَتَكُوْنَ مِنَ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۵۲﴾ وَكَذٰلِكَ فَتَنَّا

نامناسب کام کرنے والوں میں سے ہو جائیں گے اور اسی طرح ہم نے ایک کو دوسرے کے

بَعْضَهُمْ بِبَعْضٍ لِّيَقُوْلُوْٓا اَهٰٓؤُلَاۗءِ مَنَّ

ذریعہ سے آزمائش میں ڈال رکھا ہے تاکہ یہ لوگ کہا کریں کیا یہ لوگ ہیں کہ ہم سب میں

اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِّنْۢ بَيْنِنَا ۭ اَلَيْسَ اللّٰهُ بِاَعْلَمَ

ان پر اللہ تعالیٰ نے فضل کیا ہے کیا یہ بات نہیں کہ اللہ تعالیٰ حق شناسوں

بِالشّٰكِرِيْنَ ﴿۵۳﴾ وَاِذَا جَاۗءَكَ الَّذِيْنَ

کو خوب جانتا ہے۔ اور یہ لوگ جب آپ کے پاس آئیں جو کہ ہماری آیتوں پر

يُؤْمِنُوْنَ بِاٰيٰتِنَا فَقُلْ سَلٰمٌ عَلَيْكُمْ كَتَبَ

ایمان رکھتے ہیں تو یوں کہہ دیجئے کہ تم پر سلامتی ہے تمہارے رب نے

رَبُّكُمْ عَلٰي نَفْسِهِ الرَّحْمَةَ ۙ اَنَّهٗ مَنْ

مہربانی فرمانا اپنے ذمہ مقرر کر لیا ہے کہ جو شخص تم میں سے

عَمِلَ مِنْكُمْ سُوْۗءًۢ ا بِجَهَالَةٍ ثُمَّ تَابَ

برا کام کر بیٹھے جہالت سے پھر وہ اس کے بعد توبہ کر لے اور اصلاح

مِنْۢ بَعْدِهٖ وَاَصْلَحَ فَاَنَّهٗ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۵۴﴾

رکھے تو اللہ تعالیٰ کی یہ شان ہے کہ وہ بڑی مغفرت کرنے والا ہے بڑی رحمت والا ہے

اللہ پاک فرماتا ہے کہ اے رسول تم ان سے کہدو کہ میں
اس کا دعویٰ ہی کب کرتا ہوں کہ میرے پاس اللہ تعالیٰ
کے خزانے گڑے ہیں اور نہ مجھے اس کا دعویٰ ہے کہ میں
غیب کی بات جانتا ہوں۔ غیب کا علم تو صرف خدا کو ہے

مجھے اس میں سے صرف اسی قدر معلوم ہے جتنا کہ اللہ نے
معلوم کرا دیا اور نہ میں کوئی فرشتہ ہوں۔ میں تو ایک بشر
ہی ہوں، صرف یہ ہے کہ میری طرف اللہ تعالیٰ کی وحی آتی ہے
مجھے اس خاص کا شرف بخشا ہے اور احسان فرمایا ہے: اسی
لئے میں وحی کے سوا اور کسی چیز کی اتباع نہیں کرتا اور اس وحی
سے بالشت بھر بھی باہر نہیں ہوتا۔ اور کہدو کہ کیا بینا
اور نابینا دونوں برابر ہو سکتے ہیں یعنی حق کی پیروی کرنے
والے اور اس سے گمراہ لوگ دونوں مساوی ہو سکتے ہیں
کیا تم اس پر غور نہیں کرتے۔ جیسا کہ فرمایا ہے کیا وہ شخص
جو جانتا ہے کہ جو کچھ تیری طرف تیرے رب کی جانب سے
نازل ہوا ہے حق ہے۔ مثل نابینا شخص کے ہو سکتا ہے؟
پھر ارشاد ہوتا ہے کہ اے محمدؐ اس قرآن کے ذریعہ
تم ان لوگوں کو خوف دلاؤ جنہیں اس بات کا اندیشہ ہے کہ
خدا کا سامنا کرنا پڑے گا۔ اس بات کا خوف کہ خدا کے سوا
نہ کوئی ولی ہے، نہ کوئی شفیع کام دے گا۔ وہ لوگ جو خدا تعالیٰ
کے خوف سے ڈرتے ہیں اور روزِ حساب کا اندیشہ رکھتے ہیں
جنہیں خوف ہے کہ خدا کے سامنے کھڑا ہونا پڑے گا۔ اس
روز ان کے لئے نہ کوئی ولی ہے نہ کوئی شفیع کہ شفاعت کر کے
انہیں عذاب سے چھٹکارا دلائے۔ انہیں اس دن سے ڈراؤ
جس روز خدا کے سوا کسی کی حکومت نہیں، شاید کہ وہ خدا
سے ڈریں اور اس دنیا میں ایسے عمل کریں جو انہیں قیامت
کے روز عذاب سے نجات دے اور اگر ثواب ملے تو دگنا ملے،
ارشاد ہوتا ہے کہ جو لوگ صبح و شام خدا کا ذکر کرتے رہتے
ہیں اور مخلصانہ طور پر تو ایسے لوگوں کو اپنے پاس سے نہ ہٹانا
بلکہ اپنے مخصوص ہمنشیں قرار دینا۔ جیسا کہ فرمایا وَاصْبِرْ نَفْسَكَ
مَعَ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ الخ وہ لوگ رب کی صبح شام
عبادت کرتے ہیں اور وہ فرض کی نمازیں پڑھتے ہیں جیسا کہ فرمایا
وَقَالَ رَبُّكُمُ ادْعُوْنِيْٓ اَسْتَجِبْ لَكُمْ الخ اور ارشاد ہوتا ہے
کہ وہ لوگ یہ عمل مخلصانہ لوجہ اللہ کرتے ہیں اور ارشاد ہوتا ہے

کہ ان کا حساب تم سے لیا جائے گا اور نہ تمہارا حساب اُن سے لیا جائے گا۔ جیسا کہ نوح علیہ السّلام کا قول ان لوگوں کے جواب میں جنھوں نے کہا تھا کیا ہم تم پر ایمان لائیں، حالانکہ تمہاری پیروی تو گھٹیا درجہ کے لوگ کرتے ہیں، تو نوحؑ نے فرمایا تھا کہ مجھے تو علم نہیں کہ وہ کیا کرتے ہیں۔ اگر تم کچھ سمجھ رکھتے ہو تو جانے رہو کہ ان کی بات کو خدا ہی جانتا ہے وہی ان کا محاسب ہے۔ اور اے نبیؐ! اگر تم ان کو اپنے پاس سے ہٹادو گے تو ظالمین میں سے سمجھے جاؤ گے، ابن مسعودؓ سے روایت ہے کہ قریش کی جماعت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئی، وہاں حضرت خبابؓ اور صہیبؓ اور بلالؓ اور عمارؓ بیٹھے ہوئے تھے تو اُن عزت دار لوگوں نے کہا کہ اے محمدؐ! کیا تم کو قوم کے یہ لوگ پسند ہیں، کیا یہی وہ لوگ ہیں کہ ہمیں چھوڑ کر اللہ تعالیٰ نے ان پر احسان کیا ہے؟ اب ہم ان کے گروہ میں مل کر تمہارے تابع کیسے بن سکتے ہیں تم انھیں پاس سے ہٹادو تو پھر ہم تمہاری پیروی کریں گے تو یہ آیت اُتری تھی۔ اِس موقع پر اللہ پاک نے فرمایا کہ اِس طرح ہم نے بعض کو بعض کے ذریعہ فتنہ اور آزمائش میں ڈالا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اطراف ان مومنین ضعفاء کو دیکھ کر ان لوگوں نے ان کی حقارت کی تھی، چنانچہ حضرتؐ سے خلوت میں کہا کہ ہم آپ کے ساتھ شریک مجلس رہنا چاہتے ہیں، یہ دیہاتی عرب اپنے پر ہماری فضیلت سے واقف ہیں۔ وفودِ عرب آپ کے پاس آتے رہتے ہیں ہمیں شرم آتی ہے کہ وہ لوگ ہمیں اِن گھٹیا درجہ کے لوگوں کے ساتھ دیکھیں، ہم جب آپ کے پاس آئیں تو آپ انھیں اپنے پاس سے اُٹھادیا کیجئے اور ہم جب آپ کے پاس سے اُٹھ جائیں تو چاہے پھر اپنے پاس بٹھا لیجئے۔ تو آپ نے فرمایا تھا۔ اچھا۔ تو ان لوگوں نے کہا کہ اس معاہدے پر ایک دستاویز تحریر پاجائے۔ چنانچہ آپ نے کاغذ منگوایا اور حضرت علیؓ کو بلوایا تاکہ لکھیں۔ یہ ضعفاء مومنین ایک گوشے میں بیٹھے ہوئے تھے اور یہ آیت اُتری کہ انھیں اپنے پاس سے نہ ہٹاؤ یہ خدا کو یاد کرتے ہیں۔ تو نبی

صلی اللہ علیہ وسلم نے کاغذ علیؓ سے لے کر پھینک دیا۔ اور ان لوگوں کو اپنے نزدیک بلالیا۔ یہ حدیث غریب ہے کیونکہ یہ آیت مکی ہے اور اقرعؓ بن حابس اور عیینہ بعد ہجرت ایمان لایا تھا۔ سعد کہتے ہیں کہ یہ آیت چھ اصحابِ نبی کے بارے میں اُتری ہے جن میں سے ابن مسعودؓ بھی ہیں۔ ہم نبی صلعم کے پاس پہنچتے ہیں ایک دوسرے پر سبقت لیجانا چاہتے تھے، آپ ہم کو قریب بٹھا لیتے تھے۔ تو قریش کہتے تھے کہ ہمیں چھوڑ کر آپ انھیں اپنے سے قریب تر کرتے ہیں۔ ارشاد ہوتا ہے کہ ہم نے آزمالیا کہ کون ان میں کیسا ہے۔ اس امتحان کا نتیجہ یہ تھا کہ کفارِ قریش کہتے تھے کہ کیا یہی لوگ ہیں کہ ہم پر احسان کرنے کے بجائے اللہ نے ان پر احسان کیا ہے۔

بات یہ تھی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ابتدائے تبلیغ کے زمانے میں مخاطب ترحصہ اُن مردوں عورتوں اور غلاموں کا تھا جو کمزور اور نچلے درجے کے لوگ تھے۔ امیروں اور سرداروں میں سے بہت کم ایمان لائے تھے جیسے کہ قوم نوح نے حضرت نوحؑ سے کہا تھا کہ، ہم تو دیکھتے ہیں کہ تمہاری پیروی تو سطحی اور گھٹیا درجے کے لوگ ہی کرتے ہیں کوئی ممتاز اور رُودار آدمی نہیں کرتا۔ اور اسی طرح ہرقل ملکِ روم نے ابوسفیان سے پوچھا تھا کہ کیا قوم کے بڑے لوگ ان کی پیروی کرتے ہیں یا غریب لوگ؟ تو ابوسفیان نے کہا تھا کہ، ضعفاء اور غرباء زیادہ تر پیرو ہیں۔ تو ہرقل نے کہا تمام رسولوں کی پیروی پہلے ایسے ہی لوگوں نے کی ہے۔ مطلب یہ ہے کہ مشرکینِ قریش ان مومنین ضعفاء کا مذاق اڑاتے تھے اور اگر بس میں ہوتا تو انھیں اذیت پہنچاتے۔ آخر خدا نے خیر کی طرف ان لوگوں کی رہنمائی کی۔ جس بات کی طرف ان لوگوں نے پہل کی ہے اگر وہ خیر ہے تو خدا نے ہمیں کیوں چھوڑ دیا۔ اور کہتے تھے کہ اگر اس کے تسلیم کرنے میں خیر ہوتا تو یہ ہم سے آگے بڑھتے ہی نہیں۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ جب اُن پر ہماری واضح آیتیں تلاوت کی جاتی ہیں تو یہ کافر مومنین سے کہتے ہیں

تمہارے دونوں میں اچھا کون رہا۔ اور شریف عزت دار اور دولتمند کون ہے؟ اس کے جواب میں اللہ تعالےٰ فرماتا ہے کہ ہم نے ان سے پہلے ایسی کتنی قوموں کو ہلاک کر دیا جو بڑے رتبے اور اعزاز والے اور جاہ و شوکت والے تھے، اور جن لوگوں نے یہ کہا تھا کہ اللہ تعالیٰ نے ہم پر انکو کیوں ترجیح دی؟ اسکے جواب میں ارشاد ہوتا ہے کہ کیا اللہ تعالیٰ سچے شکر گزاروں اور نیک دل اور اچھے کردار لوگوں کو نہیں جانتا؟ اللہ تعالیٰ انہی لوگوں کو توفیق دیتا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نیکوکاروں کے ساتھ ہوتا ہے، حدیثِ صحیح میں ہے کہ اللہ تعالےٰ تمہاری صورتوں اور رنگوں کو نہیں دیکھتا بلکہ تمہارے دلوں اور تمہارے اعمال کو دیکھتا ہے۔ عکرمہ سے اس آیت کے بارے میں کہ، عبرت دلاؤ ان لوگوں کو جنھیں خدا کے سامنے آنے کا اندیشہ تھا، یہ روایت ہے کہ بنی عبدمناف کے چند کافر سردار ابو طالب کے پاس آکر کہنے لگے کہ اے ابو طالب! کاش تمہارا بھتیجا محمد (صلعم) ہمارے غلاموں اور حلیفوں کو اپنے پاس سے ہٹا دیتا کیونکہ وہ ہمارے غلام اور خادم ہیں اور یہ بات ہمیں بہت شاق گزرتی ہے۔ ایسی صورت میں ہم محمد (صلعم) کی اطاعت کریں گے اور ان کی پیروی اور تصدیق کریں گے۔ تو ابو طالب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور اس کا ذکر کیا۔ تو حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے کہنے لگے، اچھا ایسا ہی کر دیجئے معلوم ہو جائیگا کہ ان کا کیا ارادہ ہے اور اسکے بعد وہ کیا کریں گے۔

تو یہ آیت اُتری۔ یہاں تک کہ فرمایا۔ کیا اللہ تعالیٰ شکر گزار بندوں کو نہیں جانتا۔ شکر گزار بندوں سے یہ لوگ مراد ہیں۔ بلال۔ عمار بن یاسر، سالم مولیٰ ابی حذیفہ۔ صبیح، اسید کے آزاد کردہ اور ابن مسعود کے حلیف۔ مقداد بن عمرو۔ مسعود بن القاری، واقد بن عبداللہ حنظلی۔ عمرو بن عبد عمرو۔ ذوالشمالین، مرثد بن ابی مرثد۔ ابو مرثد الغنوی جو حمزہ بن عبدالمطلب کے حلیف تھے (رضی اللہ عنہم) اور یہ آیت قریش کے ائمۃ الکفر اور ان کے حلیفوں کے بارے میں اُتری تھی جب یہ آیت نازل ہوئی تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ اُٹھے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور اپنے غلط مشورہ کی معذرت کرنے لگے۔

چنانچہ ارشادِ باری ہوتا ہے کہ جب ہماری آیتوں پر ایمان لانے والے تمہارے پاس آتے ہیں تو اُن سے کہو کہ تم پر سلامتی ہو۔ یعنی انھیں سلام کہہ کر ان کی عزت بڑھاؤ اور اللہ تعالےٰ کی رحمتِ واسعہ کی خوشخبری دو، اور اسی لئے فرمایا کہ اللہ تعالےٰ نے اپنے نفسِ کریمہ پر رحمت کو واجب قرار دے لیا ہے۔ اور جو تم میں سے ناوانستگی کے سبب کوئی گناہ کر بیٹھے اور پھر اس کے بعد توبہ کر لے اور پھر ہمیشہ کے لئے معاصی سے باز رہے اور ارادہ کر لے کہ پھر ایسا نہ کرے گا تو خدا تعالیٰ غفور الرحیم ہے،

ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ حضرت نے فرمایا کہ جب اللہ تعالےٰ نے مخلوق پر اپنی تقدیر قائم کی تو عرش پر جو اسکی کتاب لوحِ محفوظ ہے اس میں تحریر فرما دیا کہ میری رحمت میرے غضب پر غالب رہے گی۔ چنانچہ حضرت نے فرمایا کہ جب مخلوق کے بارے میں نفاذِ حکم سے اللہ تعالےٰ فارغ ہوگا تو تحتِ عرش سے کتاب نکالیگا جس میں لکھا ہوگا کہ میں ارحم الراحمین ہوں۔ پھر اپنی ایک یا دو مٹھی بھر مخلوق کو دوزخ سے نکالیگا جنھوں نے کچھ خیر کے کام نہ کئے ہوں گے اور انکی آنکھوں کے درمیان یہ لکھا ہوگا عُتَقَاءُ اللّٰہِ یعنی یہ اللہ کے آزاد کردہ ہیں، سلمان نے قولِ باری تعالےٰ كَتَبَ رَبُّكُمْ عَلٰى نَفْسِهِ الرَّحْمَةَ کے بارے میں لکھا ہے کہ ہم توراۃ میں یہ مکتوب پاتے ہیں کہ اللہ نے زمین و آسمان کو پیدا کیا اور اپنی سو رحمتیں پیدا کیں اور یہ مخلوق کے پیدا کرنے سے پہلے ہی پیدا کیں پھر مخلوق کو پیدا کر کے ان میں سے ایک رحمت مخلوق کے درمیان تقسیم کی اور اپنے پاس ننانوے حصے رحمت رکھ لی اسی ایک رحمت کی برکت سے لوگ آپس میں رحمت و محبت برتتے ہیں بذل و کرم کرتے ہیں میل ملاپ رکھتے ہیں۔ ناقہ اور گائے اور بکری اسی رحمت میں سے

حصہ لے کر اپنے بچوں کے ساتھ عطوفت برتتے ہیں اور سمندر میں دو سانپ آپس میں ایک دوسرے کے ساتھ رہتے ہیں۔ اور قیامت کے روز اللہ پاک ان سب رحمتوں کو اور اپنے پاس کی رحمت سب کو گنہگار بندوں پر صرف فرمائیگا اس مضمون میں بہت سی حدیثیں وارد ہیں، چنانچہ معاذ بن جبل رضؓ سے مروی ہے کہ کیا تم جانتے ہو کہ بندوں پر اللہ کا کیا حق ہے؟ حق یہ ہے کہ وہ اسی کی عبادت کریں اور کسی کو اس کا شریک نہ بنائیں۔ پھر پوچھا کہ بندوں کا حق اللہ پر کیا ہے؟ پھر کہا یہ ہے کہ خدا انہیں معاف کر دے اور مبتلائے عذاب نہ کرے۔

وَكَذٰلِكَ نُفَصِّلُ الْاٰيٰتِ وَلِتَسْتَبِيْنَ
اور اسی طرح ہم آیات کی تفصیل کرتے رہتے ہیں اور تاکہ مجرمین کا
سَبِيْلُ الْمُجْرِمِيْنَ ﴿٥٥﴾ قُلْ اِنِّيْ نُهِيْتُ ع ۶ ۱۲
طریقہ ظاہر ہو جائے۔ آپ کہہ دیجئے کہ مجھ کو اس سے ممانعت کی گئی
اَنْ اَعْبُدَ الَّذِيْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ
ہے کہ ان کی عبادت کروں جن کی تم لوگ اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر عبادت کرتے ہو آپ
اللّٰهِ ۭ قُلْ لَّآ اَتَّبِعُ اَهْوَاۗءَكُمْ ۙ قَدْ
کہہ دیجئے کہ میں تمہارے خیالات کا اتباع نہ کروں گا کیونکہ اس حالت میں
ضَلَلْتُ اِذًا وَّمَآ اَنَا مِنَ الْمُهْتَدِيْنَ ﴿٥٦﴾
تو بے راہ ہو جاؤں گا اور راہ پر چلنے والوں میں نہ رہوں گا۔
قُلْ اِنِّيْ عَلٰي بَيِّنَةٍ مِّنْ رَّبِّيْ وَكَذَّبْتُمْ
آپ کہہ دیجئے کہ میرے پاس تو ایک دلیل ہے میرے رب کی طرف سے اور تم اس کی تکذیب کرتے ہو
بِهٖ ۭ مَا عِنْدِيْ مَا تَسْتَعْجِلُوْنَ بِهٖ ۭ اِنِ
جس چیز کا تم تقاضا کر رہے ہو وہ میرے پاس نہیں۔ حکم کسی کا نہیں بجز
الْحُكْمُ اِلَّا لِلّٰهِ ۭ يَقُصُّ الْحَقَّ وَهُوَ خَيْرُ
اللہ تعالیٰ کے۔ اللہ تعالیٰ واقعی بات کو بتلا دیتا ہے اور سب سے اچھا فیصلہ
الْفٰصِلِيْنَ ﴿٥٧﴾ قُلْ لَّوْ اَنَّ عِنْدِيْ مَا
کرنے والا وہی ہے۔ آپ کہہ دیجئے کہ اگر میرے پاس وہ چیز ہوتی جس کا تم تقاضا
تَسْتَعْجِلُوْنَ بِهٖ لَقُضِيَ الْاَمْرُ
کر رہے ہو تو میرا اور تمہارا باہمی قصہ
بَيْنِيْ وَبَيْنَكُمْ ۭ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِالظّٰلِمِيْنَ ﴿٥٨﴾
فیصل ہو چکا ہوتا۔ اور ظالموں کو اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے۔
وَعِنْدَهٗ مَفَاتِحُ الْغَيْبِ لَا يَعْلَمُهَآ
اور اللہ تعالیٰ ہی کے پاس ہیں خزانے تمام مخفی اشیاء کے ان کو کوئی نہیں جانتا
اِلَّا هُوَ ۭ وَيَعْلَمُ مَا فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ ۭ وَ
بجز اللہ کے اور وہ تمام چیزوں کو جانتا ہے جو کچھ خشکی میں ہیں اور جو کچھ دریا میں ہیں اور
مَا تَسْقُطُ مِنْ وَّرَقَةٍ اِلَّا يَعْلَمُهَا وَلَا
کوئی پتا نہیں گرتا مگر وہ اس کو بھی جانتا ہے اور کوئی دانہ زمین
حَبَّةٍ فِيْ ظُلُمٰتِ الْاَرْضِ وَلَا رَطْبٍ
کے تاریک حصوں میں نہیں پڑتا اور نہ کوئی تر اور
وَّلَا يَابِسٍ اِلَّا فِيْ كِتٰبٍ مُّبِيْنٍ ﴿٥٩﴾
نہ کوئی خشک چیز گرتی ہے مگر یہ سب کتاب مبین میں ہیں۔

ارشاد ہوتا ہے کہ جس طرح ہم نے سابقہ بیانات میں دلائل و براہین کے ذریعہ طریق رشد و ہدایت وغیرہ کو واضح کر دیا اسی طرح وہ آیتیں جن کے مخاطب محتاج ہیں وضاحت سے بیان کرتے ہیں اور اس لئے بھی کہ مجرمین کا راستہ کھل کر سامنے آجائے۔ اے نبی کہہ دو کہ جو وحی اللہ تعالیٰ نے میری طرف بھیجی ہے میں اسی پر بصیرت رکھتے ہوئے قائم ہوں اور تم نے تو حق کو جھٹلا دیا ہے۔ تم جس عذاب کی جلدی کر رہے ہو وہ میرے ہاتھ کی بات نہیں۔ حکم تو صرف خدا کا چلتا ہے اگر وہ جلد تر تم پر عذاب لانا چاہے تو فوراً ہی آجائے اور دیر کرنا چاہے اور اپنی حکمت عظیمہ سے تمہیں مہلت دے تو اس کا اختیار ہے۔ اسی لئے فرمایا کہ وہ حق طریق اختیار فرماتا ہے اور وہ احکام و قضایا کے فیصلہ کرنے میں اور بندوں کے درمیان کوئی حکم نافذ کرنے میں حق پر ہوتا ہے۔ تم کہہ دو کہ اگر تم پر عذاب جلدی لانا میری اختیاری بات ہوتی تو تم جس عذاب کے مستحق ہو رہے ہو تو اس کو تم پر فوراً ہی نازل کر دیتا۔ واللہ تو ظلم کرنے والوں سے خوب واقف ہے۔ اگر کہا جائے کہ اس آیت میں تو اور اس حدیث میں جو صحیحین سے

ثابت ہے آپس میں جمع و توافق کیا ہے۔ یعنی وہ حدیث جو حضرت عائشہ رضہ سے مروی ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے کہا کہ یا رسول اللہ ﷺ! کیا یوم احد سے بھی کوئی شدید دن آپ پر گزرا تو آپ نے فرمایا کہ عائشہ تمہاری اس قوم سے سخت ترین تکلیف جو مجھے پہنچی وہ یوم عقبہ میں پہنچی جب کہ میں نے ابن عبد یالیل پر اپنے کو پیش کیا تو میری دعوت اس نے منظور نہیں کی۔ میں نہایت غمگین ہو کر چل کھڑا ہوا مقام قرن ثعالب میں آکر میرے حواس ٹھیک ہوئے اور میں نے سر اٹھایا تو دیکھا کہ ایک ابر میرے اوپر چھایا ہوا ہے اُس میں جبرئیل دکھائی دے رہے ہیں اور مجھ سے کہہ رہے ہیں کہ یا محمد تمہاری قوم نے جو تم سے کہا، اللہ تعالیٰ نے سن لیا۔ ملک الجبال اللہ تعالیٰ نے تمہاری طرف بھیجا ہے تاکہ تم جو چاہو اس کو حکم دو۔ ملک الجبال نے بھی آواز دی اور سلام عرض کیا اور کہا کہ اللہ نے مجھے تمہاری طرف اسی لئے بھیجا ہے کہ اگر تم حکم دو تو یہ دونوں پہاڑ تمہاری قوم پر گرا دوں۔ تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ میں امید رکھتا ہوں کہ خدا انہیں کافروں کی نسل سے ایسے لوگ بھی پیدا کر دے جو مومن نکلیں اور کسی کو خدا کا شریک نہ ٹھہرائیں یہ مسلم کے لفظ ہیں کہ ان پر فرشتے نے اپنا عذاب پیش کیا تو حضرت ﷺ نے اُس کو مہلت دینے کو کہا اور عذاب میں تاخیر کی خواہش کی تاکہ ان کی نسل سے مومن پیدا ہو سکیں تو اب شبہہ یہ وارد ہوتا ہے کہ اس حدیث اور خدا کے قولِ بالا میں تطابق کس طرح ہوگا۔ سابقہ قول یہ ہے کہ جو عذاب تم مانگتے ہو اگر مجھے اس پر دسترس ہوتی، تو ہمارا تمہارا فیصلہ اسی وقت ہو جاتا اور میں اسی وقت تم پر عذاب نازل کر دیتا۔ اور یہاں دسترس ہونے کے باوجود حضرت عذاب نازل نہیں فرما رہے ہیں۔ یہ شبہہ یوں دور ہو سکتا ہے کہ آیۂ پاک تو دلالت کرتی ہے اس بات پر کہ جس عذاب کو وہ طلب کرتے ہیں تو طلب کرنے پر وقوعِ عذاب ہو جاتا اور حدیث میں یہ مذکور نہیں کہ انھوں نے عذاب طلب کیا تھا بلکہ فرشتے نے اپنی طرف سے عذاب کی پیش کش کی تھی کہ اگر آپ چاہیں تو یہ اخشبین جو مکہ میں دو پہاڑ ہیں اور جنوباً و شمالاً اس کو گھیرے ہوئے ہیں، ان پر گرا دوں، لیکن حضرت ﷺ نے نرمی کر کے اور تاخیر سے کام لینے کی خواہش کی،

پھر ارشادِ باری ہے کہ غیب کی باتیں خدا کے سوا کوئی نہیں جانتا۔ حضرت ﷺ نے فرمایا کہ غیب کی باتیں پانچ ہیں۔ وہ یہ کہ قیامت کا وقت خدا تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں جانتا۔ دوسرے پانی کا برسنا۔ تیسرے یہ کہ حمل میں لڑکا ہے یا لڑکی، چوتھے یہ کہ کل کوئی شخص کیا کرنے والا ہے پانچویں یہ کہ کوئی شخص نہیں جانتا کہ وہ کس مقام میں مریگا۔ اللہ ہی ان باتوں سے خبردار ہے حدیثِ عمر میں ہے کہ جبرئیل ایک وقت ایک اعرابی کی شکل و صورت میں آپکے پاس آئے اور ایمان و اسلام و احسان کے بارے میں آپ سے سوالات کئے تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب کے ضمن میں فرمایا تھا کہ پانچ چیزوں کا علم خدا کے سوا کسی کو نہیں، پھر آیت تلاوت کی کہ اِنَّ اللّٰهَ عِنْدَهٗ عِلْمُ السَّاعَةِ الی آخرہ قولہ وَيَعْلَمُ مَا فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ یعنی اس کا علم کریم جمیع موجودات بری و بحری پر محیط ہے زمین اور آسمان کا کوئی ذرہ اس سے مخفی نہیں۔ صرصری نے کیا خوب کہا ہے ؎

فَلَا يَخْفٰى عَلَيْهِ الذَّرُّ اِمَّا ✦ تَرَاءٰى لِلنَّوَاظِرِ اَوْ تَوَارٰى

یعنی خدا تعالیٰ سے کوئی ذرہ بھی مخفی نہیں رہ سکتا، خواہ دیکھنے والوں سے کوئی چیز کھلی رہے یا ڈھکی رہے۔

اللہ تعالیٰ کا فرمان وَمَا تَسْقُطُ مِنْ وَّرَقَةٍ اِلَّا يَعْلَمُهَا جب وہ جمادات تک کی حرکات کو جانتا ہے تو پھر حیوانات اور خصوصاً جن و انس کی حرکات و اعمال کو کیسے نہ جانے گا جب کہ وہ مکلف بھی ہیں۔ جیسا کہ فرمایا يَعْلَمُ خَآئِنَةَ الْاَعْيُنِ وَمَا تُخْفِي الصُّدُوْرُ بر و بحر کے ہر شجر تک پر ایک فرشتہ موکل ہے جو پتوں کے گرنے تک کی یادداشت رکھتا ہے۔ کتاب لوح محفوظ میں ہر رطب و یابس ہر سیدھی ٹیڑھی

بات اور زمین کی تاریکیوں کے اندر کا ایک ایک ذرہ تک لکھا ہوا ہے۔ ہر درخت بلکہ سوئی کے ناکے پر بھی فرشتہ مقرر ہے۔ یعنی لکھتا ہے کہ کب یہ تر و تازہ ہوا اور کب سوکھ گیا۔ ابن عباسؓ نے کہا کہ اللہ نے دوات کو پیدا کیا اور الواح پیدا کئے اور دنیا میں تمام ہونے والے امور درج کئے کہ کیسی مخلوق پیدا ہوگی، رزق اس کو حلال ملے گا یا حرام، عمل اس کا نیک ہوگا یا بد۔ عمرو بن العاصؓ سے روایت ہے کہ تیسری زمین سے نیچے اور چوتھی کے اوپر کے جنوں نے تمہارے لئے ظاہر ہونا چاہا لیکن اُن کا نور اور روشنی کسی زاویہ سے بھی تمہیں دکھائی نہ دے سکی۔ یہ اللہ تعالیٰ کی خواتیم ہیں کہ ہر خاتم پر ایک فرشتہ ہے۔ اللہ تعالیٰ ہر روز ایک فرشتہ کو بھیج کر کہتا ہے کہ جو خاتم تیرے حوالے ہے اس کی حفاظت کر۔

وَهُوَ الَّذِي يَتَوَفَّاكُم بِاللَّيْلِ وَيَعْلَمُ

اور وہ ایسا ہے کہ رات میں تمہاری روح کو ایک گونہ قبض کر دیتا ہے اور جو کچھ

مَا جَرَحْتُم بِالنَّهَارِ ثُمَّ يَبْعَثُكُمْ فِيهِ

تم دن میں کرتے ہو اس کو جانتا ہے پھر تم کو جگا اٹھاتا ہے تاکہ میعاد معین تمام

لِيُقْضَىٰ أَجَلٌ مُّسَمًّى ۖ ثُمَّ إِلَيْهِ مَرْجِعُكُمْ ثُمَّ

کر دی جائے۔ پھر اُسی کی طرف تم کو جانا ہے پھر تم کو بتلا دے گا

يُنَبِّئُكُم بِمَا كُنتُمْ تَعْمَلُونَ ۝ وَهُوَ الْقَاهِرُ ع ۵ ۱۳

جو کچھ تم کیا کرتے تھے۔ اور وہی اپنے بندوں کے اوپر

فَوْقَ عِبَادِهِ ۖ وَيُرْسِلُ عَلَيْكُمْ حَفَظَةً

غالب ہے برتر ہیں اور تم پر نگہداشت رکھنے والے بھیجتے ہیں

حَتَّىٰ إِذَا جَاءَ أَحَدَكُمُ الْمَوْتُ تَوَفَّتْهُ

یہاں تک کہ جب تم میں سے کسی کو موت آ پہنچتی ہے اس کی روح ہمارے

رُسُلُنَا وَهُمْ لَا يُفَرِّطُونَ ۝ ۶۱ ثُمَّ

بھیجے ہوئے قبض کر لیتے ہیں اور وہ ذرا کوتاہی نہیں کرتے۔ پھر سب اپنے

رُدُّوا إِلَى اللَّهِ مَوْلَاهُمُ الْحَقِّ ۚ أَلَا لَهُ

مالک حقیقی کے پاس لائے جائیں گے۔ خوب سن لو فیصلہ اللہ ہی کا ہو گا اور

الْحُكْمُ وَهُوَ أَسْرَعُ الْحَاسِبِينَ ۝ ۶۲

وہ بہت جلد حساب لے لیگا :-

اللہ پاک فرماتا ہے کہ وہ اپنے بندوں کو رات کے وقت بوقت خواب وفات دیتا ہے اور یہ وفات اصغر ہے جیسا کہ فرمایا، جب اللہ تعالیٰ نے کہا کہ اے عیسیٰ میں تمہیں وفات دینے والا ہوں اور اپنی طرف تمہیں اٹھا لینے والا ہوں۔ اور فرمایا کہ اللہ تعالیٰ موت کے وقت نفوس کو وفات دیدیتا ہے اور جو بحالت خواب مر نہیں جاتے ہیں وہ ایسے نفوس ہوتے ہیں اُن پر بھاری قسم والی موت روک دی جاتی ہے اور اوپر دوسری موت بھیجی جاتی ہے یعنی نیند اور یہ مقررہ موت تک ہوتا رہتا ہے۔ اس آیت میں دو وفاتوں کا ذکر کیا گیا ہے ایک موت کبریٰ دوسری موت صغریٰ۔ پھر ارشاد فرماتا ہے کہ وہ رات کے وقت تم کو وفات دیدیتا ہے تم کاروبار سے رُک جاتے ہو۔ لیکن دن میں تم اپنے کام میں لگے رہتے ہو اور وہ تمہارے دن بھر کے اعمال کو جانتا ہے یہ ایک جملہ معترضہ ہے جو اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کا علم اپنی مخلوق پر کیسا محیط ہے، رات کے وقت حالتِ سکون میں اور دن میں بحالتِ حرکات۔ جیسا فرمایا کہ سَوَاءٌ مِّنكُم مَّنْ أَسَرَّ الْقَوْلَ وَمَن جَهَرَ بِهِ وَمَنْ هُوَ مُسْتَخْفٍ بِاللَّيْلِ وَسَارِبٌ بِالنَّهَارِ - یعنی چھپا و کھلا رات کا یا دن کا سب امور کا اُسے علم ہے۔ اور فرمایا: وَمِن رَّحْمَتِهِ جَعَلَ لَكُمُ اللَّيْلَ وَالنَّهَارَ یعنی یہ اللہ کی رحمت ہے کہ تمہارے لئے دن اور رات بنایا تاکہ رات میں سکون حاصل کرو اور دن میں کماؤ کھاؤ۔ اور فرمایا کہ ہم نے رات کو تمہارے لئے لباس بنایا اور دن کو طلب معاش کا وقت، اسی لئے آیت زیر ذکر میں فرماتا ہے کہ رات کو وہ مار دیتا ہے اور دن میں جو اعمال تم سے گزر گئے ہیں انہیں جانتا ہے پھر اس ظاہری موت کے بعد دن کے وقت پھر تمہیں جیتا جاگتا اٹھاتا ہے۔ حضرتؐ نے فرمایا کہ ہر انسان کے

ساتھ ایک فرشتہ ہوتا ہے۔ جب وہ سو جائے تو اس کے نفس کو لے لیتا ہے اور خدا کے پاس لے جاتا ہے۔ اگر اللہ تعالیٰ فرمائے کہ روک رکھ تو روک لیتا ہے ورنہ پھر اس کے جسم میں واپس کر دیتا ہے هُوَ الَّذِي يَتَوَفَّاكُم بِاللَّيْلِ کا یہی مطلب ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے لِيُقْضَىٰ أَجَلٌ مُّسَمًّى یعنی ہر شخص کا مقررہ وقت پورا ہو جائے پھر اس کی جان خدا تعالیٰ کے پاس پہنچا دی جاتی ہے۔ اللہ پاک اس کو بتلا دیتا ہے کہ تو کیسا عمل کرتا تھا۔ اور پھر اس کا بدلہ دیتا ہے، خیر ہو تو خیر کا بدلہ، بد ہے تو بد۔ قولہ وَهُوَ الْقَاهِرُ فَوْقَ عِبَادِهِ یعنی وہ ہر چیز پر غالب ہے اور ہر شے اس کے سامنے جھکی ہوئی ہے۔ اس نے انسان پر ملائکہ مقرر کر رکھے ہیں۔ جو اس کی ہر آن حفاظت کرتے ہیں۔ جیسے کہ فرمایا کہ انسان کے آگے پیچھے فرشتے ہوتے ہیں، جو اللہ کے حکم سے اس کی حفاظت فرماتے رہتے ہیں۔ جیسا کہ فرمایا اِنَّ عَلَيْكُمْ لَحَافِظِينَ اور فرمایا: اِذْ يَتَلَقَّى الْمُتَلَقِّيَانِ اور فرمایا کہ جب تم میں سے کسی کو موت آجاتی ہے تو ہمارے ملائکہ اس کی روح قبض کر لیتے ہیں۔ ابن عباسؓ کہتے ہیں کہ ملک الموت کے کئی فرشتے مددگار ہیں جو جسم سے روح کھینچتے ہیں اور جب حلق تک وہ روح آ پہنچتی ہے تو ملک الموت قبض کر لیتے ہیں اور اس کا ذکر بوقت تفسیر آیت يُثَبِّتُ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا بِالْقَوْلِ الثَّابِتِ میں آگے آئے گا پھر فرمایا وَهُمْ لَا يُفَرِّطُونَ یعنی وہ روح متوفی کی حفاظت میں کوتاہی نہیں کرتے۔ پھر اس کو وہاں پہنچا دیتے ہیں جہاں خدا کی مرضی ہوتی ہے۔ اگر وہ نیک ہو تو علیین میں جگہ دی جاتی ہے اور اگر فاجر ہو تو سجین میں، جو دوزخ کا طبقہ ہے خدا کی پناہ پھر یہ ملائکہ اور روح اپنے مولائے حق کی طرف پھیرے جاتے ہیں۔

یہاں ہم ایک حدیث ذکر کرتے ہیں جس کو ابو ہریرہؓ نے روایت کیا ہے کہ حضرتؐ نے فرمایا کہ مرنے والے کے پاس ملائکہ آتے ہیں، اگر وہ مرد صالح ہو تو کہتے ہیں کہ آ جا اے نفس طیبہ، تو جسم طیب میں تھا، نکل [illegible] محمود ہو کر [illegible] تجھ کو جنت کے روح و ریحان کی خوش خبری ہے، خدا تجھ سے ناراض نہیں"۔ جب یہ مسلسل کہتے رہتے ہیں تو روح جسم سے نکل آتی ہے وہ اسے لے کر آسمان پر چڑھتے ہیں آسمان کا دروازہ اس کے لئے کھل جاتا۔ پوچھا جاتا ہے، کون ہے کہا جاتا ہے کہ فلاں کی روح ہے تو آسمان کے فرشتے کہتے ہیں "مرحبا اے نفس طیبہ تو جسم طیب میں تھا۔ تجھے خوشخبری ہے" یہاں تک کہ وہ اسے لے کر اس آسمان تک پہنچتے ہیں، جہاں اللہ پاک ہے۔ اور اگر وہ جان بدکار کی جان ہے، تو کہتے ہیں کہ "اے خبیث جسم میں رہنے والی خبیث جان! نکل ذلیل بن کر تجھے حمیم و غساق کی خوشخبری ہے اور تیرے لئے اسی پیپ اور آب گرم کی طرح اور دوسرے عذاب بھی ہیں" بار بار کہنے کے بعد جب وہ نکلتی ہے تو اسے لے کر آسمان پر چڑھ جاتے ہیں۔ دروازہ کھل جاتا ہے پوچھا جاتا ہے کون ہے؟ کہا جاتا ہے فلاں۔ تو فرشتے کہتے ہیں لعنت ہے تجھ پر اے نفس خبیثہ! تیرے لئے آسمان کا دروازہ نہیں کھلے گا۔ پھر وہ جان اپنی قبر کی طرف واپس کر دی جاتی ہے، یہ حدیث غریب ہے اور محتمل ہے کہ یہ مراد ہو کہ ثُمَّ رُدُّوا یعنی ساری مخلوق کو قیامت کے روز خدا تعالیٰ کی طرف رد کیا جائیگا اور اللہ پاک حسب انصاف ان پر حکم صادر فرمائے گا جیسا کہ فرمایا اِنَّ الْاَوَّلِيْنَ وَالْاٰخِرِيْنَ لَمَجْمُوْعُوْنَ اِلٰى مِيْقَاتِ يَوْمٍ مَّعْلُوْمٍ اور پھر ارشاد ہے وَحَشَرْنَاهُمْ فَلَمْ نُغَادِرْ مِنْهُمْ اَحَدًا۔ یعنی اولین و آخرین سب کو بروز قیامت جمع کیا جائیگا۔ پھر سب کو اٹھائیں گے کسی کو نہیں چھوڑیں گے اور اللہ کسی پر ظلم نہیں کرے گا وہ مولائے حق ہے حکم صرف اسی کا چلتا ہے وہ بہت جلد حساب لینے والا ہے

قُلْ مَنْ يُنَجِّيكُمْ مِّنْ ظُلُمَاتِ الْبَرِّ وَالْبَحْرِ

آپ پوچھئے کہ وہ کون ہے جو تم کو خشکی اور دریا کی ظلمات سے اس حالت میں نجات دیتا ہے

تَدْعُونَهُ تَضَرُّعًا وَخُفْيَةً لَئِنْ أَنْجَانَا

کہ تم اس کو [illegible]

مِنْ هٰذِهٖ لَنَكُوْنَنَّ مِنَ الشّٰكِرِيْنَ ﴿۶۳﴾ قُلِ

سے نجات دیدیں تو ہم ضرور حق شناسی والوں سے ہو جائیں۔ آپ کہہ دیجئے کہ

اللّٰهُ يُنَجِّيْكُمْ مِّنْهَا وَمِنْ كُلِّ كَرْبٍ ثُمَّ اَنْتُمْ

اللہ ہی تم کو ان سے نجات دیتا ہے اور ہر غم سے تم پھر بھی شرک

تُشْرِكُوْنَ ﴿۶۴﴾ قُلْ هُوَ الْقَادِرُ عَلٰٓى اَنْ

کرنے لگتے ہو۔ آپ کہیے کہ اس پر بھی وہی قادر ہے کہ

يَّبْعَثَ عَلَيْكُمْ عَذَابًا مِّنْ فَوْقِكُمْ اَوْ مِنْ

تم پر کوئی عذاب تمہارے اوپر سے بھیجدے یا تمہارے

تَحْتِ اَرْجُلِكُمْ اَوْ يَلْبِسَكُمْ شِيَعًا وَّيُذِيْقَ

پاؤں تلے سے یا کہ تم کو گروہ گروہ کر کے سب کو بھڑا دے اور تمہارے ایک کو دوسرے

بَعْضَكُمْ بَاْسَ بَعْضٍ ؕ اُنْظُرْ كَيْفَ

کی لڑائی چکھا دے۔ آپ دیکھئے تو سہی ہم کس طرح دلائل مختلف

نُصَرِّفُ الْاٰيٰتِ لَعَلَّهُمْ يَفْقَهُوْنَ ﴿۶۵﴾

پہلوؤں سے بیان کرتے ہیں شاید وہ سمجھ جائیں۔

اللہ اپنے بندوں پر احسان کا ذکر فرما رہا ہے کہ ہم نے بر و بحر کی تاریکیوں سے ان پریشان حالوں کو کیسے نجات دی جب کہ بڑی مشکلات اور بحری گرداب میں پھنس گئے تھے جہاں مخالف ہوائیں چل رہی تھیں اور اس وقت وہ دعا کے لئے خدائے واحد کو مخصوص کر رہے تھے۔ جیسا کہ ایک جگہ فرمایا کہ جب تمہیں سمندر میں کسی مضرت سے سابقہ پڑتا ہے تو اس وقت یہ سارے شرکاء کو بھول جاتے کوئی بت یاد نہیں آتا اور یاد آتا ہے تو صرف خدا۔ قولِ پاک ہے کہ تمہارا خدا وہی خدا تو ہے جو بحر و بر میں تمہیں لے چلتا ہے اور جب جہاز خوشگوار اور موافق ہوا کے ساتھ چلتے ہیں تو بڑے خوش رہتے ہو، اور جب بادِ مخالف چلتی ہے اور ہر طرف سے موجیں ٹکر دیتی رہتی ہیں اور یقین ہو جاتا ہے کہ اب تو موت میں گھر گئے تو بڑے خلوص سے خدا کو پکارتے ہیں کہ اے خدا! اگر اس مصیبت سے تو ہمیں نجات بخشے گا تو ہم بہت شکر گزار بندے بنیں گے اور ارشاد ہوتا ہے کہ غور تو کرو کہ بحر و بر کی تاریکیوں میں تمہیں سیدھی راہ کون چلاتا ہے اور خوش آئند ہواؤں کو اپنی رحمت سے کون بھیجتا ہے کیا اللہ کے ساتھ کوئی اور خدا بھی ہے جسے تم نے شریک بنا لیا ہو۔ اور یہ آیتِ کریمہ کہ ظلماتِ بحر و بر سے کون نجات دیتا ہے جس کو تم سراً و علانیۃً پکارتے ہو کہ اگر تو ہمیں نجات دے تو ہم شکر گزار بنیں گے۔ کہہ دو کہ اللہ ہی نے تمہیں اس سے اور ہر درد و کرب سے نجات بخشی ہے۔ لیکن تم پھر بھی خوش حالی میں بتوں کو اس کا شریک بناتے ہو۔ خدا اس پر قادر ہے کہ تم پر عذاب نازل فرمائے۔ جیسا کہ سورۂ سبحان میں ہے کہ تمہارا رب ہی جہازوں کو سمندر میں چلاتا ہے تاکہ تم دولت کماؤ۔ وہ تم پر رحیم و کریم ہے اور جب تمہیں کوئی مضرت آ پہنچتی ہے تو اپنے سب بتوں کو بھول جاتے ہو اور خدا ہی یاد رہ جاتا ہے اور جب سمندر کے خطرات سے بچا کر خشکی پر لا کھڑا کرتا ہے، تو خدا سے اعراض کر جاتے ہو۔ انسان بڑا ہی ناشکر گزار ہے زمین پر آنے کے بعد کیا تم بچ گئے وہ چاہے تو پانی میں ڈبونے کی طرح کیا زمین کے اندر بھی تمہیں نہیں دھنسا سکتا۔ یا تم پر آسمان سے پتھراؤ ہو جائے اور پھر کوئی تمہارا مددگار نہ ہو، وہ تمہیں پھر سمندر کا سفر کرا کے اور بادِ مخالف کو بھیج کر تمہیں غرق کر سکتا ہے۔ خدا تو قادر ہے کہ چاہے تو تمہارے سر کے اوپر سے یا تمہارے پیروں تلے ہی سے تم پر عذاب بھیج دے۔ یہ مشرکین سے خطاب تھا۔ مجاہد کہتے ہیں کہ یہ تنبیہ امتِ محمدؐ کے لئے ہے۔ ہم یہاں چند احادیث ذکر کریں گے جو اسی سے متعلق ہیں، بھروسہ خدا ہی پر ہے، بخاریؒ نے اس آیت مندرجہ بالا کے بارے میں فرمایا کہ يَلْبِسَكُمْ یعنی تم فرقے بن بنکر آپس میں تفرقہ بندیاں کرنے لگو اور ایک دوسرے سے لڑ بیٹھو۔ یعنی اللہ چاہے تو ایسے عذاب میں بھی تمہیں مبتلا فرما سکتا ہے۔ جابر بن عبد اللہؓ سے مروی ہے کہ جب یہ آیت اتری یعنی عَذَابًا مِّنْ فَوْقِكُمْ والی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

اَعُوْذُ بِوَجْهِكَ - اور مِنْ تَحْتِ اَرْجُلِكُمْ کے وقت بھی فرمایا اَعُوْذُ بِوَجْهِكَ یعنی اے خدا تیری پناہ اور جب اَوْ يَلْبِسَكُمْ شِيَعًا الخ سُنا تو فرمایا یہ نسبتاً سہل ہے، جابر رض سے روایت ہے کہ جب یہ آیت اُتری کہ قُلْ هُوَ الْقَادِرُ (الی آخرہ) تو آپ نے فرمایا اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ ذٰلِكَ پھر مِنْ تَحْتِ اَرْجُلِكُمْ سُن کر بھی فرمایا اَعُوْذُ بِاللّٰهِ پھر يَلْبِسَكُمْ شِيَعًا - سُن کر فرمایا - یہ آسان تر ہے اگر اس پر بھی آپ پناہ مانگتے تو مانگ سکتے تھے، سعد بن وقاص رض سے بھی مروی ہے کہ اس آیت کو سُن کر آپ نے فرمایا کہ یہ بات ہو کر رہے گی اور ابھی تک ہوئی نہیں ہے۔

ایک حدیث سعد بن ابی وقاص رض سے مروی ہے کہ ہم نبی صلعم کے ساتھ چلے اور مسجدِ بنی معاویہ میں آ گئے، وہاں آپ نے دو رکعتیں پڑھیں، ہم نے بھی آپ کے ساتھ نماز پڑھی، پھر آپ دیر تک رب عزوجل سے مناجات میں مصروف رہے۔ پھر فرمانے لگے کہ میں نے تین باتوں کی خدا سے درخواست کی تھی کہ میری امت فرعونیوں کی طرح غرق ہو کر تباہ نہ ہو اور قحط سے ہلاک نہ ہو اور ان کے گروہوں کے اندر جنگ برپا نہ ہو جائے۔ تو پہلی دو باتیں تو منظور کر لی گئیں اور تیسری بات نامنظور کی گئی۔ جابر بن عتیک سے روایت ہے کہ ہمارے پاس عبداللہ ابن عمر رض مقام بنی معاویہ میں تشریف لائے جو انصار کا ایک گاؤں ہے اور کہا کیا تم جانتے ہو کہ تمہاری اس مسجد میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کہاں نماز پڑھی تھی؟ میں نے کہا۔ ہاں۔ اور ایک گوشے کی طرف اشارہ کیا۔ پھر پوچھا، وہاں آپ نے کن تین باتوں کی دعا کی تھی۔ میں نے کہا ہاں، آپ نے دعا کی تھی کہ کوئی دشمن میری امت پر غالب نہ ہو اور قحط انہیں ہلاک نہ کرے۔ تو یہ دونوں باتیں منظور کر لی گئیں، اور یہ بھی دعا کی تھی کہ ان کی آپس میں جنگ نہ ہو تو یہ دعا قبول نہ ہوئی، تو عبداللہ بن عمر رض نے کہا کہ تم نے ٹھیک کہا، چنانچہ قیامت تک مسلمانوں کے آپس میں جنگیں ہوتی رہیں گی۔ یہ حدیث صحاح ستہ میں درج نہیں ہے لیکن اس کی اسناد جید اور قوی ہے معاذ بن جبل رض سے مروی ہے کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا تو کہا گیا کہ ابھی چلے گئے ہیں۔ جہاں جاتا کہا جاتا کہ ابھی یہاں سے چلے گئے۔ حتیٰ کہ میں نے آپ کو ایک جگہ نماز پڑھتے دیکھا میں بھی آپ کے ساتھ نماز پڑھنے کھڑا ہو گیا، آپ نے بہت لمبی نماز پڑھی، نماز کے بعد میں نے کہا۔ یا رسول اللہ، آپ نے بڑی لمبی نماز پڑھی؟ آپ نے فرمایا میں صلوٰۃ خوف و رغبت پڑھ رہا تھا۔ پھر آپ نے انہیں انہی تین دعاؤں کا ذکر فرمایا۔

خباب بن ارت مولیٰ بنی زہرہ سے روایت ہے، جو بدر میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حاضر تھے۔ کہتے ہیں کہ ایک دن میں تمام رات نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھتا رہا۔ حتیٰ کہ جب آپ نے نماز پڑھ کر سلام پھیرا تو میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! آج آپ نے ایسی نماز پڑھی کہ میں نے کبھی نہیں دیکھا تھا۔ تو آپ نے فرمایا۔ ہاں، یہ نماز امید و رجا کی تھی جس کے بعد میں نے خدا سے تین باتوں کی درخواست کی تھی، اس کے بعد پوری حدیث مذکور ہے۔ اس کو صحاح ستہ میں نسائی نے روایت کیا ہے۔

ابو مالک کہتے ہیں کہ میں نے اس سے کہا کہ اے نافع بن خالد خزاعی! کیا یہ حدیث تم نے رسول اللہ کی زبان سے سنی ہے؟ تو کہا، ہاں میں نے ان لوگوں سے سُنا جنہوں نے خود نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان سے سُنا تھا۔

شداد بن اوس سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میرے لیے زمین کے مشرق و مغرب قریب کر دیے گئے اور یہ کہ میری امت ان سب پر مالک ہو جائے گی۔ اور مجھے دونوں خزانے دیے گئے ہیں، خزانۂ ابیض بھی اور خزانۂ احمر بھی، اور میں نے سوال کیا تھا کہ اس کے ساتھ اے خدا یہ بھی ہو کہ میری امت قحط سے نہ مرے اور نہ کوئی دشمن ان پر ایسا مسلط ہو کہ عمومی ہلاکت لا ڈالے اور ان میں گروہ بندی نہ ہو جائے کہ ایک دوسرے سے جنگ

کرنے لگیں۔ تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ اے محمد! میں نے جو تقدیر قائم کردی وہ ہو کر رہے گی۔ میں نے تمہاری دو نوں باتیں تو منظور کیں۔ لیکن تمہاری امت بعض کو بعض ہلاک کرے گی یا قید کیا کرے گی۔ اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مجھے اگر اپنی امت پر خوف ہے تو گمراہ اماموں اور سرداروں کا ہے، جب ایک بار میری اُمت میں تلوار چل پڑے گی تو پھر نہ رکے گی، اور قیامت تک آپس میں جنگ و جدال کا سلسلہ قائم رہے گا۔

نافع بن خالد خزاعی نے اپنے باپ سے روایت کی ہے جو کہ اصحابِ رسول سے تھے اور بیعتِ رضوان تحت الشجر میں سے تھے کہ ایک دن نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز پڑھی، لوگ آپ کو گھیرے ہوئے تھے، آپ نے ہلکی نماز پڑھی لیکن رکوع و سجود کامل کیا۔ لیکن جب جلوس کیا تو جلوس بہت طویل تھا۔ حتیٰ کہ ہم میں سے بعض، بعض کو اشارہ کرنے لگے کہ شاید حضرت پر وحی اُتر رہی ہے۔ تو حضرت نے فرمایا نہیں میں صلوٰۃ رغبت و رہبت پڑھ رہا تھا، پھر ان تینوں باتوں کی پوری حدیث درج ہے۔ وہ یہ حدیث سُنا چکے تو میں نے کہا کیا تمہارے باپ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سُنا ہے؟ تو کہا، ہاں میں نے حضرت کی زبان سے سُنا ہے اور اپنی ان دس انگلیوں کے برابر دس دفعہ۔

ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضرت نے فرمایا کہ میں نے خدائے عزوجل سے دُعا کی تھی کہ میری اُمت کو چار چیزوں سے دُور رکھ، چنانچہ دو باتوں سے اللہ تعالیٰ نے میری امت کو محفوظ رکھا اور دو سے نہیں رکھا۔ میں نے دُعا کی تھی کہ میری اُمت پر آسمان سے پتھراؤ نہ ہو اور اہلِ فرعون کی طرح وہ غرق ہو کر نہ مریں اور ان میں تفرقہ گیری نہ ہو اور یہ کہ وہ ایک دوسرے سے جنگ نہ کریں۔ تو اللہ تعالیٰ نے پتھراؤ نہ ہونے اور غرق سے محفوظ رہنے کی دُعائیں تو قبول کرلیں لیکن آپس میں فرقہ پسندی اور گروہ بندی اور جنگ سے قتال باقی رہا۔

ابن عباس کہتے ہیں کہ جب یہ آیت اُتری "قُلْ هُوَ الْقَادِرُ الخ" تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم اُٹھے، وضو کیا۔ اور دُعا مانگنے لگے کہ اے خدا! میری امت پر اوپر اور نیچے سے عذاب نازل نہ فرما اور ان میں گروہ بندی اور جنگ نہ ہو تو جبرئیل علیہ السلام آئے اور کہا اے محمد! اللہ تعالیٰ نے تمہاری امت کو آسمان سے عذاب نازل ہونے اور پاؤں تلے سے عذاب اُبلنے سے محفوظ کر دیا ہے۔

اس کے بعد اور کئی حدیثیں اسی نوعیت اور اسی مضمون کی درج ہیں۔ جن کا بار بار ذکر ترجمہ تفسیر پڑھنے والے کے لئے غیر ضروری ہے۔

آسمانی عذاب سے پتھراؤ مراد ہے اور پاؤں تلے کے عذاب سے زمین میں دھنس جانا مُراد ہے، یہ چار چیزیں تھیں جن میں سے دو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات سے پچیس برس بعد ہی ظاہر ہونے لگیں، یعنی آپس میں اختلاف ہونے لگے اور گروہ بندی اور مسلمانوں کی دو پارٹیوں میں جنگ و جدال۔ رجم اور خسف سے امت محمدی محفوظ و مامون رکھی گئی،

اِس آیت کے بارے میں عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ مسجد میں یا منبر پر چیخ چیخ کر فرماتے تھے کہ اے لوگو تم پر اللہ کی آیت اُتر چکی ہے اگر عذاب آسمان سے آئے گا تو کوئی بھی نہیں بچے گا اور اگر پاؤں تلے سے آئے گا تو تم زمین میں دھنس ہلاک ہو جاؤ گے۔ اگر جماعتوں میں بٹ جاؤ گے اور آپس میں جنگ چھڑ جائے گی تو یہ سب بد ترین بات ہوگی۔ ابن عباس رضی اللہ عنہ کہتے تھے کہ اس آیت میں "عَذَابًا مِّنْ فَوْقِكُمْ" سے بُرے پیشوا امراد ہیں اور "مِنْ تَحْتِ أَرْجُلِكُمْ" سے بُرے خادم اور بُرے پیرو مُراد ہیں۔ یا یہ کہ امراء اور غرباء مُراد ہیں ابن جریر کہتے ہیں کہ اگرچہ یہ قول ایک توجیہ رکھتا ہے لیکن قول اوّل اظہر اور قوی ہے۔ ابن جریر فرماتے ہیں کہ اس کی صحت کی گواہی خدائے پاک کا یہ قول دیتا ہے

ءَ اَمِنْتُمْ مَّنْ فِی السَّمَآءِ الخ یعنی کیا تم اس سے محفوظ ہو کہ خدا تمہیں زمین میں دھنسا دے اور وہ بھڑکنے اور اُبلنے لگے یا اس بات سے محفوظ ہو کہ آسمان سے پہلے کی قوموں کی طرح پتھر برسائے۔ عنقریب تم جان لو گے کہ میری اندیشہ دہانی کتنی صحیح تھی۔ اور حدیث میں ہے کہ یہ آسمان سے پتھر برسنا زمین میں دھنسنا اور صورتوں کا مسخ ہو جانا یہ سب اس اُمت میں ہوگا اور یہ قیامت کی نشانیوں میں سے ہیں۔ قیامت سے پہلے ان آیات کا ظہور ہوگا۔ اور انشاءاللہ تعالیٰ اس کا ذکر اپنے موقع پر آئے گا۔ یَلْبِسَکُمْ شِیَعًا سے مراد فرقہ ہائے مختلفہ ہیں۔ حضرت نے فرمایا ہے کہ میری اُمت تہتر فرقوں میں بٹ جائیگی ایک فرقہ کو چھوڑ کے باقی سب ناری اور دوزخی ہوں گے۔ ابن عباسؓ نے کہا کہ بعض کو بعض پر عذاب و قتل کے ساتھ مسلط کیا جائے گا۔ قولہ تعالیٰ اُنْظُرْ کَیْفَ نُصَرِّفُ الْاٰیٰتِ۔ دیکھو کہ ہم کس طرح وضاحت و تفسیر کے ساتھ بار بار بیان کرتے جاتے ہیں تاکہ تم اللہ کی آیتوں اور اس کے دلائل پر غور کرو اور سمجھو زید بن اسلم کہتے ہیں کہ جب قُلْ هُوَ الْقَادِرُ والی آیت اُتری تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میرے بعد کافر نہ ہو جانا کہ آپس میں تلوار لے کر ایک دوسرے کی گردنیں کاٹنے لگو۔ تو لوگوں نے کہا۔ ہم تو گواہی دیتے ہیں کہ خدا ایک ہے اور آپ اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں۔ آپ نے فرمایا۔ ہاں تو کسی نے کہا کہ ایسا کبھی نہ ہوگا کہ ہم میں کا ایک دوسرے کو قتل کرنے لگے جب کہ ہم صحیح معنی میں مسلمان ہوں۔ چنانچہ یہ آیت اُتری، ارشاد ہوتا ہے کہ وَكَذَّبَ بِهٖ قَوْمُكَ وَ هُوَ الْحَقُّ الخ یعنی تمہاری قوم وحی کو جھٹلائے گی حالانکہ وہ حق ہے، تم کہدو کہ میں تمہارا کوئی سردھرا تو ہوں نہیں ذمہ دار ہر بات کا ایک وقت مقرر ہے قریب ہی میں تم کو حقیقت کا پتہ چل جائیگا۔

وَكَذَّبَ بِهٖ قَوْمُكَ وَ هُوَ الْحَقُّ ؕ قُلْ

اور آپ کی قوم اس کی تکذیب کرتی ہے حالانکہ وہ یقینی ہے۔ آپ کہہ دیجئے کہ

لَّسْتُ عَلَیْكُمْ بِوَكِیْلٍ ؕ ٦٦ لِكُلِّ نَبَاٍ

میں تم پر تعینات نہیں کیا گیا ہوں۔ ہر خبر کے وقوع کا ایک

مُّسْتَقَرٌّ ؗ وَّ سَوْفَ تَعْلَمُوْنَ ٦٧ وَ اِذَا

وقت ہے اور جلد ہی تم کو معلوم ہو جائے گا۔ اور جب تو ان

رَاَیْتَ الَّذِیْنَ یَخُوْضُوْنَ فِیْۤ اٰیٰتِنَا

لوگوں کو دیکھے جو ہماری آیات میں عیب جوئی کر رہے ہیں تو ان لوگوں سے

فَاَعْرِضْ عَنْهُمْ حَتّٰی یَخُوْضُوْا فِیْ حَدِیْثٍ غَیْرِهٖ ؕ

کنارہ کش ہو جا یہاں تک کہ وہ کوئی اور بات میں لگ جائیں۔

وَ اِمَّا یُنْسِیَنَّكَ الشَّیْطٰنُ فَلَا تَقْعُدْ

اور اگر تجھ کو شیطان بھلا دے تو یاد آنے کے بعد

بَعْدَ الذِّكْرٰی مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِیْنَ ٦٨

پھر ایسے ظالم لوگوں کے پاس مت بیٹھ۔

وَ مَا عَلَی الَّذِیْنَ یَتَّقُوْنَ مِنْ حِسَابِهِمْ

اور جو لوگ [illegible] ذمہ دار نہیں

مِّنْ شَیْءٍ وَّ لٰكِنْ ذِكْرٰی لَعَلَّهُمْ یَتَّقُوْنَ ٦٩

ولیکن ان کے ذمہ نصیحت کر دینا ہے شاید وہ بھی احتیاط کرنے لگیں۔

تمہاری قوم قریش نے قرآن کو جھٹلایا۔ حالانکہ اس کے سوا کوئی دوسری چیز حق نہیں۔ تم کہدو کہ میں تمہارا کوئی حفیظ اور ذمہ دار نہیں ہوں۔ جیسا کہ فرمایا۔ کہدو (اے محمدؐ!) کہ یہ تمہارے رب کی طرف سے حق ہے جو چاہے ایمان لائے اور جو چاہے نہ مانے۔ یعنی میرا فریضہ تو صرف تبلیغ کر دینا ہے اور تمہارا کام سننا اور اطاعت کرنا ہے، جو میری اطاعت کرے گا وہ دین دنیا میں سرخ رُو رہے گا اور جو مخالفت کرے گا وہ دونوں جگہ بدبخت رہیگا اسی لئے ارشاد فرمایا کہ، ہر بات کے لئے ایک معین وقت ہے اور ہر خبر کے لئے ایک وقوع ہے اگرچہ کچھ عرصہ بعد سہی۔ جیسا کہ فرمایا کہ کچھ عرصہ بعد تمہیں اس کا پتہ چل جائے گا۔ اور فرمایا لِكُلِّ اَجَلٍ كِتَابٌ

یہ تہدید اور وعیدِ اکبر ہے اسی لئے فرمایا کہ عنقریب تم اس کو جان لوگے۔ قولِ باری وَاِذَا رَاَیْتَ الَّذِیْنَ یَخُوْضُوْنَ فِیْۤ اٰیٰتِنَا فَاَعْرِضْ عَنْهُمْ الخ یعنی جب تم ان کفار کو دیکھو کہ تکذیب و استہزاء کے ساتھ ہماری آیتوں میں بحث کر رہے ہیں تو ان سے رُوگرداں ہو جاؤ حتّٰی کہ وہ کوئی دوسری باتیں کرنے لگیں اور اگر تمہیں شیطان بھلا دے تو یاد آجانے کے بعد ان ظالم لوگوں کے ساتھ مل نہ بیٹھنا۔ مُراد یہ کہ اُمت کا ہر ہر فرد ان مکذبین کے ساتھ نہ بیٹھے جو اللہ کی آیتوں کو تحریف کر دیتے ہیں اور اس کے صحیح اور ظاہر مفہوم پر اس کو قائم نہیں رکھتے اسی لئے حدیث میں وارد ہے کہ میری اُمت کے لئے قابلِ معافی قرار دیا گیا ہے۔ خطا اور نسیان سے کوئی کام کرنا یا مجبور ہو کر کرنا اور اسی چیز کی طرف اس قولِ پاک میں اشارہ ہے کہ کتاب میں تم کو جتلا دیا گیا ہے کہ جب تم معلوم کرو کہ اللہ کی آیتوں کے ساتھ کفر اور استہزاء کیا جا رہا ہے تو ان کے پاس سے اُٹھ جاؤ حتّٰی کہ ان کا موضوعِ سخن بدل جائے ورنہ تم بھی استہزاء کرنیوالوں میں سمجھے جاؤ گے اور انہیں کے برابر ہو جاؤ گے اور قولہ وَمَا عَلَى الَّذِیْنَ یَتَّقُوْنَ مِنْ حِسَابِهِمْ مِّنْ شَیْءٍ یعنی جب تم اُن کے پاس سے ہٹ گئے اور ان کے ہمنشیں نہ رہے تو تم نے اپنی ذمہ داری پوری کرلی اور ان کے ساتھ شمولیتِ گناہ سے محفوظ ہو گئے۔ اور سعید بن جبیرؓ نے اس کا یہ مطلب پیش کیا ہے کہ اگر وہ کفار تنقیصِ آیات کی کوشش میں لگے ہیں تو اب تم پر کوئی ذمہ داری نہیں جب کہ تم نے ان سے اجتناب اور اعراض کر لیا ہو اور دوسرے علماء اس کا یہ مطلب بتاتے ہیں کہ اگر تم لوگ ان نالائقوں کے ساتھ بیٹھو بھی تو ان کے اس استہزاء کی ذمہ داری تم پر عائد نہیں۔ اور گمان کیا ہے کہ یہ آیت اَلنِّسَآءُ الْمَدَنِیَّةُ کی آیت سے منسوخ ہے اور وہ آیت یہ ہے کہ اِنَّكُمْ اِذًا مِّثْلُهُمْ ۔ یعنی ایسی صورت میں تم بھی ان جیسے ہو گئے

یہ توضیح آیت وَمَا عَلَى الَّذِیْنَ یَتَّقُوْنَ الخ سے متعلق تھی یہ مجاہد و سدی و ابن جریج وغیرہ کا قول تھا ان کے اس قول کی بنا پر قولِ پاک ہے وَلٰكِنْ ذِكْرٰى لَعَلَّهُمْ یَتَّقُوْنَ۔ کا مطلب یہ ہوا کہ لیکن ہم نے تم کو ان سے ایسی صورت میں اعراض کرنے کا حکم دیا ہے تاکہ انہیں تنبیہ اور نصیحت ہو جائے شائد کہ آئندہ کو وہ اس سے محتاط رہیں اور پھر اعادہ نہ کریں۔

وَذَرِ الَّذِیْنَ اتَّخَذُوْا دِیْنَهُمْ لَعِبًا وَّ

اور ایسے لوگوں سے بالکل کنارہ کش رہ جنھوں نے اپنے دین کو لہو و لعب

لَهْوًا وَّغَرَّتْهُمُ الْحَیٰوةُ الدُّنْیَا وَذَكِّرْ بِهٖۤ

بنا رکھا ہے اور دنیوی زندگی نے ان کو دھوکہ میں ڈال رکھا ہے اور اس قرآن کے

اَنْ تُبْسَلَ نَفْسٌۢ بِمَا كَسَبَتْ ۖۗ لَیْسَ لَهَا

ذریعے نصیحت بھی کرتا رہ تاکہ کوئی شخص اپنے کردار کے سبب اس طرح نہ پھنس جائے کہ کوئی

مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَلِیٌّ وَّلَا شَفِیْعٌ ۚ وَاِنْ

غیر اللہ اس کا نہ مددگار رہے اور نہ سفارشی ہو۔ اور یہ کیفیت ہو

تَعْدِلْ كُلَّ عَدْلٍ لَّا یُؤْخَذْ مِنْهَا ۗ

کہ اگر وہ دنیا بھر کا معاوضہ دے ڈالے تب بھی اس سے نہ لیا جائے

اُولٰٓىِٕكَ الَّذِیْنَ اُبْسِلُوْا بِمَا كَسَبُوْا ۚ لَهُمْ شَرَابٌ

یہ ایسے ہی ہیں کہ اپنے کردار کے سبب پھنس گئے۔ ان کے لئے نہایت تیز پانی

مِّنْ حَمِیْمٍ وَّعَذَابٌ اَلِیْمٌۢ بِمَا

پینے کے لئے ہوگا اور دردناک سزا ہوگی اپنے کفر

كَانُوْا یَكْفُرُوْنَ ﴿۷۰﴾

کے سبب۔

اللہ پاک فرماتا ہے کہ ان لوگوں کو چھوڑ دو جنہوں نے دین کو ایک کھلونا بنا رکھا ہے کیونکہ وہ عذابِ عظیم کی طرف جا رہے ہیں اسی لئے فرمایا کہ انہیں اس قرآن کے ذریعہ نصیحت و عبرت دلاؤ۔ اللہ کے عذاب سے انہیں ڈراؤ۔ تاکہ وہ اپنے اعمال کی وجہ سے ہلاک نہ کر دیئے جائیں۔ ضحاکؒ تُبْسَلَ کو تسلّم کے معنی میں لیتے ہیں یعنی سونپ نہ دیئے جائیں

ابن عباس کہتے ہیں تاکہ رسوا نہ ہو جائے۔ قتادہ کہتے ہیں
تاکہ روک نہ لئے جائیں۔ اور مرۃ و ابن زید و اخفش کے
معنی یہ کہتے ہیں یہ تمام اقوال و عبارات تقریباً ہم معنی ہیں،
حاصل یہ ہے کہ ہلاکت کے لئے چھوڑ دینا اور خیر سے روک لینا
اور حصول مطلوب سے باز رہنا۔ جیسا کہ فرمایا کُلُّ نَفْسٍ
بِمَا كَسَبَتْ رَهِيْنَةٌ الخ ہر شخص اپنے اعمال میں رکا ہوا
ہے سوائے داہنے ہاتھ والوں کے۔ اور قولہ لَيْسَ لَهَا مِنْ
دُوْنِ اللّٰهِ وَلِيٌّ وَّلَا شَفِيْعٌ۔ یعنی نہ ان کا کوئی ولی
ہوگا نہ شفیع۔ جیسے فرمایا کہ مِنْ قَبْلِ اَنْ يَّاْتِيَ يَوْمٌ لَّا بَيْعٌ
فِيْهِ وَلَا خُلَّةٌ وَّلَا شَفَاعَةٌ الخ اس سے پہلے کہ وہ
دن آ جائے جس دن میں نہ سودے بازی ہے نہ دوستی و محبت
نہ سفارش اور شفاعت۔ کافر ہی پورے ظالم ہیں۔ اور
قولہ پاک وَاِنْ تَعْدِلْ كُلَّ عَدْلٍ لَّا يُؤْخَذْ مِنْهَا یعنی اپنے
گناہ کے بدلے میں وہ اگر ساری دنیا جہان بھی فدیہ یا بدلہ
میں دے ڈالیں۔ تو نہ قبول ہوگی۔ جیسا کہ فرمایا اِنَّ الَّذِيْنَ
كَفَرُوْا وَمَاتُوْا وَهُمْ كُفَّارٌ الخ جو لوگ کفر پہ اور کفر ہی
پہ مرے وہ اگر زمین بھر سونا بھی دے ڈالیں تو ناممکن ہے کہ قبول
کیا جائے گا۔ جب ہی فرمایا اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ اُبْسِلُوْا بِمَا
كَسَبُوْا الخ

قُلْ اَنَدْعُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا
آپ کہہ دیجئے کہ کیا ہم اللہ کے سوا ایسی چیز کو پکاریں کہ وہ نہ ہم کو
يَنْفَعُنَا وَلَا يَضُرُّنَا وَنُرَدُّ عَلٰٓى اَعْقَابِنَا
نفع پہنچائے اور نہ نقصان پہنچائے اور کیا ہم الٹے پھر جائیں
بَعْدَ اِذْ هَدٰىنَا اللّٰهُ كَالَّذِى اسْتَهْوَتْهُ
بعد اس کے کہ ہم کو اللہ تعالیٰ نے ہدایت کر دی ہے جیسے کوئی شخص ہو کہ اس کو شیطانوں نے
الشَّيٰطِيْنُ فِى الْاَرْضِ حَيْرَانَ لَهٗٓ
جنگل میں بے راہ کر دیا ہو اور وہ بھٹکتا پھرتا ہو اس کے کچھ ساتھی
اَصْحٰبٌ يَّدْعُوْنَهٗٓ اِلَى الْهُدَى ائْتِنَا
بھی تھے کہ وہ اس کو ٹھیک رستہ کی طرف بلا رہے ہیں کہ ہمارے پاس آ

قُلْ اِنَّ هُدَى اللّٰهِ هُوَ الْهُدٰى وَاُمِرْنَا
آپ کہہ دیجئے کہ یقینی بات ہے کہ راہ راست وہ خاص اللہ ہی کی راہ ہے اور ہم کو یہ حکم ہوا
لِنُسْلِمَ لِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝۷۱ وَاَنْ اَقِيْمُوا
ہے کہ ہم پورے مطیع ہو جائیں پروردگار عالم کے اور یہ کہ نماز کی پابندی
الصَّلٰوةَ وَاتَّقُوْهُ ۚ وَهُوَ الَّذِيْٓ اِلَيْهِ
کرو اور اس سے ڈرو۔ اور وہی ہے جس کے پاس تم سب
تُحْشَرُوْنَ ۝۷۲ وَهُوَ الَّذِيْ خَلَقَ
جمع کیے جاؤ گے۔ اور وہی ہے جس نے آسمانوں کو
السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ بِالْحَقِّ ۭ وَيَوْمَ
اور زمین کو باقاعدہ پیدا کیا۔ اور جس وقت اللہ تعالیٰ
يَقُوْلُ كُنْ فَيَكُوْنُ ۝ قَوْلُهُ الْحَقُّ
اتنا کہہ دے گا کہ تو ہو جا بس وہ ہو پڑے گا۔ اس کا کہنا با اثر ہے
وَلَهُ الْمُلْكُ يَوْمَ يُنْفَخُ فِي الصُّوْرِ ۭ
اور جب کہ صور میں پھونک ماری جائے گی۔ ساری حکومت خاص اسی کی ہوگی
عٰلِمُ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ ۭ وَهُوَ
وہ جاننے والا ہے پوشیدہ چیزوں کا اور ظاہر چیزوں کا اور وہی ہے بڑی حکمت والا
الْحَكِيْمُ الْخَبِيْرُ ۝۷۳
پوری خبر رکھنے والا۔

مشرکین نے مسلمانوں سے کہا تھا کہ دین محمد کو چھوڑ دو
تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت اتاری کہ کہہ دو کیا ہم خدا کو چھوڑ کر
ان بتوں کی پرستش کریں جو نہ نفع بخشتے ہیں نہ ضرر اور
کیا کفر اختیار کر کے ہم الٹے پیر پھر جائیں، حالانکہ اللہ تعالیٰ
نے ہمیں روشنی دے دی ہے۔ جلد ہی تو ایسی مثال ہو جائے
گی جیسے کسی کو شیطان نے بھٹکا دیا ہو۔ یعنی ایمان لانے
کے بعد کفر اختیار کرنا ایسا ہے جیسے کوئی شخص سفر کر رہا
ہو اور راستہ بھول گیا ہو اور شیطانوں نے اسے بھٹکا دیا
ہو اور اس کے ساتھی سیدھی راہ پر ہوں اور اس کو بلا رہے
ہوں کہ ہمارے پاس آ جاؤ ہم سیدھی راہ پر ہیں۔ اور وہ

انکار کر گیا ہو۔ یہ وہ شخص ہے کہ جو نبی کو اچھی طرح جاننے کے باوجود گمراہوں کی پیروی کر کے کافر ہو جائے اور نبی اس کو سیدھی راہ پر بلا رہے ہیں۔ یہ راہ اسلام کی راہ ہے۔ قُلْ اَنَدْعُوْا الخ میں بتوں اور بت پرستوں کی مثال بیان کی گئی ہے اور ان لوگوں کی جو ہدایت خداوندی کی طرف بلاتے ہیں۔ جیسے کوئی راستے سے بھٹک گیا ہو اور کوئی پکارنے والا اسے پکارتا ہو کہ اے فلاں تو راستہ کی طرف آ اور اس کے دوسرے ہم سفر بلا رہے ہوں کہ بھٹکو نہیں ہماری طرف سیدھی راہ پر آ جا۔ پس اگر وہ پہلے داعی کی سن لے تو وہ اس کو لے جا کر ہلاکت کے گڑھے میں ڈال دے گا۔ اور اگر دوسرے لوگوں کی بات سنے گا تو وہ اس کو سیدھی راہ ہدایت پر پہنچیں گے پہلا بلانے والا جنگل کے شیاطین میں سے ہے یہ مثال ہے اس شخص کی جو خدا سے ہٹ کر بتوں کی پرستش شروع کر دے اور وہ اسی میں مصلحت سمجھے۔ اور جب اس کو موت آ جائے گی تو ندامت اٹھانی پڑے گی۔ یہ راہ سے بھٹکانے والے شیاطین ہوتے ہیں جو اس کو اس کے باپ دادا کے نام لے کر اور اس کا نام لے کر بلاتے ہیں تو وہ ان کی پیروی کرنے لگتا ہے اور وہ اسی میں مصلحت سمجھتا ہے اب شیاطین اس کو ہلاکت میں ڈال دیتے ہیں اسے کھا جاتے ہیں یا بھوکا پیاسا جنگل میں بھٹکاتے رہتے ہیں تاکہ ہلاک ہو جائے۔ حَیْرَانَ سے مرد حیران مراد ہے یعنی وہ شخص بھٹکا ہوا حیران ہو رہا ہو ابن عباس کہتے ہیں کہ اللہ کی ہدایت کو قبول نہیں کرتا وہ شیطان کی اطاعت کرنے والا اور گناہ کے کام کرنے والا شخص ہو جاتا ہے ساتھی حالانکہ اسکو ہدایت کی طرف دعوت دیتے رہتے ہیں اللہ کہتا ہے کہ یہ شیطان کا بھٹکایا ہوا ہے جس کے اولیاء انسان میں ہدایت الٰہی کی ہدایت ہوا اور گمراہی وہ ہے کہ جس کی طرف شیطان بلاتا ہے اس کو ابن جریر نے

روایت کیا ہے۔ پھر کہا کہ یہ اس کو مقتضی ہے کہ اس کے ساتھی اس کو گمراہی کی طرف بلا رہے ہیں اور گمان کرتے ہیں کہ یہی صحیح راہ ہے۔ ابن عباسؓ کہتے ہیں کہ ابن جریر کی یہ رائے ظاہر آیت کے خلاف ہے اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ اس کے ہم سفر ساتھی اس کو ہدایت کی طرف بلاتے ہیں۔ پس یہ جائز نہیں کہ اس کو گمراہی قرار دیا جائے حالانکہ خدا نے تو خبر دی ہے کہ وہ ہدایت ہے اور یہ بات تو وہی ہے جو ابن جریر نے کہا کہ سیاق عبارت اس بات کی مقتضی ہے کہ کَالَّذِی اسْتَهْوَتْهُ الشَّیٰطِیْنُ فِی الْاَرْضِ حَیْرَانَ یہ حال ہونے کی وجہ سے نصب کے محل میں ہے۔ یعنی حیرت و ضلال و جہل کی حالت میں اور اس کے اصحاب اسی راہ پر چل رہے ہیں تو انہوں نے اس کو پوری طرح پر چلایا اور اپنے اسی راستہ پر آنے کے لئے کہا۔ جس کو اللہ تعالیٰ نے مثال کے طور پر فرمایا۔ اب مقتضی کلام یہ ہوئی کہ وہ ان کے بلانے پر انکار کرتا ہے اور ان کی طرف توجہ نہیں کرتا۔ اور اگر اللہ چاہتا تو اس کو ہدایت فرماتا اور اس کو سیدھی راہ پر پھیر دیتا کہ اسی لئے فرمایا اِنَّ هُدَى اللّٰهِ هُوَ الْهُدٰى جیسا کہ فرمایا کہ جس کو اللہ ہدایت کرے اسکو کوئی گمراہ نہیں کر سکتا۔ اور فرمایا کہ ان کے ہدایت پر آنے کے کتنے ہی حریص کیوں نہ ہو اللہ جس کو گمراہ کر دے اس کو کوئی راہ پر لانے والا نہیں اور نہ ان لوگوں کا کوئی مددگار ہے۔ پھر ارشاد ہوتا ہے کہ وَاُمِرْنَا لِنُسْلِمَ لِرَبِّ الْعٰلَمِیْنَ یعنی ہمیں حکم ہے کہ خلوص سے اس کی عبادت کریں اور نماز پابندی سے پڑھیں اور خدا سے ڈریں اور ہر حال میں پرہیزگار رہیں۔ اور اسی کی طرف سب قیامت میں اکٹھے جائیں گے۔ اسی نے آسمانوں اور زمین کو حق کے ساتھ پیدا کیا وہ ان کا مالک اور مدبر ہے۔ وہ قیامت کے روز صرف کن کہے گا اور فوراً تمام چیزیں از خود دوبارہ وجود میں آ جائیں گی۔ یہاں یَوْمَ یُنْفَخُ فِی الصُّوْرِ میں یوم کے لفظ کو نصب ہے یا تو وَاتَّقُوْهُ کے عطف کی وجہ سے کہ جس کی تقدیر یوں ہوگی وَاتَّقُوْهُ [illegible]

یعنی ڈرو اس دن سے۔ یا یہ کہ نصب ہوگا اس بنا پر کہ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ۔ پر عطف ہے۔ یعنی ڈرو اس دن سے جس روز وہ کہے گا "کُن"، چنانچہ ابتدائے خلق اور اعادۂ خلق کا ذکر ہوا اور یہی زیادہ مناسب بھی ہے، یا یہ کہ نصب ہوگا اس بنا پر کہ فعل یہاں مقدر رکھا گیا ہے تو تقدیر یوں ہوئی کہ یاد کرو اس دن کو جب کہ کہے گا "کُن" یعنی وَاذْکُرْ یَوْمَ یَقُوْلُ کُنْ اور اس سے پہلے خَلَقَ ... یَقُوْلُ کُنْ تھا پھر ارشادِ باری کہ قَوْلُهُ الْحَقُّ وَلَهُ الْمُلْكُ یہ دو جملے ہیں ان دونوں جملوں کا محل جر ہے اس بنا پر کہ یہ دونوں صفات رب العالمین کی صفت واقع ہوتے ہیں اور قول باری تعالیٰ یَوْمَ یُنْفَخُ فِی الصُّوْرِ محتمل ہے کہ بدل ہو وَیَوْمَ یَقُوْلُ کُنْ فَیَكُوْنُ، یَوْمَ یُنْفَخُ فِی الصُّوْرِ کا یہ بھی احتمال ہے کہ ظرف ہو وَلَهُ الْمُلْكُ یَوْمَ یُنْفَخُ فِی الصُّوْرِ کا جیسا کہ فرمایا ہے لِمَنِ الْمُلْكُ الْيَوْمَ، لِلّٰهِ الْوَاحِدِ الْقَهَّارِ۔ یعنی آج سلطنت کس کی ہے واحد قہار کی سلطنت ہے جیسا کہ فرمایا اَلْمُلْكُ يَوْمَئِذٍ الْحَقُّ لِلرَّحْمٰنِ وَكَانَ يَوْمًا عَلَى الْكَافِرِيْنَ عَسِيْرًا۔ اس روز رحمٰن کی سلطنت برحق ہے اور وہ دن کافروں پر بڑا ہی سخت ہوگا

مفسرین نے یُنْفَخُ فِی الصُّوْرِ میں اختلاف رائے کیا ہے۔ بعض نے کہا ہے کہ "صُور" جمع ہے "صورۃ" کی، ابو عبیدہ کہتے ہیں کہ جس طرح "سور" شہر کی شہر پناہ کو کہتے ہیں اور یہ "سورۃ" کی جمع ہے۔ اور صحیح تر یہ ہے کہ "صور" سے مراد وہ قرن ہے جس کے اندر اسرافیل دم پھونکیں گے، ابن جریر کہتے ہیں کہ صحیح وہی ہے جس پر حدیث نبی سے روشنی پڑتی ہے۔ یعنی حضرت نے فرمایا کہ اسرافیل صور کو منہ میں لگائے ہوئے ہیں، سر جھکائے ہوئے ہیں اور منتظر ہیں کہ کب صور پھونکنے کا حکم صادر ہوتا ہے ایک اعرابی نے بھی حضرت سے پوچھا تھا کہ صور کیا چیز ہے؟ تو آپ نے فرمایا تھا کہ قرن جس میں پھونک دیا جائے گا

نبی صلی اللہ علیہ وسلم ایک وقت اصحاب کے ساتھ بیٹھے ہوئے تھے کہ آپ نے فرمایا کہ اللہ پاک جب آسمانوں اور زمین کے پیدا کرنے سے فارغ ہوا تو صور کو پیدا کیا اور اسرافیل کو دیا جس کو وہ اپنے منہ میں لگائے ہوئے ہیں آنکھیں عرش کی طرف لگی ہیں منتظر ہیں کہ کب صور پھونکنے کا حکم ہوتا ہے تو ابو ہریرہ نے پوچھا کہ یا رسول اللہ، صور کیا ہے؟ ارشاد فرمایا وہ قرن ہے پوچھا وہ کیسا ہے؟ کہا بہت بڑا، خدا کی قسم جس نے مجھے بھیجا اس کا عرض اتنا ہے جتنی آسمانوں اور زمین کی چوڑائی۔ اس میں تین وقت پھونکا جائے گا، پہلی پھونک گھبراہٹ اور پریشانی پیدا کرنے والی پھونک ہوگی اور دوسری سب کو بیہوش کر دینے والی اور تیسری پھر خدا کے سامنے کھڑے ہونے کی اللہ پاک پہلی پھونک کا حکم دے گا اس سے ساری دنیا جہان کے لوگ گھبرا اٹھیں گے مگر جس کو خدا مستثنیٰ رکھے جب تک دوسرا حکم نہ ہوگا صور پھونکا جاتا رہے گا رکے گا نہیں جیسا کہ فرمایا وَمَا يَنْظُرُ هٰؤُلَاءِ اِلَّا صَيْحَةً وَّاحِدَةً مَّا لَهَا مِنْ فَوَاقٍ یعنی وہ ایک زبردست چیخ اور بہت ہی بلند آواز ہوگی پہاڑ ابر کی طرح اڑ رہے ہوں گے اور زمین ہلنے اور جھولنے لگے گی، جیسے سمندر میں شکستہ سفینہ جس کو موجیں ہر طرف ڈھکیلتی رہتی ہیں جیسے کسی قندیل کو جو چھت میں لٹکی ہوئی ہو، ہوا جھولا دیتی رہتی ہے۔ فرماتا ہے یَوْمَ تَرْجُفُ الرَّاجِفَةُ۔ اس روز لرزا دینے والا صور پھونکا جائے گا اور اس کے بعد پھر دوسری بار پھونکا جائے گا۔ اس روز سب کے سب انتہا خوف زدہ ہوں گے، لوگ گر پڑیں گے مائیں دودھ پینے والے بچوں کو بھول جائیں گی، حاملہ عورتوں کے حمل ساقط ہو جائیں گے، لڑکوں پر خوف کے مارے بڑھاپا طاری ہو جائے گا، شیاطین جان بچانے کے خیال سے زمین کے کناروں تک بھاگ جائیں گے لیکن فرشتے انہیں مار مار کر واپس لائیں گے ایک دوسرے کو پکارتا رہے گا لیکن کوئی

کسی کو پناہ نہ دے سکے گا سوا خدا کے۔ لوگ اسی گھبراہٹ کے عالم میں ہوں گے کہ زمین ہر طرف کے گوشے سے پھٹنے لگے گی۔ ایسا امر عظیم ظاہر ہوگا کہ کبھی نہ دیکھا گیا اور ایسا کرب وہول لاحق ہوگا کہ اللہ ہی جانتا ہے پھر لوگ آسمان کی طرف دیکھیں گے تو اس کے پرزے اڑ رہے ہوں گے ستارے ٹوٹ رہے ہوں گے۔ سورج اور چاند سیاہ پڑ جائیں گے۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لیکن مُردوں کو اسکی خبر نہ ہوگی ابوہریرہؓ نے کہا یا رسول اللہ! اللہ تعالیٰ جب فرمائیگا فَفَزِعَ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَمَنْ فِي الْأَرْضِ إِلَّا مَنْ شَاءَ اللّٰهُ تو اللہ تعالیٰ کس کو مستثنیٰ فرمائے گا تو آپ نے فرمایا وہ شہداء ہیں فزع اور گھبراہٹ تو زندوں کو ہوا کرتی ہے اور وہ زندہ تو ہیں لیکن خدا کے پاس ہیں خدا انہیں رزق دیتا ہے۔ اللہ نے اس دن کے فزع سے انہیں محفوظ رکھا ہے کیونکہ وہ تو اللہ کا عذاب ہے اور عذاب تو اشرار خلق پر اترتا ہے اسی چیز کو اللہ تعالیٰ نے تَذْهَلُ كُلُّ مُرْضِعَةٍ والی آیت میں پیش فرمایا ہے کہ ہر دودھ پلانے والی اپنے شیر خوار بچے سے غافل ہو جائیگی ہر حاملہ کا حمل گر جائیگا جب تک خدا چاہے وہ اس عذاب میں مبتلا رہیں گے۔ طویل عرصہ تک یہ کیفیت رہے گی۔ پھر اللہ پاک بے ہوشی لانے والے صور کا حکم اسرافیل کو دیدے گا۔ اس لئے سب اہل سماوات والارض بیہوش ہو جائیں گے۔ لیکن جس کو خدا چاہے وہ ہوش میں رہے گا۔ ملک الموت خدا کے پاس آئیں گے اور کہیں گے۔ اے خدا سب مر گئے۔ اللہ تو جانتا ہے۔ مگر پوچھے گا باقی کون ہے وہ عرض کریں گے۔ تو باقی ہے۔ کہ تجھ کو کبھی موت آنے والی نہیں، اور عرش اٹھانے والے ملائکہ بھی ہیں۔ جبرئیل ومیکائیل بھی باقی ہیں اور میں بھی۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرمائے گا۔ جبرئیل ومیکائیل کو بھی مر جانا چاہئے۔ تو عرش بول اٹھے گا۔ یارب! جبرئیل ومیکائیل بھی مر جائیں گے۔ خدا تعالیٰ فرمائے گا۔ زبان نہ کھولنا...

تحت العرش جتنے ہیں سب کو مرجانا ہے۔ ملک الموت پھر خدا سے عرض کریں گے۔ یارب! جبرئیل اور میکائیل بھی مر گئے۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا۔ اب کون باقی ہے؟ وہ کہیں گے کہ تو باقی ہے تجھے تو موت آنی ہی نہیں۔ اب میں اور عرش اٹھانے والے باقی ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا عرش اٹھانے والوں کو بھی مرنا چاہئے وہ بھی مر جائیں گے۔ اللہ تعالیٰ دریافت فرمائیگا اب کون باقی ہے؟ عزرائیل کہیں گے۔ تو نہ مرنے والا اور میں، اللہ تعالیٰ عرش کو حکم دے گا کہ اسرافیل سے صور لے لو! اور عزرائیل سے کہے گا کہ تم بھی میری مخلوق ہو تم بھی مر جاؤ! وہ اسی وقت مر جائیں گے اور خدائے واحد وصمد لَمْ يَلِدْ وَلَمْ يُولَدْ کے سوا کوئی باقی نہ رہے گا تو آسمان وزمین لپیٹ دئے جائیں گے جیسے کہ طومار لپیٹ دیا جاتا ہے تین دفعہ اس کو کھولا اور لپیٹا جائے گا پھر فرمائے گا۔ میں جبار ہوں۔ میں جبار ہوں۔ میں جبار ہوں۔ پھر تین دفعہ صدا دے گا۔ کیا آج کے روز ہے کسی کی بادشاہت؟ کون جواب دیتا۔ پھر خود ہی فرمائے گا۔ بادشاہت اللہ واحد القہار کی ہے

پھر دوسرے زمین وآسمان پیدا کرے گا انہیں پھیلا دے گا اور دراز کر دے گا۔ جس میں کوئی کجی اور نقص باقی نہ رہے گا۔ پھر مخلوق کو اللہ تعالیٰ کی ایک زبردست آواز ہوگی، تو از سر نو پیدا ہو کر زمین میں سب پہلے کی طرح ہو جائیں گے جو اس کے اندر ہے اندر اور جو اس کے باہر ہے وہ باہر۔ پھر تحت عرش سے اللہ تعالیٰ پانی نازل فرمائے گا۔ آسمان کو حکم دے گا کہ برسے۔ چالیس دن تک پانی برستا رہے گا۔ حتیٰ کہ پانی اس پر بارہ گز بلند ہو جائے گا۔ پھر اجسام کو حکم دے گا تو وہ زمین میں سے اس طرح نمودار ہونے لگیں گے۔ جیسے نباتات اور سبزیاں اُگ آتی ہیں جب اجسام پہلے کی طرح مکمل ہو جائیں گے تو پہلے ملائکہ عرش زندہ کئے جائیں گے۔ اللہ اسرافیل کو حکم دے گا کہ صور لے لو وہ لے لیں گے۔ پھر اللہ تعالیٰ اپنے حکم سے جبرئیل اور میکائیل کو زندہ فرمائے گا۔ پھر ارواح بلائے جائیں گے

مسلمانوں کی روحیں نور کی طرح چمکتی ہوں گی اور کافروں کی روحیں تاریک رہیں گی۔ ان سب کو لیکر صور میں ڈال دیا جائے گا۔ اسرافیل کو حکم ہوگا کہ نفخۂ بعث پھونکا جائے چنانچہ زندگی کی پھونک پھونکی جائے گی تو روحیں ایسی اچھل پڑیں گی جیسے کہ شہد کی مکھیاں۔ کہ زمین و آسمان اُن سے بھر جائے گا۔ اب حکم باری ہوگا کہ روحیں اپنے اجسام میں داخل ہو جائیں تو دنیا کی ساری روحیں داخل ہونے لگیں گی اور نتھنوں کی راہ جسموں میں آئیں گی جیسے زہر کسی مار گزیدہ کے جسم میں سرایت کر جاتا ہے۔ پھر زمین پھٹنے لگے گی اور لوگ اُٹھ اُٹھ کر اپنے رب کی طرف رُخ کرنے لگیں گے اور سب سے پہلے میری قبر کھلے گی۔ خدائے طلب کنندہ کی طرف سب جائیں گے۔ کافر کہیں گے کہ یہ دن تو بڑا سنگین معلوم ہوتا ہے۔ لوگ برہنہ اور غیر مختون ہوں گے ایک ہی جگہ کھڑے ہوں گے۔ ستر برس تک یہی عالم رہے گا کہ خدا تعالیٰ نہ انہیں دیکھے گا نہ کوئی فیصلہ کرے گا۔ لوگ آہ و گریہ کرنے لگیں گے۔ آنسو ختم ہو جائیں گے تو خون آنکھوں سے بہنے لگے گا۔ لوگ اپنے پسینہ میں شرابور ہو جائیں گے ٹھوڑیوں تک پسینہ پہنچا ہوا ہوگا۔ لوگ کہیں گے خدا کے پاس کسی کو شفاعت کیلئے جانا چاہیے تاکہ وہ کوئی تصفیہ کر دے۔ اب آپس میں کہنے لگیں گے کہ باپ آدم کے سوا ایسا کون ہو سکتا ہے جو زبان کھول سکے۔ اللہ نے انہیں اپنے ہاتھ سے بنایا، اپنی روح اُن کے اندر پھونکی اور سب سے پہلے ان سے بات کی۔ چنانچہ لوگ آدم کے پاس آئیں گے اور ان کے آگے اپنا مقصد پیش کریں گے۔ وہ سفارش کرنے سے انکار کر بیٹھیں گے اور کہیں گے میں اس کے شایاں نہیں۔ پھر فرداً فرداً ایک ایک نبی کے پاس آئیں گے۔ جس کے پاس بھی آئیں گے وہ یہی عذر کر دے گا۔ حضرت فرماتے ہیں کہ پھر میرے پاس آئیں گے میں جاؤں گا اور فحص میں پہنچ کر گر پڑوں گا۔ ابوہریرہ نے پوچھا یا رسول اللہ فحص کیا چیز ہے۔ حضرت نے فرمایا،

عرش کے سامنے کا حصہ۔ اب اللہ تعالیٰ ایک فرشتہ کو بھیجے گا وہ میرا بازو پکڑ کر اُٹھائے گا۔ اللہ عزوجل فرمائے گا۔ تم کیا کہنا چاہتے ہو؟ میں عرض کروں گا۔ یا رب! تو نے مجھ سے شفاعت کا حق دینے کا وعدہ فرمایا ہے۔ چنانچہ یہ حق مجھے عطا فرما اور لوگوں کے درمیان فیصلہ فرما دے۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا۔ اچھا تم شفاعت کر سکتے ہو اور میں انسانوں کے درمیان اپنے فیصلے نافذ کر دوں گا۔ حضرت فرماتے ہیں پھر میں واپس آکر لوگوں کے ساتھ کھڑا ہو جاؤں گا۔ ہم سب لوگ کھڑے ہوں گے کہ آسمان سے ایک زور کی آواز ہوگی کہ ہم گھبرا اٹھیں گے۔ زمین جن و انس سے دگنی تعداد میں آسمان سے فرشتے نازل ہوں گے۔ وہ زمین سے قریب تر آ جائیں گے۔ زمین اُن کے نور سے چمک اُٹھے گی۔ وہ صف بندی کر لیں گے۔ ہم اُن سے پوچھیں گے کیا خدائے پاک تمہارے اندر ہے؟ وہ کہیں گے نہیں۔ وہ آنے ہی والا ہے۔ فرشتے آسمان سے دوبارہ اس تعداد میں اُتریں گے کہ اُترے ہوئے فرشتوں سے دگنی تعداد میں اور جن و انس بھی دگنی تعداد میں۔ زمین اُن کے نور سے چمک اُٹھے گی۔ وہ قریب کھڑے ہو جائیں گے۔ ہم پوچھیں گے کیا خدائے پاک تمہارے اندر ہے؟ وہ کہیں گے نہیں۔ وہ آنے ہی والا ہے۔ پھر تیسری دفعہ اُس سے بھی دگنی تعداد میں نزولِ ملائکہ ہوگا۔ اب خدائے جبار عزوجل ابر کے چتر لگائے آٹھ فرشتوں سے اپنا تخت اُٹھوائے تشریف فرما ہوگا۔ حالانکہ اس وقت تو اس کا تخت چار فرشتے اُٹھائے رہتے ہیں۔ اُن کے قدم آخری نیچے والی زمین کی تہہ پر ہیں، زمین و آسمان ان کے نصف حصۂ جسم کے مقابلہ میں ہیں۔ ان کے کندھوں پر عرشِ خداوندی ہے۔ ان کی زبانوں پر تسبیح و تمجید جاری ہو کر رہے ہوں گے: سُبْحَانَ ذِی الْعِزَّۃِ وَالْجَبَرُوْتِ سُبْحَانَ ذِی الْمُلْکِ وَالْمَلَکُوْتِ سُبْحَانَ الْحَیِّ الَّذِیْ لَا یَمُوْتُ سُبْحَانَ الَّذِیْ یُمِیْتُ الْخَلَائِقَ وَلَا یَمُوْتُ سُبُّوْحٌ قُدُّوْسٌ قُدُّوْسٌ سُبْحَانَ رَبِّنَا الْاَعْلٰی رَبِّ الْمَلٰئِکَۃِ وَالرُّوْحِ

[illegible] لَا یَمُوْتُ ۔۔ پھر اللہ تعالیٰ غضب کرتے ہوئے جلال افروز ہوگا ایک آواز ہوگی۔ یا معشر الجن والانس! میں نے غیب سے تمہیں پیدا کیا ہے آج تک خاموش تھا، تمہاری باتیں سنتا رہا، تمہارے اعمال دیکھتا رہا۔ اب تم خاموش رہو، تمہارے اعمال کے صحیفے تم کو پڑھ کر سنائے جائیں گے۔ اگر وہ اچھے ثابت ہوئے تو خدا کا شکر کرو اور اگر خراب نکلے تو اپنے آپ کو ملامت کرو۔ پھر اللہ تعالیٰ جہنم کو حکم دیگا تو اس میں سے ایک تاریک ترین چکدار صورت رونما ہوگی۔ اب اللہ تعالیٰ فرمائے گا۔ اے بنی آدم! کیا میں نے حکم نہیں دے رکھا تھا کہ شیطان کو نہ پوجنا کہ وہ تمہارا کھلا دشمن ہے۔ تم میری ہی عبادت کرنا کہ یہی صراط مستقیم ہے اس شیطان نے تو بہتوں کو گمراہ کیا ہے، کیا تم عقل نہیں رکھتے تھے یہ وہ جہنم ہے جس کا تم سے وعدہ کیا گیا تھا۔ اور جسکو تم جھٹلاتے تھے۔ اے مجرمو! نیکیوں سے الگ ہو جاؤ۔ اللہ تعالیٰ اب امتوں کو الگ الگ کر دے گا ارشاد باری ہے کہ اے نبی! تم ہر امت کو گھٹنوں کے بل گری ہوئی دیکھو گے، ہر امت کے پاس اس کا نامۂ اعمال ہوگا اور آج اپنے کئے کا بدلہ پائیں گے۔ اب اللہ پاک اپنی تمام مخلوق کے درمیان فیصلہ شروع کر دے گا لیکن جن وانس کا ابھی نہیں، اب وحوش و بہائم کے درمیان فیصلے فرمائے گا حتیٰ کہ ایک ظالم اور سینگ والی بکری کے ظلم کا بدلہ بھی دوسری بکری سے دلوائے گا۔ حتیٰ کہ جب انصاف دلوانے سے کوئی جانور بھی باقی نہ رہے گا تو ان جانوروں سے کہے گا کہ مٹی ہو جاؤ۔ تو منکرین کہنے لگیں گے کہ کاش ہم بھی اس عذاب سے بچنے کے لئے مٹی ہو جاتے۔ غرض یہ کہ اب بندوں کے درمیان فصل مقدمات ہوگا۔ سب سے پہلے قتل و خون کے مقدمات پیش ہوں گے۔ اب ہر وہ مقتول آئے گا جسکو خدا کی راہ میں قتل کر دیا گیا ہوگا۔ اللہ تعالیٰ قاتل کو حکم دے گا ---

--- وہ شہید کا سر اٹھائے گا۔ وہ شہید عرض کرے گا کہ اے خدا اس سے پوچھ کہ اس نے مجھے کیوں قتل کیا تھا۔ اللہ تعالیٰ اس سے پوچھے گا (حالانکہ وہ خود جانتا ہے) کہ کیوں قتل کیا تھا؟ وہ غازی کہے گا۔ اے خدا! تیری عزت اور تیرے نام کی خاطر۔ تو اللہ تعالیٰ فرمائے گا۔ تو سچ کہتا ہے اور اس کا چہرہ نورِ شمس کی طرح چمکنے لگے گا۔ ملائکہ اس کو جنت کی طرف لے کر چلے جائیں گے۔ اسی طرح دوسرے مقتول بھی اپنی آنتیں سہارے لئے آئیں گے۔ اللہ تعالیٰ کے قاتلوں سے بھی پوچھے گا کہ کیوں قتل کیا تھا۔ ان کو کہنا پڑے گا کہ اپنی شہرت و نام کی خاطر۔ تو فرمائے گا۔ ہلاک ہو جاؤ تو۔ غرض ہر مقتول کا مقدمہ پیش ہوگا اور انصاف ہوگا اور ہر ظلم کا بدلہ ظالم سے لیا جائے گا۔ اور جس ظالم کو خدا چاہے عذاب دے گا اور جس پر چاہے وہ اپنی رحمت نازل فرمائے گا۔ پھر ساری مخلوق کا انصاف ہوگا کہ کوئی مظلوم ایسا نہ بچے گا کہ ظالم سے بدلہ نہ دلایا گیا ہو۔ جو کہ دودھ میں پانی ملا کر بیچتا ہے اور کہتا ہے خالص ہے اس کو بھی سزا دی جائے گی اور خریدنے والے کو اس کی نیکیاں دلائی جائیں گی۔ اس سے بھی جب فراغت ہو جائے گی تو ایک ندا دینے والا ندا دے گا اور ساری مخلوق سنے گی۔ کہ ہر گروہ کو چاہئے کہ اپنے اپنے خداؤں کی طرف ہو جائے۔ اور اپنے معبودوں کا دامن پکڑ لو۔ اب کوئی بت پرست ایسا نہ ہوگا۔ جس کے بت اس کے سامنے ذلیل پڑے ہوئے نہ ہوں۔ ایک فرشتہ اس دن عزیر علیہ السلام کی شکل میں آجائے گا اور ایک فرشتہ کو عیسیٰ علیہ السلام ابن مریم کی صورت دکھائی جائے گی۔ چنانچہ یہود تو عزیر کے پیچھے ہو جائیں گے اور عیسیٰ کے پیچھے نصاریٰ ہو جائیں گے۔ پھر ان کے یہ فرضی معبود ان کو دوزخ کی طرف لے جائیں گے۔ اور وہ بھی سمجھ گئے اگر یہ ان کے خدا ہوتے تو اپنے ماننے والوں کو دوزخ کی طرف کبھی نہ لے جاتے۔ اب یہ سب دوزخ میں [illegible]

اب جب کہ صرف مومنین باقی رہ جائیں گے، جن میں
منافقین بھی شامل رہیں گے۔ اللہ تعالیٰ ان کے پاس آئے
گا، اپنی جس ہیئت متبدلہ میں کہ چاہے گا۔ اور فرمائے
گا اے لوگو! سب اپنے اپنے خداؤں سے جا ملے ہیں تم بھی
جن کی عبادت کرتے تھے ان سے جا ملو تو یہ سب لوگ یعنی
بشمول منافقین یہ کہیں گے کہ خدا کی قسم ہمارا خدا تو تو تھا
تیرے سوا ہم کسی اور کو نہیں مانتے تھے۔ اب اللہ تعالیٰ ان
کے پاس سے ہٹ جائے گا۔ پھر اپنی حقیقی شان میں آئے
گا ان کے پاس رُک رہے گا۔ جب تک کہ چاہے۔ پھر سامنے
آئے گا اور ارشاد فرمائے گا۔ اے لوگو سب اپنے اپنے
خداؤں سے جا ملے ہیں تم بھی اپنے معبودوں سے جا ملو
وہ کہیں گے خدا کی قسم تیرے سوا ہمارا تو کوئی خدا نہیں۔ ہم
تیرے سوا کسی کو نہیں پوجتے تھے اب خدائے پاک اپنی ساق
کھول دے گا۔ اس کی عظمت سے ان پر یہ بات روشن
ہو جائے گی کہ ان کا خدا یہی ہے پھر سب کے سب سجدے
میں سر کے بل گر پڑیں گے لیکن جو منافق ہوں گے وہ
پیٹھ کے بل گر پڑیں گے۔ سجدے کے لئے جھک نہ سکیں گے
ان کی پیٹھیں گائے کی پیٹھ کی طرح سیدھی رہیں گی۔ اب
اللہ حکم دے گا کہ انہیں اٹھا لیا جائے۔ اب ان لوگوں کے
سامنے جہنم کا پل لا رکھا جائے گا جو کسی خنجر یا تلوار کی
دھار سے بھی تیز تر ہوگا اور جگہ جگہ آنکڑے اور کانٹے
اور بڑی پھسلن ہوگی اور خطرناک ہوگی۔ اس کے نیچے
اور بیت تر پھسلواں پل بچھا ہوگا نیک لوگ ایسے گزریں
جیسے آنکھ جھپک جاتی ہے یا بجلی چمک جاتی ہے یا تیز چلنے
والی ہوا کی طرح یا تیز رو گھوڑے یا تیز سواری یا تیز
دوڑنے والے آدمی کی طرح کہ بعض نجات پا جائیں گے اور بعض
کٹ کٹ کر جہنم میں گر جائیں گے اور پھر جب اہل جنت
جنت کی طرف بھیجے جانے لگیں گے تو سوچیں گے اب جلدی حق تعالیٰ
خدا کے پاس کون کہے گا۔ چنانچہ وہ آدم کے پاس آئیں گے

اور درخواست شفاعت کریں گے تو وہ اپنے گناہ کا ذکر
کریں گے اور کہیں گے کہ میں تو اس کا اہل نہیں، تم نوح کے
پاس جاؤ وہ خدا کا سب سے پہلا رسول کہا جاتا ہے لوگ حضر
نوح کے پاس آئیں گے وہ بھی اپنی خطا کا ذکر کریں گے
اور کہیں گے میں تو اہل نہیں اور کہیں گے کہ ابراہیم کے پاس
جاؤ کہ اللہ نے انہیں اپنا خلیل کہا ہے۔ وہ بھی اپنی خطاؤں کا
ذکر کریں گے اور کہیں گے موسیٰ کے پاس جاؤ کہ خدا نے
اُن سے آپ باتیں کی ہیں اور ان پر توریت جیسی کتاب سب سے
پہلے اتاری ہے۔ وہ موسیٰ کے پاس آ کر درخواست کریں
گے تو وہ بھی اپنے قتل کے گناہ کا ذکر کر کے کہیں گے۔ میں بھی
اس کا اہل نہیں، تم روح کے پاس جاؤ وہ اللہ کی روح اور
اس کا کلمہ ہیں۔ عیسیٰ بھی یہی کہیں گے کہ نہیں میں اس قابل
نہیں تم محمد ہی کے پاس پہنچو۔ آں حضرت فرماتے ہیں کہ اب
لوگ میرے پاس آئیں گے اور خدا نے مجھے تین شفاعتوں
کا حق دیا اور وعدہ فرمایا ہے۔ اب میں جنت کی طرف چلوں گا
حلقۂ باب کو کھٹکھٹاؤں گا۔ دروازۂ جنت کھلے گا مجھے خوش
آمدید کہا جائے گا۔ میں جنت میں داخل ہو کر خدا کی طرف
نظر اٹھاؤں گا۔ پھر سجدے میں گر پڑوں گا اللہ تعالیٰ مجھے تحمید و
تمجید کی اجازت دے گا کہ کسی کو ایسی تحمید نہیں سکھائی گئی
پھر فرمائے گا۔ اے محمد! سر اٹھاؤ، کیا شفاعت کرتے
ہو۔ کرو! تمہاری شفاعت سُنی جائے گی، تمہارا سوال پورا
کیا جائے گا۔ میں اپنا سر اٹھاؤں گا تو اللہ پوچھے گا کیا کہنا چاہتے
ہو۔ میں کہوں گا یا رب تو نے مجھے شفاعت کا حق دیا ہے اہل
جنت کے بارے میں میری شفاعت قبول فرما کہ وہ داخل جنت
ہو سکیں۔ تو فرمائے گا۔ اچھا میں نے اجازت دی یہ لوگ جنت
میں داخل ہو سکتے ہیں۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے کہ
خدا کی قسم تم جنت کے اندر اپنے مساکن اور اپنے ازواج کو اس
سے بہتر پہچان لو گے بہ نسبت اس کے کہ دنیا میں پہچانتے ہو۔ ہر آدمی کو
بہتر بیویاں ملیں گی۔ دو اولاد آدم میں سے۔ اللہ تعالیٰ نور والے

نیں سے۔ ان حور کو ان ستر حوروں پر فضیلت حاصل ہے کیونکہ ان حوروں پر کیونکہ دنیا میں ان نیکوکار عورتوں نے خدا کی بڑی بڑی عبادت کی تھی۔ وہ ایک کے پاس آئے گا تو وہ ایک یاقوت کے مکان میں موتیوں سے آراستہ سونے کے تخت پر بیٹھی ہوگی جو سندس اور استبرق کے ستر جنتی حلے پہنے ہوگی۔ وہ اس کے کندھے پر ہاتھ رکھے گا تو اپنے ہاتھ کا عکس اس کے سینہ کے پرے اس کے کپڑوں، جسم و گوشت کے پرے ہوتا ہوا دوسری طرف دکھائی دے گا۔ جسم اس قدر مصفا ہوگا کہ پنڈلی کا گودا نظر آتا ہوگا۔ گویا تم یاقوت کی چھڑی کو دیکھ رہے ہو۔ اس کا دل اس کے لئے آئینہ بنا ہوگا اور اس کا دل اس کے لئے۔ نہ یہ اس سے تھکے گا نہ وہ اس سے تھکے گی۔ وہ جب کبھی اس عورت کے پاس جائے گا اس کو باکرہ پائے گا۔ نہ یہ اس کی خستگی کی شکایت کرے گا نہ وہ اس سے خستگی کی شکایت کرے گی۔ ایسے میں آواز آئے گی کہ ہمیں علم ہے کہ تم میں سے کسی کا جی بھرے گا نہیں لیکن تیری دوسری ازواج بھی تو ہیں چنانچہ وہ باری باری سے ان کے پاس آئے گا اور جس کسی کے پاس وہ آئے گا، کہے گی خدا کی قسم جنت میں تجھ سے زیادہ خوبتر کوئی نہیں اور نہ میرے پاس تجھ سے زیادہ کوئی محبوب تر ہے لیکن جب اہل نار دوزخ میں ڈالے جائیں گے تو آگ کسی کے تو قدموں تک ہوگی اور کسی کے نصف ساق تک اور کسی کے گھٹنوں اور کمر تک اور چہرے کو چھوڑ کر کسی کے پورے جسم تک۔ کیونکہ چہرے پر آگ حرام کر دی گئی ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں اللہ تعالیٰ سے کہوں گا کہ یا رب! میری امت کے اہل دوزخ کے بارے میں میری شفاعت قبول فرما۔ تو فرمائے گا کہ نکال لو دوزخ سے جن امتیوں کو تم جانتے ہو۔ چنانچہ کوئی امتی بچا نہ رہے گا پھر شفاعت عام کی اجازت ملے گی۔ چنانچہ ہر نبی اور شہید اپنی اپنی شفاعتیں پیش کریں گے۔ اب اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ جس کے دل میں دینار کے وزن کے برابر بھی ایمان ہو، اس کو دوزخ سے نکال لو۔ پھر فرمائے گا اگر دو ثلث دینار برابر بھی ہو۔ فرمائے گا اگر ثلث دینار برابر بھی ہو۔ اگر چوتھائی دینار برابر بھی ہو۔ پھر قیراط برابر بھی، پھر رائی کے برابر بھی اگر ہو چنانچہ سب دوزخ سے نکال لئے جائیں گے۔ پھر وہ بھی جنہوں نے اللہ تعالیٰ کے لئے کبھی کوئی بھی خیر کیا ہو۔ اب کوئی باقی نہ رہے گا جو قابل شفاعت ہو، حتیٰ کہ خدائے تعالیٰ کی اس رحمت عامہ کو دیکھ کر ابلیس کو بھی طمع ہوگی کہ کوئی اس کی بھی شفاعت کرے۔ اب اللہ تعالیٰ فرمائے گا۔ اب ایک میں باقی رہ گیا ہوں، میں تو سب رحم کرنے والوں میں بڑا رحم کرنے والا ہوں۔ چنانچہ جہنم میں وہ اپنے ہاتھ ڈالے گا اور ایسے لاتعداد دوزخیوں کو نکال لے گا جو جل کر کوئلوں کی طرح ہو گئے ہوں گے۔ انہیں جنت کی ایک نہر میں جسکو نہر حیوان کہتے ہیں ڈالا جائے گا۔ وہ اس سے نو ایسے سرسبز ہو جائیں گے جیسے جھیل کے کنارے کے نباتات۔ دھوپ انہیں پہنچے تو سبز دکھائی دیں اور سایہ میں ہوں تو زرد معلوم ہوں۔ وہ شاداب سبزیوں کی طرح اگ آئیں گے اور ذرات کی طرح پھیلے ہوں گے ان کی پیشانیوں پر لکھا ہوگا، خدا کے آزاد کردہ جہنمی۔ اس تحریر سے اہل جنت ان سے متعارف ہو جائیں گے کہ انھوں نے کچھ نیک کام کئے تھے۔ ایک عرصہ تک جنت میں وہ اسی طرح رہیں گے۔ پھر خدا سے درخواست کریں گے کہ یا رب! یہ تحریر مٹا دے۔ چنانچہ مٹا دیجائیگی۔

یہ مشہور حدیث ہے اور طویل تر ہے، بہت غریب ہے اور متفرق احادیث میں متفرق ٹکڑے ہیں۔ بعض باتیں قابل نکارت ہیں۔ اسمٰعیل بن رافع قاضی مدینہ اس کی روایت کے منفرد ہیں۔ اس کی صحت میں اختلافات ہیں بعض نے اس کی توثیق کی ہے اور بعض نے ضعیف قرار دیا ہے۔ بعض نے انکار کیا ہے جیسے احمد بن حنبل، ابوحاتم رازی، عمرو بن علی فلاس۔ بعض نے متروک کہا ہے۔ ابن

عدی کہتے ہیں کہ یہ ساری حدیث قابلِ غور ہے اور اس کے سب راوی ضعیف ہیں۔ میں کہتا ہوں کہ اس کے اسناد میں کئی وجوہ سے اختلاف ہے۔ میں نے اس کو علیحدہ ایک جزو میں بیان کر دیا ہے۔ اس کا سیاقِ عبارت بھی عجیب ہے، احادیث کثیرہ ملا کر ایک حدیث بنا لیا گیا ہے اور اس کو ایک ہی سیاق قرار دے لیا گیا۔ اسی لئے وہ قابلِ انکار ہو گئی، میں نے اپنے استاذ حافظ ابو الحجاج المزی سے سنا ہے کہ یہ ولید بن مسلم کی ایک تصنیف ہے جس کو اس نے جمع کر رکھا ہے۔ گویا کہ یہ شواہد ہیں بعض الگ الگ حدیثوں کے۔ واللہ اعلم۔

وَاِذْ قَالَ اِبْرٰهِیْمُ لِاَبِیْهِ اٰزَرَ اَتَتَّخِذُ

اور وہ وقت بھی یاد کرنے کے قابل ہے جب ابراہیم علیہ السلام نے اپنے باپ آزر سے فرمایا کہ کیا تو بتوں کو

اَصْنَامًا اٰلِهَةً ۚ اِنِّیْۤ اَرٰىكَ وَقَوْمَكَ

معبود قرار دیتا ہے۔ بے شک میں تجھ کو اور تیری ساری قوم کو

فِیْ ضَلٰلٍ مُّبِیْنٍ ﴿۷۴﴾ وَكَذٰلِكَ نُرِیْۤ

صریح غلطی میں دیکھتا ہوں۔ اور ہم نے ایسے ہی طور پر ابراہیم علیہ السلام کو

اِبْرٰهِیْمَ مَلَكُوْتَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَ

آسمانوں اور زمین کی مخلوقات دکھلائیں تاکہ وہ عارف ہو جائیں اور تاکہ

لِیَكُوْنَ مِنَ الْمُوْقِنِیْنَ ﴿۷۵﴾ فَلَمَّا جَنَّ

کامل یقین کرنے والوں سے ہو جائیں۔ پھر جب رات کی تاریکی ان پر چھا گئی

عَلَیْهِ الَّیْلُ رَاٰ كَوْكَبًا ۚ قَالَ هٰذَا رَبِّیْ ۚ

تو انہوں نے ایک ستارہ دیکھا، آپ نے فرمایا کہ یہ میرا رب ہے۔ سو جب

فَلَمَّاۤ اَفَلَ قَالَ لَاۤ اُحِبُّ الْاٰفِلِیْنَ ﴿۷۶﴾

وہ غروب ہو گیا تو آپ نے فرمایا کہ میں غروب ہو جانے والوں سے محبت نہیں رکھتا

فَلَمَّا رَاَ الْقَمَرَ بَازِغًا قَالَ هٰذَا رَبِّیْ ۚ

پھر جب چاند کو دیکھا چمکتا ہوا تو فرمایا کہ یہ میرا رب ہے۔

فَلَمَّاۤ اَفَلَ قَالَ لَىِٕنْ لَّمْ یَهْدِنِیْ رَبِّیْ

سو جب وہ غروب ہو گیا تو آپ نے فرمایا کہ اگر مجھ کو میرا رب ہدایت نہ کرتا تو میں

لَاَكُوْنَنَّ مِنَ الْقَوْمِ الضَّآلِّیْنَ ﴿۷۷﴾ فَلَمَّا

گمراہ لوگوں میں شامل ہو جاؤں۔ پھر جب

رَاَ الشَّمْسَ بَازِغَةً قَالَ هٰذَا رَبِّیْ

آفتاب کو دیکھا چمکتا ہوا تو فرمایا کہ یہ میرا رب ہے یہ تو سب

هٰذَاۤ اَكْبَرُ ۚ فَلَمَّاۤ اَفَلَتْ قَالَ یٰقَوْمِ اِنِّیْ

میں بڑا ہے۔ سو جب وہ غروب ہو گیا۔ آپ نے فرمایا بے شک میں

بَرِیْٓءٌ مِّمَّا تُشْرِكُوْنَ ﴿۷۸﴾ اِنِّیْ وَجَّهْتُ

تمہارے شرک سے بیزار ہوں۔ میں اپنا رخ اس کی

وَجْهِیَ لِلَّذِیْ فَطَرَ السَّمٰوٰتِ وَ

طرف کرتا ہوں جس نے آسمانوں کو اور زمین کو

الْاَرْضَ حَنِیْفًا وَّمَاۤ اَنَا مِنَ الْمُشْرِكِیْنَ ﴿۷۹﴾

پیدا کیا۔ اور میں شرک کرنے والوں میں سے نہیں ہوں۔

ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے باپ کا نام آزر نہیں تھا بلکہ تارخ تھا۔ قولہ وَاِذْ قَالَ اِبْرٰهِیْمُ لِاَبِیْهِ ابن عباس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ آزر سے صنم مراد ہے۔ ابراہیم علیہ السلام کے باپ کا نام تو تارخ اور ماں کا نام شانی اور بیوی کا نام سارہ تھا اور حضرت اسماعیل کی ماں کا نام جو ابراہیم کی کنیز تھیں، ہاجرہ تھا۔ علماء نسب میں سے اکثر کا یہی قول ہے۔ آزر نام تھا ایک بت کا چونکہ حضرت ابراہیم کے والد اس بت کے خادم اور پجاری تھے اس لئے یہی نام ان پر غالب آ گیا تھا۔ واللہ اعلم۔

ابن جریر وغیرہ کہتے ہیں کہ یہ طریق کلام ان لوگوں کی گفتگو میں ایک عیب کی بات اور ناروا کلام سمجھا جاتا تھا اس لفظ آزر کے معنی ہیں ٹیڑھا۔ لیکن کسی نے اس کی اسناد نہیں پیش کی اور نہ کسی سے اس کو منسوب کیا ہے۔ ابن ابی حاتم کہتے ہیں کہ معتمر بن سلیمان نے بیان کیا کہ میں نے اپنے باپ سے سنا کہ وہ آزر کے معنی الاعوج یعنی ٹیڑھا بتاتے تھے اور یہ ایک سخت کلمہ ہے جس کو ابراہیم نے کہا۔ ابن جریر کہتے ہیں کہ درست تو یہ ہے کہ ان کے باپ کا نام آزر تھا پھر نسب جاننے والوں کا اعتراض پیش کر کے کہتے ہیں کہ

حضرت ابراہیمؑ کے باپ کا نام تارخ تھا۔ پھر کہتے ہیں کہ ممکن ہے دو نام ہوں جیسا کہ اکثر لوگوں کے ہوتے ہیں یا ایک نام لقب اور عرف کے طور پر ہو۔ یہ ایک جید وجہ ہو سکتی ہے، واللہ اعلم۔ اور قولِ باری میں قاریوں کا اختلاف ہے۔

حسن بصری اور ابویزید مدنی کہتے ہیں کہ اس کے معنی یہ ہیں کہ اے آزر! کیا تم بتوں کو خدا قرار دے رہے ہو؟ گویا آزر کو منادیٰ بنایا ہے اور جمہور اس کو نصب سے پڑھتے ہیں۔ حسن بصریؒ کے نزدیک پیش سے نہیں۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ یہ لفظ ایک معرفہ اور علم ہے۔ اس بنا پر غیر منصرف سمجھا جائے گا۔ اور گویا قولِ لِأَبِيهِ سے بدل ہے اور اسی بنا پر منصوب ہے یا عطف بیان سمجھا جائے اور یہی زیادہ ٹھیک ہو سکتا ہے اور جو لوگ اس کو لغت قرار دیتے ہیں جیسے احمر اور اسود غیر منصرف ہیں۔ لیکن جن کا یہ گمان ہے کہ وہ محمول ہونے کی بنا پر منصوب ہے کیونکہ أَتَتَّخِذُ أَصْنَامًا کی تقدیر یوں ہوئی کہ یا أبتِ أتتخذ آزر أصنامًا آلهة یعنی اے باپ! کیا آزر بتوں کو تم خدا بناتے ہو، لیکن لغت کے لحاظ سے یہ قول بعید ہے اس لئے کہ جو حرف استفہام کے بعد ہو وہ اپنے ماقبل پر عمل نہیں کیا کرتا ہے کیونکہ اس حرف استفہام کیلئے تو صدرِ کلام چاہیئے۔ ابن جریر وغیرہ نے اس کی تقریر و تصدیق کی ہے اور قواعد عربیہ میں یہی بات مشہور ہے۔ مقصود یہ ہے کہ ابراہیمؑ نے اپنے باپ کو نصیحت کی، عبادتِ اصنام پر ان کی مخالفت کی، انہیں اس سے روکا۔ لیکن ان کے باپ باز نہ آئے۔ انہوں نے کہا کہ تم نے صنم کو خدا بنا لیا، میں تو تم کو اور تمہارے مسلک پر چلنے والوں کو بڑی گمراہی میں پاتا ہوں، یعنی بھٹکے رہو گے بلکہ حیرت اور جہل میں رہو گے۔ [illegible] قرار دیا ہے [illegible] عقلِ سلیم کیلئے ایک دلیل واضح ہے۔

ارشاد باری ہے کہ قرآن حکیم میں ابراہیم علیہ السلام کا ذکر کرو۔ وہ صدیق اور نبی تھے۔ اپنے باپ سے انہوں نے کہا تھا کہ اے باپ! اس کی عبادت مت کرو جو نہ سنتا ہے نہ دیکھتا ہے اور نہ تمہارا کوئی کام نکالتا ہے۔ اے باپ! خدا کی طرف سے مجھے وہ علم حاصل ہوا ہے جو تمہیں نہیں ہوا اس لئے میری بات سنو! میں تمہیں بالکل سیدھا راستہ بتادوں گا۔ اے باپ! شیطان کی عبادت نہ کرو۔ شیطان خدا کا دشمن ہے۔ اے باپ! سخت اندیشہ ہے کہ تم پر عذاب نازل ہو جائیگا اور تم شیطان کے دوست قرار پاؤ گے۔" تو آزر نے جواب دیا کہ "اے ابراہیم! کیا تم میرے خداؤں سے روگرداں ہو؟ اگر تم اس روش سے باز نہ آؤ گے تو میں تمہیں سنگسار کر دوں گا اور تمہیں بالکل چھوڑ دوں گا۔" تو ابراہیمؑ نے کہا "سلام عرض ہے، میں خدا سے تمہارے لئے استغفار کروں گا۔ میرا خدا بڑا مہربان ہے۔ لیکن میں تم کو بھی چھوڑتا ہوں اور تمہارے معبودانِ باطل کو بھی۔ میں تو خدا ہی سے اپنا رابطہ جوڑوں گا۔ ممکن ہے کہ خدا میری دعا میں مجھے ناکام نہ رکھے۔" چنانچہ حضرت ابراہیمؑ تا حیات اپنے باپ کے لئے استغفار کرتے رہے اور جب باپ شرک پر ہی مر گیا اور حضرت ابراہیمؑ کو معلوم ہو گیا کہ شرک کے لئے استغفار کام نہیں دیتا تو استغفار کرنا چھوڑ دیا۔ جیسا کہ اللہ پاک نے فرمایا کہ ابراہیمؑ کا استغفار اپنے باپ کے لئے تو صرف اس وجہ سے تھا کہ اس نے باپ سے وعدہ کر لیا تھا لیکن جب ابراہیم کو معلوم ہو گیا کہ وہ اللہ کا دشمن ہے تو اس سے بیزاری ظاہر کی۔ بے شک حضرت ابراہیمؑ بڑے خدا پرست اور حلیم تھے۔ حدیث صحیح میں وارد ہے کہ قیامت کے دن ابراہیمؑ اپنے باپ سے ملیں گے تو آزر ان سے کہے گا کہ "اے بیٹے! آج میں تمہاری نافرمانی نہ کروں گا۔" تو ابراہیمؑ اپنے رب سے عرض کریں گے کہ "اے رب! کیا تو نے مجھ سے وعدہ نہ فرمایا تھا کہ مجھے قیامت کے دن ذلیل نہ کرے گا۔ اور آج میرے لئے اس سے بڑھ کر اور کونسی رسوائی ہو سکتی ہے کہ میرا باپ اس حالت میں ہے۔" تو ارشاد فرمایا جائیگا کہ "اے ابراہیمؑ! تم اپنے پیچھے دیکھو" تو وہ اپنے باپ کو دیکھیں گے کہ [illegible]

جو کیچڑ میں لتھڑا ہوا ہے اور اُس کی ٹانگیں پکڑ کر اس کو دوزخ کی طرف کھینچا لیا جا رہا ہے۔ چنانچہ اللہ پاک فرماتا ہے کہ ہم اس طرح ابراہیمؑ کو آسمان و زمین کے ملکوت پیش نظر کر دیتے ہیں اور اس کی نظر میں یہ دلیل قائم کر دیتے ہیں کہ کس طرح وحدانیت خدائے عزوجل پر زمین و آسمان کی خلق کی بنیاد ہے جس سے یہ دلیل لی جا سکتی ہے کہ خدا کے سوا کوئی اور رب نہیں۔ ایسی ہی دلالت فی النظر کو ملکوت کہتے ہیں۔ کیونکہ دلالت فی النظر سب سے پہلے حضرت ابراہیمؑ ہی کو حاصل رہی۔ جیسا کہ فرمایا اَوَلَمْ يَنْظُرُوْا فِیْ مَلَكُوْتِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ اور دوسری جگہ ہے اَفَلَمْ يَرَوْا اِلٰى مَا بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ وَمَا خَلْفَهُمْ مِّنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ الخ۔ یعنی لوگوں کو آسمان و زمین کی مخلوق پر عبرت کی نظر کرنی چاہیئے۔ انہیں اپنے آگے پیچھے زمین و آسمان کو دیکھنا چاہیئے۔ اگر ہم چاہیں تو انہیں زمین میں دھنسا دیں اور چاہیں تو آسمان سے ٹکڑا اُن پر گرا دیں۔ رغبت اور رجوع کرنے والوں کے لیے اس میں نشانیاں ہیں۔ لیکن ملکوت کے بارے میں ابن جریر وغیرہ نے بیان کیا ہے کہ ابراہیمؑ کی نگاہوں کے سامنے آسمان پھٹ گئے تھے اور ابراہیمؑ آسمان کی سب چیزوں کو دیکھ رہے تھے یہاں تک کہ ان کی نظر عرش تک پہنچی اور ساتوں زمینیں ان کے لیے کھل گئیں۔ اور وہ زمین کے اندر کی چیزیں دیکھنے لگے۔ بعض نے اس مضمون کا بھی اضافہ کیا ہے کہ وہ لوگوں کے معاصی کو بھی دیکھنے لگے تھے۔ اور ان گنہگاروں پر بددعا کرنے لگے تھے تو اللہ تعالٰے نے فرمایا کہ نہیں اے ابراہیمؑ میں تم سے زیادہ اپنے بندوں پر کریم ہوں، کیا عجب کہ بعد کو وہ توبہ کر لیں اور رجوع کر لیں۔ ابن عباسؓ اس آیت کے بارے میں کہتے ہیں کہ اللہ تعالٰے نے ابراہیمؑ کو اپنی قدرت سے آسمان و زمین کی چھپی ہوئی اور علانیہ ساری چیزیں دکھلا دیں۔ اُن سے کچھ بھی چھپا نہ رہا۔ اور جب وہ اصحاب گناہ پر لعن کر رہے تھے تو فرمایا کہ ایسا نہیں اور ان کی بددعا کو رد کر دیا۔ پھر وہ حسب سابق ہو گئے اس لئے محتمل ہے کہ اُن کی نگاہوں پر سے پردہ ہٹ گیا ہو اور نہاں ان کے لئے عیاں ہو گیا ہو اور یہ بھی محتمل ہے کہ اس کو دل کی آنکھوں سے دیکھا ہو، چنانچہ خدا کی حکمت باہرہ ... اور دلالت قاطعہ کو معلوم کر لیا ہو۔ جیسا کہ امام احمدؒ اور ترمذیؒ سے مروی ہے کہ عالم خواب میں خدا ایک بہترین شکل میں میرے پاس آیا اور فرمانے لگا اے محمدؐ ملاء اعلٰی میں کیا بحث ہو رہی ہے؟ میں نے کہا یارب میں نہیں جانتا تو اس نے اپنا ہاتھ میرے دونوں شانوں کے درمیان رکھ دیا کہ اس کی انگلیوں کی ٹھنڈک میں اپنے سینہ میں پانے لگا۔ اب ہر چیز مجھ پر کھل گئی اور میں سب کچھ دیکھنے لگا۔ اور قول پاک وَلِيَكُوْنَ مِنَ الْمُوْقِنِيْنَ کہا گیا ہے کہ اس آیت میں واؤ زائد ہے۔ اسکی تقدیر یوں ہوئی کہ مَلَكُوْتَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ لِيَكُوْنَ مِنَ الْمُوْقِنِيْنَ یعنی بغیر واؤ کے۔ جیسا کہ اس آیت میں وَكَذٰلِكَ نُفَصِّلُ الْاٰيٰتِ وَلِتَسْتَبِيْنَ سَبِيْلُ الْمُجْرِمِيْنَ اس میں الایات کے بعد واؤ زائد ہے یہ بھی کہا گیا ہے کہ زائد نہیں ہے بلکہ سابقہ بات کی بنیاد پر بات کو اٹھایا گیا ہے۔ یعنی ہم نے اس پر ملکوت ظاہر کر دیا تاکہ وہ دیکھ لے اور یقین بھی کر لے۔ اب قول باری ہے کہ جب تاریک رات ہو گئی تو ابراہیمؑ نے جب ستارے کو دیکھا تو کہا یہ میرا رب ہو گا لیکن جب وہ غائب ہو گیا تو کہا کہ ڈوب جانے والوں کو تو میں پسند نہیں کرتا نہ غائب ہو جانے والی چیز خدا ہو سکتی ہے۔ قتادہ کہتے ہیں کہ ابراہیمؑ نے جان لیا کہ خدا وہ ہونا چاہیئے جو زائل نہ ہو۔ پھر جب چاند کو روشن دیکھا تو کہا یہ میرا خدا ہو گا۔ وہ بھی ڈوب گیا تو کہا یہ بھی خدا نہیں اگر سچا خدا میری رہنمائی نہ فرمائے تو میں گمراہ ہی ہو جاؤں گا۔ پھر جب سورج کو طالع دیکھا تو کہا یہ روشن ہے اور سب سے بڑا ہے لیکن وہ بھی ڈوب گیا تو کہنے لگے اے قوم! میں تو دست بردار ہوتا ہوں تمہاری ان تمام چیزوں سے جن کی تم پرستش کرتے ہو، اب میں نے تو اپنا رخ کر لیا ہے اُس

ذات کی طرف جس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا ہے، اب میں بالکل اُس کا ہوں اور مشرکین میں سے نہیں ہو سکتا اور اپنی عبادت و پرستش اُسی کے لئے خاص کرتا ہوں جس نے آسمان اور زمین کو پیدا کیا ہوا ہے حالانکہ اُسکی کوئی نظیر تخلیق کے وقت اُس کے سامنے نہ ہوگی۔ اس طرح میں شرک سے توحید کی طرف آتا ہوں۔ مفسرین نے اس مقام میں اختلاف کیا ہے کہ کیا یہ حضرت ابراہیمؑ کا مقام غور و فکر ہے یا قوم سے مناظرہ کا مقام ہے اور وہ قوم سے ایک مناظرہ کرنے والے کے موقف میں اگر سوال کر رہے ہیں۔ ابن عباسؓ اس کو ابراہیمؑ کا مقام غور و فکر قرار دیتے ہیں۔ اس قول کا استدلال کرتے ہوئے کہ اگر میرا رب ہی مجھے ہدایت نہ فرمائے تو میں گمراہ ہو جاؤں گا۔ محمد بن اسحاق کہتے ہیں کہ یہ ابراہیمؑ نے اُس وقت کہا تھا جب کہ وہ پہلی دفعہ اس غار سے باہر نکلے جس میں کہ اُن کی ماں نے انہیں جنا تھا کیونکہ نمرود بن کنعان کے خوف سے ولادت کے وقت وہ غار میں گُھس گئی تھیں، نمرود سے منجمین نے کہا تھا کہ ایک بچہ پیدا ہونے والا ہے کہ جس کے ہاتھوں تمہارا ملک برباد ہوگا۔ تو اس نے حکم دے رکھا تھا کہ اِس سال جتنے لڑکے پیدا ہوں سب قتل کر دیئے جائیں، اُمِّ ابراہیمؑ جب حاملہ ہوئیں اور وقتِ وضعِ حمل قریب آیا تو وہ شہر کے باہر ایک غار میں چلی گئیں اور لڑکے کو وہیں چھوڑ کر چلی آئیں۔ اسی سلسلے میں وہ بہت سی خارقِ عادات چیزوں کا ذکر کرتے ہیں، جیسا کہ اسی بنیاد پر مفسرین سلف و خلف نے بھی ذکر کیا ہے لیکن صحیح تو یہ ہے کہ حضرت ابراہیمؑ کا اپنی قوم سے یہ بیان بہ حیثیت ایک مناظرہ کے ہے اِس عقیدہ کو باطل کرنے کے لئے تم جو ہیاکل و اصنام کو پوجتے ہو یہ سب ہیچ ہیں چنانچہ مقام اوّل میں وہ عبادتِ اصنام سے متعلق اپنے باپ کی غلطی ظاہر کرتے ہیں یہ اصنام انہوں نے فرشتوں کی شکل کے بنا رکھے تھے تاکہ یہ خالقِ عظیم کے سامنے انکی شفاعت کریں حالانکہ یہ بُت خود ان کی اپنی نظروں میں بھی حقیر اور بے معنی تھے۔ لیکن وہ گویا ملائکہ کی عبادت کر کے یہ چاہتے تھے کہ وہ رزق اور دوسری ضروریات سے متعلق خدا کے پاس ان کی سفارش کیا کریں چنانچہ اس مقام میں ان کی خطا و گمراہی ظاہر کی گئی ہے یہ ہیاکل سات ستاروں کے تھے یعنی قمر، عطارد، زہرہ، شمس، مریخ، مشتری، زحل سب سے زیادہ چمکدار ستارہ شمس ہے، پھر قمر ہے، پھر سب ستاروں میں روشن تر زہرہ ہے چنانچہ حضرت نے سب سے پہلے اسی ستارہ زہرہ کو لیا اور قوم کو بتایا کہ الوہیت کی ان ستاروں میں صلاحیت نہیں یہ خود پابند ہیں ان کی رفتار معین مقدر ہے۔ یہ سیدھے یا بائیں ذرا بھی اپنے اختیار سے نہیں جھک سکتے۔ یہ تو اجرامِ فلکی ہیں، جنہیں اللہ نے روشن بنا کر پیدا کیا ہے اور اس میں اُس کی بڑی حکمت پوشیدہ ہے یہ مشرق سے نکلتے ہیں پھر مشرق و مغرب کا درمیانی راستہ طے کرتے ہیں پھر نگاہوں سے غائب ہو جاتے ہیں۔ دوسری رات پھر ظاہر ہوتے ہیں ایسی چیزیں جو اپنی عادت مستمرہ پر پابند ہوں خدا کیسے ہو سکتی ہیں۔ پھر وہ قمر کی طرف آتے ہیں، اور زہرہ کے بارے میں جو بیان کیا تھا وہی بیان کرتے ہیں پھر شمس کا ذکر کرتے ہیں اور ان تینوں اجرام سے جب الوہیت کا انتفاء فرماتے ہیں جو اجرامِ فلکی میں روشن ترین تھے اور دلیل قاطع سے اپنا دعویٰ ثابت کر چکتے ہیں تو کہتے ہیں کہ اے قوم میں تو ان چیزوں سے بری ہوں جن کو تم شریکِ خدا ٹھہراتے ہو۔ اگر یہ خدا ہیں تو ان سب کو مددگار بنا کر تم میری مخالفت کرو اور ذرا بھی میرے ساتھ رعایت نہ کرو میں تو فاطر السموات والارض کا ہو چکا ہوں، میں تمہاری طرح شرک نہ کروں گا میں تو ان اشیاء کے خالق کو پوجوں گا جو ان کا مخترع ہے مسخر ہے مدبر ہے، ہر شے کا رشتہ انقیاد اسی کے ہاتھ میں ہے۔ جیسا کہ فرمایا "تمہارا رب فقط وہی ہے جس نے چھ دن میں آسمان و زمین کو پیدا کیا پھر عرش پر مستولی ہو گیا۔ رات کو دن سے اور دن کو رات سے ڈھانپتا ہے

کہ ایک دوسرے کے پیچھے آجا رہا ہے۔ سورج چاند اور تارے سب اُسی کے زیرِ فرماں ہیں۔ خلق و امر کا مالک وہی ہے، وہ ربّ العالمین ہے بڑی برکتوں والا"۔

چنانچہ یہ کیسے جائز ہو سکتا ہے کہ ابراہیمؑ اس مقام پر نظرِ غور و فکر ڈالے اور شرک کے خیالات میں پہلے مبتلا ہو جائے حالانکہ اللہ تعالیٰ نے ان کے حق میں فرما دیا ہے کہ ہم نے ابراہیمؑ کو پہلے ہی سے ہدایت بخش رکھی ہے۔ ہم اس کو خوب جانتے ہیں۔ وہ جو اپنے باپ اور قوم سے کہتے تھے کہ یہ کیسا مورتیاں ہیں جن کی تم پرستش کرتے ہو، اور فرمایا کہ ابراہیمؑ یکسو ہو کر خدا کی پرستش کرنیوالا اور بہت مخلص بندہ ہے۔ اس نے کبھی شرک نہیں کیا وہ خدائی نعمتوں پر شکر گزار ہے اللہ نے اس کو برگزیدہ بنایا ہے اور اس کو صراطِ مستقیم کی ہدایت فرمائی ہے۔ اور دنیا میں بھی اس کو خوبیاں اور نیکیاں عطا فرمائیں اور آخرت میں بھی وہ صالحین میں سے ہے۔ پھر ہم تمہاری طرف اے نبی! وحی بھیجتے ہیں کہ ملّتِ ابراہیمؑ کی پیروی کرو، وہ حنیف تھا مشرک نہیں تھا، اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ کہہ دو اے نبی! کہ میرے ربّ نے صراطِ مستقیم مجھے ہدایت فرمائی ہے، جس پر کہ ابراہیمؑ قائم تھے اور وہ مشرکین میں سے نہیں تھے۔ صحیح حدیث سے ثابت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ہر مولود فطرت پر خلق ہوتا ہے۔ حضرت ﷺ نے فرمایا کہ اللہ نے اپنے بندوں کو حنیف پیدا کیا ہے یعنی خدا ہی کا ہو کر رہنے والا۔ اور فرمایا اللہ تعالیٰ کی فطرت وہ ہے جس پر کہ انسان کی پیدائش ہوئی اور جو چیز جیسی پیدا کر دی گئی، اس میں تبدیلی نہیں ہوتی اور فرمایا: وَإِذْ أَخَذَ رَبُّكَ مِنْ بَنِي آدَمَ مِنْ ظُهُورِهِمْ ذُرِّيَّتَهُمْ وَأَشْهَدَهُمْ عَلَىٰ أَنْفُسِهِمْ أَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ قَالُوا بَلَىٰ۔ جس کے معنی ایک قول کی رُو سے یہی ہیں۔ جیسے کہ فِطْرَتَ اللَّهِ الَّتِي فَطَرَ النَّاسَ عَلَيْهَا کے معنی جس کا بیان آئے گا۔ یعنی یہ کہ لوگوں کو اللہ تعالیٰ نے فطرتِ اسلام پر پیدا کیا ہے اللہ کی تخلیق کی تبدیلی نہیں۔ جب یہ خدا پرستی کی فطرت اور اعترافِ عبودیت تمام ہی مخلوق کے بارے میں ہے تو ابراہیم خلیل اللہ کے بارے میں کیسے نہ ہو اور وہ خدا شناسی کے بارے میں متفکر اور متردّد کیسے ہو سکتے ہیں وہ تو فطرتِ سلیم کے لحاظ سے بہترین ہستی تھے۔ بلکہ بلاشک بات یہی ہے کہ وہ اس مقام میں اپنی قوم سے مناظرہ اور مباحثہ فرما رہے ہیں اور جس شرک میں وہ لوگ مبتلا تھے، انکے خیالات کو دلیل اور برہان کے ذریعہ دُور کر رہے ہیں۔ یہ بات نہیں کہ خود متردّد ہیں۔

وَحَاجَّهُ قَوْمُهُ ۚ قَالَ أَتُحَاجُّونِّي فِي اللَّهِ

اور ابراہیمؑ سے ان کی قوم نے حجت کرنی شروع کی۔ انہوں نے کہا تم مجھ سے اللہ کے بارے میں حجت کرتے ہو

وَقَدْ هَدَانِ ۚ وَلَا أَخَافُ مَا تُشْرِكُونَ

حالانکہ اس نے مجھ کو سیدھا راستہ دکھا دیا ہے اور جن چیزوں کو تم اس کے ساتھ شریک بناتے ہو میں ان سے نہیں ڈرتا

بِهِ إِلَّا أَنْ يَشَاءَ رَبِّي شَيْئًا ۗ وَسِعَ رَبِّي

ہاں لیکن اگر میرا پروردگار کوئی امر چاہے میرا پروردگار ہر چیز کو اپنے

كُلَّ شَيْءٍ عِلْمًا ۗ أَفَلَا تَتَذَكَّرُونَ ﴿۸۰﴾ وَكَيْفَ

علم میں گھیرے ہوئے ہے۔ کیا تم پھر خیال نہیں کرتے۔ اور میں

أَخَافُ مَا أَشْرَكْتُمْ وَلَا تَخَافُونَ أَنَّكُمْ

ان چیزوں سے کیونکر ڈروں جن کو تم نے شریک بنایا ہے حالانکہ تم اس ذات سے نہیں ڈرتے

أَشْرَكْتُمْ بِاللَّهِ مَا لَمْ يُنَزِّلْ بِهِ عَلَيْكُمْ سُلْطَانًا ۚ

کہ تم نے اللہ کے ساتھ ایسی چیزوں کو شریک ٹھہرایا ہے جن پر اس نے تمہارے لئے کوئی دلیل نازل

فَأَيُّ الْفَرِيقَيْنِ أَحَقُّ بِالْأَمْنِ ۖ إِنْ كُنْتُمْ

نہیں فرمائی۔ سو دونوں فریقوں میں سے امن کا زیادہ مستحق کون ہے اگر تم

تَعْلَمُونَ ﴿۸۱﴾ الَّذِينَ آمَنُوا وَلَمْ يَلْبِسُوا

[illegible] رکھتے ہو۔ جو لوگ ایمان لائے اور اپنے ایمان کو شرک کے

إِيمَانَهُمْ بِظُلْمٍ أُولَٰئِكَ لَهُمُ الْأَمْنُ وَهُمْ

ساتھ مخلوط نہیں کرتے ایسے ہی لوگ ہیں جن کیلئے امن ہے اور وہی راہ پر

ع ۹
۱۲ مُهْتَدُونَ ﴿۸۲﴾ وَتِلْكَ حُجَّتُنَا آتَيْنَاهَا إِبْرَاهِيمَ

۱۵ جنہیں ہدایت ہے۔ اور یہ ہماری دلیل تھی جو ہم نے ابراہیم کو ان کی قوم

عَلٰى قَوْمِهٖ ۭ نَرْفَعُ دَرَجٰتٍ مَّنْ نَّشَاۗءُ

کے مقابلہ میں دی تھی، ہم جس کو چاہتے ہیں مرتبوں میں بڑھا دیتے ہیں۔

اِنَّ رَبَّكَ حَكِيْمٌ عَلِيْمٌ ﴿۸۳﴾

بے شک آپ کا رب بڑا علم والا بڑا حکمت والا ہے۔

اللہ پاک خلیل ابراہیمؑ کے بارے میں ذکر فرماتا ہے
جب کہ آپ توحید سے متعلق اپنی قوم سے مناظرہ کر رہے تھے،
اور آپ اپنی قوم سے فرما رہے تھے کہ کیا تم خدا کے بارے میں
مجھ سے جھگڑ رہے ہو، وہ تو واحد یکتا ہے وہ مجھے حق کی
طرف بصیرت و ہدایت فرما چکا ہے اور میں اسکی یکتائی پر
دلائل رکھتا ہوں، پھر تمہارے اقوالِ فاسدہ اور شبہاتِ
باطلہ کی طرف کیسے توجہ دے سکتا ہوں، تمہارے قول کے
بطلان پر میرے پاس دلیل ہے۔ تمہارے یہ خود ساختہ بت
تو کسی بات پر اثر انداز نہیں وہ کچھ نہیں کر سکتے، میں نہ
ان سے ڈرتا ہوں نہ ذرہ بھر ان کی پروا کرتا ہوں، اگر یہ بت
میرا کچھ بگاڑ سکتے ہیں تو اچھا بگاڑ دیکھیں بلکہ مجھے سنبھلنے
کے لئے ذرہ بھر مہلت بھی نہ دیں۔ قولہ اِلَّآ اَنْ يَّشَاۗءَ رَبِّيْ
شَيْـــًٔا ہاں خدا ہی اگر مجھے بگاڑنا چاہے تو بگاڑ سکتا ہے۔ تمام
اشیاء پر اس کا احاطۂ علم وسیع ہے۔ کوئی چیز اس سے
مخفی نہیں۔ میں جو کچھ بیان کرتا ہوں، تم اس سے کچھ بھی عبرت
نہیں لیتے ہو تاکہ ان کی عبادت سے باز آؤ۔ یہ صورتِ
احتجاج بالکل ایسی ہی ہے جیسی ہود علیہ السلام نے اپنی
قوم کے سامنے پیش کی تھی۔ اور اس قوم عاد کا قصہ قرآن
میں موجود ہے کہ قَالُوْا يٰهُوْدُ مَا جِئْتَنَا بِبَيِّنَةٍ الخ
یعنی اے ہود تم نے کوئی معجزہ تو پیش نہیں کیا، خالی تمہارے
کہنے سے کیا ہم اپنے خداؤں کو چھوڑ دیں گے، ہم تو تم پر ایمان
لانے والے نہیں۔ ہم تو یہی سمجھتے ہیں کہ تم پر ہمارے
خداؤں کی کوئی لعنت پڑی ہے، تو ہود نے کہا میں خدا کو
گواہ بناتا ہوں اور تم بھی گواہ رہو کہ میں خدا سے نہیں

بلکہ خدا کے ساتھ تم دوسرے خداؤں کو جو شریک کر دیتے
ہو، ان سے بری ہوں، اب تم اور تمہارے بت سب مل
کر خوب میری برائی چاہو نہ کوئی کسر اٹھائے رکھو، نہ مجھے
مہلت دو، میرا بھروسہ تو میرے رب پر ہے جو تمہارا بھی رب
ہے وہ تو ہر جاندار کو اپنے پاس پکڑ بلائے گا۔ پھر آیت زیرِ
ذکر میں فرماتا ہے کہ میں آخر تمہارے ان اصنام باطلہ سے
کیوں ڈروں، جب تم خود اس بات سے نہیں ڈرتے ہو جو
دوسروں کو شریک خدا ٹھہرا رہے ہو، جس کی تمہارے پاس
کوئی دلیل ہی نہیں، جیسے کہ ایک جگہ فرمایا اَمْ لَهُمْ شُرَكٰۗؤُا
الخ۔ نیز فرمایا: اِنْ هِىَ اِلَّآ اَسْمَاۗءٌ سَمَّيْتُمُوْهَآ اَنْتُمْ وَ
اٰبَاۗؤُكُمْ الخ۔ پھر ارشاد ہوتا ہے۔ پس تم ہی بتاؤ کہ تمہاری
اور میری جماعت میں سے حق پر کون ہے؟ کیا وہ خدا جو سب
کچھ کر سکتا ہے یا وہ جو ذرہ بھر نفع و ضرر کا مالک نہیں۔ پھر
فرماتا ہے کہ جو لوگ ایمان لے آئے اور اپنے ایمان کے ساتھ
ظلم کا پیوند نہیں لگایا، امن و اطمینان تو انہیں کا حق ہے اور
وہی ہدایت یافتہ ہیں، انہوں نے اپنی عبادت شائبہ شرک سے
خالص رکھی تھی، دنیا و آخرت پر انہیں کا قبضہ ہے۔

بخاری میں عبداللہؓ سے روایت ہے کہ جب آیت
وَلَمْ يَلْبِسُوْٓا اِيْمَانَهُمْ بِظُلْمٍ نازل ہوئی تو اصحاب
نے کہا یا رسول اللہ کون ہے جس نے اپنے نفس پر ظلم نہیں
کر لیا ہے تو آیت نازل ہوئی اِنَّ الشِّرْكَ لَظُلْمٌ عَظِيْمٌ
یعنی ظلم عظیم تو یہ ہے وہ مشرک ہے۔ جب آیت مندرجہ بالا
نازل ہوئی تھی اور لوگوں کو غلط فہمی ہوئی تو آپ نے فرمایا کہ
تم جیسا سمجھتے ہو ویسا نہیں، کیا تم نے نہیں سنا کہ عبد صالح
یعنی لقمان حکیم نے کہا تھا يٰبُنَيَّ لَا تُشْرِكْ بِاللّٰهِ ۭ اِنَّ
الشِّرْكَ لَظُلْمٌ عَظِيْمٌ یعنی ظلم سے مراد شرک ہے عبداللہ
سے مروی ہے کہ جب وَلَمْ يَلْبِسُوْٓا اِيْمَانَهُمْ بِظُلْمٍ اتری
تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ مجھ سے کہا گیا کہ تم انہیں ایماندار
لوگوں میں سے ہو۔ جریر بن عبداللہ کہتے ہیں کہ ایک وقت

ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ چلے اور جب مدینہ سے باہر ہوئے تو ایک سوار ہماری طرف آتا ہوا دکھائی دیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ سوار تمہیں سے ملنے کے لئے آرہا ہے۔ جب وہ ہم تک پہنچا تو ہمیں سلام کیا۔ حضرتؐ نے پوچھا۔ کہاں سے آرہے ہو؟ اس نے کہا اپنے اہل وعیال اور اپنے قبیلہ والوں کے پاس سے۔ پھر آپ نے کہا۔ کہاں جاؤگے؟ کہا رسول اللہؐ سے ملنا چاہتا ہوں۔ آپ نے فرمایا۔ کہو میں ہی اللہ کا رسول ہوں۔ اس نے کہا یا رسول اللہؐ! مجھے ایمان کی تعلیم دیجئے۔ آپ نے فرمایا کہو کہ خدا کے سوا دوسرا کوئی خدا نہیں، اور یہ کہ محمد خدا کے رسول ہیں، اور نماز پڑھا کرو، زکوٰۃ دیا کرو، رمضان کے روزے رکھو اور حج کرو! اس نے کہا مجھے ان سب باتوں کا اقرار ہے۔ پھر جب وہ روانہ ہوچکا تو اس کے اونٹ کا پاؤں جنگلی چوہے کے ایک سوراخ میں پھنس گیا اور اونٹ گر پڑا اس کے ساتھ ہی یہ سوار بھی گر پڑا اور اُس کا سر پھٹ گیا، گردن ٹوٹ گئی۔ آپ نے فرمایا مجھ پر اُس کی دیکھ بھال ضروری ہے۔ ساتھ ہی عمار بن یاسرؓ اور حذیفہؓ نے دوڑ کر اسے اٹھایا پھر کہنے لگے یا رسول اللہؐ یہ تو مر چکا۔ آپ دوسری طرف پلٹ گئے۔ پھر فرمایا۔ کیا تم جانتے ہو کہ میں نے اس کی طرف سے رخ کیوں پلٹا ہیں نے دو فرشتوں کو دیکھا تھا کہ جنت کے پھل اس کے منہ میں دے رہے ہیں جس سے میں سمجھ گیا کہ وہ بھوکا مرا ہے۔ پھر رسول اللہؐ نے فرمایا کہ یہ اُن لوگوں میں سے تھا جن کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ وہ اپنے ایمان کے ساتھ ظلم یعنی شرک کو شامل نہیں کرتے۔ پھر فرمایا اپنے بھائی کا انتظام کرو۔ چنانچہ ہم نے اس کو غسل دیا کفن پہنایا خوشبو ملی اور جب قبر کی طرف لیجانے لگے تو حضرتؐ تشریف لائے پھر قبر کے کنارے بیٹھ گئے اور فرمایا کہ بغلی قبر بناؤ کھلی نہ کھودو ہماری قبریں بغلی ہوتی ہیں اور کھلی قبریں دوسروں کی۔ اور یہ اُن لوگوں میں سے تھا جو بہت ہی تھوڑا عمل کر سکے اور اجر کثیر حاصل کر لیتے ہیں۔ تفصیل کے ساتھ ابن عباسؓ سے یوں بیان کرتے ہیں کہ ہم رسول اللہؐ کے ساتھ چل رہے تھے کہ ایک اعرابی سامنے سے آیا اور کہنے لگا، یا رسول اللہؐ! قسم اس کی جس نے آپ کو حق کے ساتھ مبعوث فرمایا کہ میں اپنے وطن اپنی اولاد اور اپنے مال کو چھوڑ کر آرہا ہوں تاکہ آپ کے ذریعہ ہدایت حاصل کروں اور اسطرح آپ تک پہونچا ہوں کہ زمین کی گھاس پات راہ میں کھاتا ہوا آیا۔ اب مجھے دین سکھا دیجئے! آپ نے اس کو دین سکھایا اس نے قبول کیا، ہم اس کے اطراف جمع ہوگئے وہ جانے لگا تو اس کے اونٹ کا پاؤں جنگلی چوہے کے بل میں پھنس گیا وہ گر پڑا اور دھکے سے اس کی گردن ٹوٹ گئی۔ تو حضرتؐ نے فرمایا خدا کی قسم اُس نے سچ کہا تھا کہ اپنے وطن اور بال بچوں کو چھوڑ کر وہ مجھ سے صرف ہدایت اور دین حاصل کرنے کے لئے آیا تھا۔ اس نے تعلیمات دینی حاصل کرلی۔ مجھے معلوم ہوا کہ اس نے ایام سفر زمین کی صرف گھاس پات کھا کر گزارے تھے اُس نے عمل کیا تھوڑا اور اجر پایا بہت۔ کیا تم نے ان لوگوں کے بارے میں سُنا؟ جنھوں نے اپنے ایمان کے ساتھ ظلم شرک کو شامل نہیں کیا، یہی لوگ امن اور اطمینان قلب کے حقدار ہیں یہی اصل ہدایت یافتہ ہیں۔ یہ انھیں میں سے تھا۔

عبداللہ بن سخبرہ سے روایت ہے کہ حضرتؐ نے فرمایا، جس کو دیا گیا اور اس نے شکر کیا اور جس کو نہ دیا گیا اور اس نے صبر کیا، اور جس نے ظلم کیا پھر مغفرت طلب کی اور جس پر ظلم ہوا اور اس نے بخش دیا۔ اتنا کہہ کر آپ خاموش ہوگئے۔ تو لوگوں نے کہا یا رسول اللہؐ اس کو کیا ملے گا تو آپ نے فرمایا کہ یہی لوگ خدا کی طرف سے امن کے اندر آگئے ہدایت یافتہ یہی ہیں۔ اور قول پاک وَتِلْكَ حُجَّتُنَا آتَيْنَاهَا إِبْرَاهِيمَ عَلَىٰ قَوْمِهِ یعنی ہم نے ابراہیم کو اپنی قوم سے مناظرہ کرنا اور دلیلیں لانا سکھایا۔ مجاہد وغیرہ اس آیت سے حسب [illegible]

کے ساتھ شرک کرنے سے نہیں ڈرتے۔ جس کی کوئی سند اور دلیل ہی نہیں، اب تم خود ہی جان لو کہ دونوں میں سے کس نے اپنا زیادہ بچاؤ کر لیا ہے۔ اللہ نے اس کو امن و ہدایت کا نام دیا ہے۔ پھر فرمایا: اٰمَنُوْا وَلَمْ یَلْبِسُوْا (الی آخرہ) پھر اس کے بعد فرمایا: وَتِلْكَ حُجَّتُنَآ اٰتَيْنٰهَآ اِبْرٰهِيْمَ عَلٰى قَوْمِهٖ ۭ نَرْفَعُ دَرَجٰتٍ مَّنْ نَّشَاۗءُ یہاں درجات کا لفظ بالاضافہ اور بلا اضافہ دونوں طرح پڑھا گیا ہے۔ جیسا کہ سورۂ یوسف میں ہے اور بات دونوں طرح یکساں ہیں۔ اور قول اِنَّ رَبَّكَ حَكِيْمٌ عَلِيْمٌ یعنی وہ اپنے اقوال میں حکیم ہے اور اپنے افعال میں علیم ہے یعنی جس کو چاہے ہدایت کرے اور جسکو چاہے گمراہ ہونے دے جیسا کہ فرمایا اِنَّ الَّذِيْنَ حَقَّتْ عَلَيْهِمْ كَلِمَتُ رَبِّكَ یعنی جن کی قسمت میں اللہ تعالیٰ کا فیصلہ متحقق ہو چکا ہے وہ ایمان نہ لائیں گے۔ خواہ کیسی ہی نشانی انہیں کیوں نہ بتائی جائے کہ عذاب الٰہی سے انہیں سابقہ نہ پڑے۔

وَوَهَبْنَا لَهٗٓ اِسْحٰقَ وَيَعْقُوْبَ ۭ كُلًّا هَدَيْنَا

اور ہم نے انکو اسحٰق دیا اور یعقوب۔ ہر ایک کو ہم نے ہدایت کی۔

وَنُوْحًا هَدَيْنَا مِنْ قَبْلُ وَمِنْ ذُرِّيَّتِهٖ دَاوٗدَ

اور پہلے زمانہ میں ہم نے نوح کو ہدایت کی اور ان کی اولاد میں سے داؤد کو

وَسُلَيْمٰنَ وَاَيُّوْبَ وَيُوْسُفَ وَمُوْسٰى ع ۱۰ ۸ ۱۹

اور سلیمان کو ایوب کو اور یوسف کو اور موسیٰ کو

وَهٰرُوْنَ ۭ وَكَذٰلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِيْنَ (۸۴)

اور ہارون کو۔ اور اسی طرح ہم نیک کام کرنیوالوں کو جزا دیا کرتے ہیں

وَزَكَرِيَّا وَيَحْيٰى وَعِيْسٰى وَاِلْيَاسَ ۭ كُلٌّ

اور نیز زکریا کو اور یحییٰ کو اور عیسیٰ کو اور الیاس کو۔ سب

مِّنَ الصّٰلِحِيْنَ (۸۵) وَاِسْمٰعِيْلَ وَالْيَسَعَ

پورے شائستہ لوگوں میں تھے۔ اور نیز اسمٰعیل کو اور یسع کو

وَيُوْنُسَ وَلُوْطًا ۭ وَكُلًّا فَضَّلْنَا عَلَي الْعٰلَمِيْنَ (۸۶)

اور یونس کو اور لوط کو۔ اور ہر ایک کو تمام جہان والوں پر ہم نے فضیلت دی

وَمِنْ اٰبَاۗىِٕهِمْ وَذُرِّيّٰتِهِمْ وَاِخْوَانِهِمْ

اور نیز ان کے کچھ باپ دادوں کو اور [illegible] اور کچھ بھائیوں کو

وَاجْتَبَيْنٰهُمْ وَهَدَيْنٰهُمْ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ (۸۷)

اور ہم نے ان کو مقبول بنایا اور ہم نے ان کو راہِ راست کی ہدایت کی۔

ذٰلِكَ هُدَى اللّٰهِ يَهْدِيْ بِهٖ مَنْ يَّشَاۗءُ

اللہ کی ہدایت وہ یہی ہے اپنے بندوں میں سے جس کو چاہے اس کی ہدایت

مِنْ عِبَادِهٖ ۭ وَلَوْ اَشْرَكُوْا لَحَبِطَ عَنْهُمْ

کرتا ہے۔ اور اگر فرضاً یہ حضرات بھی شرک کرتے تو جو کچھ یہ

مَّا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ (۸۸) اُولٰۗىِٕكَ الَّذِيْنَ

اعمال کیا کرتے تھے ان کے سب اکارت ہو جاتے۔ یہ ایسے تھے کہ ہم نے ان کو

اٰتَيْنٰهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحُكْمَ وَالنُّبُوَّةَ ۚ

کتاب اور حکمت اور نبوت عطا کی تھی۔

فَاِنْ يَّكْفُرْ بِهَا هٰٓؤُلَاۗءِ فَقَدْ وَكَّلْنَا بِهَا

سو اگر یہ لوگ نبوت کا انکار کریں تو ہم نے اس کیلئے ایسے بہت لوگ مقرر

قَوْمًا لَّيْسُوْا بِهَا بِكٰفِرِيْنَ (۸۹) اُولٰۗىِٕكَ

کر دیئے ہیں جو اس کے منکر نہیں ہیں۔ یہ حضرات ایسے تھے

الَّذِيْنَ هَدَى اللّٰهُ فَبِهُدٰىهُمُ اقْتَدِهْ ۭ

جن کو اللہ تعالیٰ نے ہدایت کی تھی سو آپ بھی ان ہی کے طریق پر چلیے

قُلْ لَّآ اَسْـَٔــلُكُمْ عَلَيْهِ اَجْرًا ۭ اِنْ

آپ کہہ دیجئے کہ میں تم سے اس پر کوئی معاوضہ نہیں چاہتا۔ یہ تو صرف تمام

هُوَ اِلَّا ذِكْرٰى لِلْعٰلَمِيْنَ (۹۰)

جہان والوں کے واسطے ایک نصیحت ہے۔

اللہ پاک فرماتا ہے کہ ہم نے ابراہیم کو اسحٰق جیسا بیٹا بخشا حالانکہ بڑھاپے کے سبب وہ اور ان کی بیوی سارہ اولاد سے مایوس ہو چکے تھے۔ فرشتے ان کے پاس آئے اور قوم لوط کی طرف بھی وہ جا رہے تھے۔ فرشتوں نے میاں بیوی کو اسحاق کی ولادت کی بشارت دی، بیوی حیران ہو کر رہ گئیں اور کہا مجھے اب میرے بچہ ہوگا۔ میں بڑھیا، میرا شوہر شیخ فانی یہ کیسی عجیب بات ہے؟ تو فرشتوں نے کہا: اے بی بی! کیا خدا کے کاروبار پر تعجب کرتی ہو؟ اے گھر والو! خدا کی رحمت اور برکتیں تم پر ہیں۔ چنانچہ فرشتوں نے ان کو خبر دی کہ

بشارت دی کہ وہ نبی بھی ہوگا اور اس کی نسل بھی بڑھے گی، یعنی فرمایا: وَبَشَّرْنٰهُ بِاِسْحٰقَ نَبِيًّا مِّنَ الصّٰلِحِيْنَ اور یہ بڑی بشارت اور بڑی نعمت ہے۔ چنانچہ فرمایا فَبَشَّرْنٰهَا بِاِسْحٰقَ وَمِنْ وَّرَآءِ اِسْحٰقَ يَعْقُوْبَ۔ یعنی اس مولود اسحاق کو تمہاری حیات ہی میں لڑکا ہوگا اور تمہاری آنکھیں جیسے بیٹے سے ٹھنڈی ہوں گی۔ پوتے سے بھی ٹھنڈی ہونگی کیونکہ بقاءِ نسل کے ثبوت کے سبب پوتے کی ولادت سے خوشی اور بھی زیادہ ہوتی ہے۔ بوڑھے اور بڑھیا کی اولاد میں جب شک ہو سکتا ہے کہ ضعف کی وجہ سے ان کے بچہ نہیں ہو سکتا، تو بیٹے اور پھر پوتے جس کا نام یعقوب ہوگا۔ اس کو خوشی کیسے نہ ہوگی۔ یعقوب کا اشتقاق عقب سے ہے یعنی اسحاق کے بعد اس کے عقب میں بھی آنے والا۔ یہ صلہ ہے ابراہیم کا جس نے اپنے وطن اور کام کو چھوڑا، ان کے شہروں سے ہجرت کرکے عبادتِ الٰہی کی خاطر دور دراز نکل دیا۔ اس کی جزا ان کی صلبی اولاد صالحین تھی تاکہ ان سے اُن کی آنکھیں ٹھنڈی ہوں۔ جیسا کہ فرمایا۔ جب ابراہیمؑ نے اپنی قوم اور ان کے معبودوں کو چھوڑا، تو ہم نے ان کو اسحاقؑ یعقوبؑ عطا کیے اور دونوں کو نبی بنایا۔ اور یہاں فرمایا: وَوَهَبْنَا لَهٗۤ اِسْحٰقَ وَيَعْقُوْبَ ؕ كُلًّا هَدَيْنَا ۚ اور پھر فرمایا، وَنُوْحًا هَدَيْنَا مِنْ قَبْلُ یعنی اس سے پہلے ہم نوح کی ہدایت کر چکے تھے اور ہم نے ابراہیمؑ کو صالح نسل عطا فرمائی اور اسحاق اور یعقوب ان دونوں کو خصوصیتِ عظیمہ حاصل ہے۔ لیکن نوحؑ کہ جب اللہ تعالیٰ نے سارے اہلِ زمین کو غرق کر دیا بجز اُن کے جو نوحؑ پر ایمان لا چکے تھے اور ان کے ساتھ سفینے میں بیٹھ چکے تھے، یہ باقی لوگ ہی نوحؑ کی ذریت تھے اور ساری دنیا کے لوگ ان کی ذریت ہیں اور ابراہیمؑ کہ ان کے بعد کوئی نبی نہیں ہوا بجز اُن افراد کے جو ان کی ذریت میں تھے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا وَجَعَلْنَا فِيْ ذُرِّيَّتِهِ النُّبُوَّةَ وَالْكِتٰبَ اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا نُوْحًا وَّاِبْرٰهِيْمَ وَجَعَلْنَا فِيْ ذُرِّيَّتِهِمَا النُّبُوَّةَ وَالْكِتٰبَ اور یہ بھی فرمایا کہ نبیوں میں سے یہ بھی ہیں جن پر انعام الٰہی ہوا۔ آدم کی اولاد میں سے اور جنہیں ہم نے نوحؑ کے ساتھ کشتی میں لے لیا تھا اور ابراہیمؑ و اسرائیل کی اولاد میں سے اور جنہیں ہم نے ہدایت کی تھی اور پسند کر لیا تھا۔ ان کے سامنے جب آیاتِ الٰہی پڑھی جاتی ہیں تو روتے اور گڑگڑاتے ہوئے سجدہ میں گر جاتے ہیں۔

اس آیتِ کریمہ میں وَمِنْ ذُرِّيَّتِهٖ سے مطلب یہ ہے کہ ہم نے اسکی ذریت کو بھی ہدایت دی یعنی داؤد اور سلیمان کو بھی۔ لیکن اگر ذُرِّيَّتِهٖ کی ضمیر کو نوح کی طرف پھیریں کہ قریب تر نوح کا لفظ ہی ہے اور ضمیر اقرب کی طرف ہی جاتی ہے تو یہ بات تو صاف ہے کوئی اشکال نہیں۔ ابن جریرؒ نے بھی اسی کو اختیار کیا ہے۔ لیکن اگر ضمیر ابراہیم کی طرف پھیریں کہ سیاقِ کلام ایسا ہی ہے تو یہ بہت اچھا ہے لیکن اشکال یہ ہے کہ ابراہیمؑ کی اولاد کے سلسلے میں لوطؑ کا لفظ بھی آیا ہے اور لوطؑ ابراہیم کی اولاد میں سے نہیں ہیں بلکہ ان کے بھائی ہاروں بن آزر کے بیٹے ہیں کیا عجب کہ غلبہ اور اکثریت کے طور پر ان کی ذریت کے ضمن میں ذکر کر دیا گیا ہو، جیسا کہ اس قولِ باری میں بھی ہے: اَمْ كُنْتُمْ شُهَدَآءَ اِذْ حَضَرَ يَعْقُوْبَ الْمَوْتُ یہاں آباءِ یعقوب کے سلسلہ میں اسماعیل کا بھی نام آ گیا حالانکہ اسماعیل تو ان کے چچا تھے۔ یہ سلسلۂ کلام میں غلبہ و اکثریت کی بنا پر ہوا اور اسی طرح کی دوسری آیت ہے فَسَجَدَ الْمَلٰٓئِكَةُ كُلُّهُمْ اَجْمَعُوْنَ ۙ اِلَّاۤ اِبْلِيْسَ۔ جہاں ملائکہ کو سجدہ کا حکم دیا گیا اور مخالفت کی مذمت کی گئی وہاں ابلیس کو بنا بر غلبہ ملائکہ میں شامل قرار دے کر استثنی کیا گیا، کیونکہ وہ ملائکہ کے ساتھ تشابہ رکھتا تھا ورنہ تو ملک نہیں تھا جنوں میں سے تھا اسکی طبیعت ناری تھی اور فرشتوں کی طبیعت نوری تھی، نیز اسلیے کہ عیسیٰ علیہ السلام کو ذریتِ ابراہیم یا نوح کے سلسلے میں لایا گیا ہے۔ گویا انہیں بھی ابراہیمؑ کی نسل میں کہا گیا۔ اس دلیل کی بنا پر کہ بیٹی کی اولاد بھی آدمی کی نسل ہی میں سے سمجھی جاتی ہے۔ اب اگر عیسیٰؑ کو

ابراہیمؑ سے کوئی تعلق ہے تو صرف اس بنا پر کہ ان کی ماں ، مریم ابراہیمؑ کی نسل سے تھیں ۔ ورنہ حضرت عیسیٰؑ کے تو باپ تھے ہی نہیں ۔ کہتے ہیں کہ حجاج نے یحییٰ بن یعمر سے کہا کہ میں نے سنا ہے تم کہتے ہو کہ حسنؓ اور حسینؓ ذریتِ نبی میں سے ہیں حالانکہ وہ علیؓ اور ابو طالب کی ذریت سے ہیں اور پھر یہ بھی دعویٰ کرتے ہو کہ اس کا ثبوت قرآن سے ہے ۔ میں نے قرآن کو اوّل سے آخر تک پڑھا کہیں اس کو نہ پایا ۔ تو ابن یعمر نے کہا کہ کیا تم نے سورۂ انعام میں نہیں پڑھا کہ وَمِنْ ذُرِّيَّتِهٖ دَاوٗدَ وَسُلَيْمٰنَ حتیٰ کہ وہ یحییٰ اور عیسیٰ تک پڑھتے چلے گئے ۔ کہا کہ ہاں پڑھا ہے ۔ کہا کہ عیسیٰؑ کو ذریتِ ابراہیم میں بتایا گیا ہے اور حالانکہ وہ باپ نہیں رکھتے تھے ۔ صرف بیٹی کے تعلق سے ذریت میں قرار دیا گیا ۔ تو پھر بیٹی کے تعلق سے حسنؓ اور حسینؓ ذریتِ نبی میں کیوں نہ ہوں ، حجاج نے کہا تم ٹھیک کہتے ہو ۔

اسی لئے جب کوئی آدمی اپنی میراث کو اپنی ذریت کے نام پر وصیت کرتا ہے یا وقف یا ہبہ کرتا ہے تو اس ذریت میں اولادِ بنات بھی داخل سمجھی جاتی ہے ۔ لیکن جب وہ اپنے بیٹوں کے نام سے دیتا ہے یا وقف کرتا ہے تو خاص صلبی بیٹے ہی مستحق ہوتے ہیں یا پوتے ۔ اور دوسروں نے تو کہا ہے کہ اس میں اولادِ بنات بھی داخل ہے کیونکہ صحیح بخاری کی حدیث ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حسن بن علی کے بارے میں فرمایا کہ میرا یہ بیٹا سید ہے اور اللہ اس کے ذریعہ مسلمانوں کے دو بڑے فرقوں میں صلح کرا دے گا اور جنگ کا فتنہ دب جائے گا ۔ چنانچہ حسنؓ کو ابن کے لفظ سے تعبیر کیا جو دلالت کرتا ہے کہ وہ اولاد میں داخل سمجھے جا سکتے ہیں ۔ اور قولِ باری وَمِنْ اٰبَآئِهِمْ وَذُرِّيّٰتِهِمْ وَاِخْوَانِهِمْ یہاں اُن کی نسل اور نسب دونوں کا ذکر ہے اور ہدایت و برگزیدگی اُن سب پر شامل ہے ۔ اسی لئے فرمایا : وَاجْتَبَيْنٰهُمْ وَهَدَيْنٰهُمْ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ۔ یعنی ہم نے اُن کو چن لیا اور صراطِ مستقیم کی ہدایت کی ۔ پھر فرمایا

ذٰلِكَ هُدَى اللّٰهِ يَهْدِيْ بِهٖ مَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ یعنی یہ بات ان کو اللہ کی توفیق اور اس کی ہدایت کے سبب حاصل ہوئی ہے وَلَوْ اَشْرَكُوْا لَحَبِطَ عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ۔ یعنی اگر وہ شرک کریں گے تو ان کے سارے اعمال نیک سلب کر لئے جائیں گے ۔

یہاں یہ بتانا مقصود ہے کہ امرِ شرک کس قدر سخت ہے اور اس کی برائی کی اہمیت کتنی زبردست ہے ۔ جیسا کہ فرمایا : وَلَقَدْ اُوْحِيَ اِلَيْكَ وَاِلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكَ لَئِنْ اَشْرَكْتَ لَيَحْبَطَنَّ عَمَلُكَ الخ یہ جملہ محل شرط میں ہے اور شرط کے لئے یہ ضروری نہیں کہ واقع ہی ہو ، جیسے کہ فرمایا : قُلْ اِنْ كَانَ لِلرَّحْمٰنِ وَلَدٌ یعنی اگر خدا کی اولاد ہو تو میں سب سے پہلے ماننے والا بنجاؤں ، اور فرمایا : لَوْ اَرَدْنَآ اَنْ نَّتَّخِذَ لَهْوًا لَّاتَّخَذْنٰهُ مِنْ لَّدُنَّآ الخ یعنی اگر کھیل تماشا بنانا ہی چاہتے تو اپنے پاس سے ہی بنالیتے ، اور فرمایا : لَوْ اَرَادَ اللّٰهُ اَنْ يَّتَّخِذَ وَلَدًا الخ یعنی اگر اللہ تعالیٰ اولاد کا ہی ارادہ کرتا تو اپنی مخلوق میں سے جسے چاہتا چن لیتا ، لیکن وہ اس سے پاک ہے اکیلا اور غالب ہے ۔

اور زیرِ ذکر آیتِ کریمہ میں ارشاد ہے کہ انھیں لوگوں کو ہم نے کتاب اور حکمت اور نبوت دی اور اپنے بندوں پر اُن کے سبب نعمت و کرم مبذول فرمایا ۔ پس اگر وہ نبوت کا انکار کریں تو ان اہلِ مکہ اور قریش پر ہم ایسے لوگوں کو مسلط کر دیں گے جو انکار نہیں کریں گے اور ہمارے شکر گزار بندے ہوں گے ۔ اب خواہ وہ غیر قریش عرب و عجم ہوں یا اہلِ کتاب ہوں ، ان پر ہم مہاجرین و انصار کو مسلط کر دیں گے ۔ وہ ہماری کسی بات کا انکار نہیں کرتے ہیں اور نہ کوئی بات رد کرتے ہیں ۔ بلکہ قرآن کی سب باتوں پر خواہ وہ آیتیں محکم ہوں یا متشابہ ہوں ایمان رکھتے ہیں ۔ پھر اپنے رسول سے مخاطب ہو کر فرماتا ہے کہ وہ انبیاء مذکور اور ان کے آباء و ذریت و اخوان ایسے لوگ ہیں جن کو اللہ تعالیٰ

نے ہدایت فرمائی ہے. تو اب تم انھیں کی اقتداء اور اتباع کرو، جب رسول کیلئے یہ حکم ہے تو ان کی امت تو ان کی تابع ہے.

ابن عباسؓ سے سوال کیا گیا کہ کیا سورۂ (ص) میں سجدہ ہے؟ تو فرمایا ہاں. پھر یہ آیت تلاوت فرمائی: وَوَهَبْنَا لَهُ إِسْحَاقَ وَيَعْقُوبَ یا فَبِهُدَاهُمُ اقْتَدِهْ ۔ پھر کہا کہ وہ انھیں کے گروہ میں سے ہے. اور قولہ تعالےٰ: قُل لَّا أَسْأَلُكُمْ عَلَيْهِ أَجْرًا یعنی میں تم سے اپنا کوئی حق تبلیغ نہیں مانگتا. مجھے کچھ نہیں چاہیئے إِنْ هُوَ إِلَّا ذِكْرَىٰ لِلْعَالَمِينَ ۔ یہ تو دنیا جہان والوں کے لئے ایک نصیحت ہے تاکہ گمراہی سے ہدایت حاصل کرلیں،

وَمَا قَدَرُوا اللَّهَ حَقَّ قَدْرِهِ إِذْ قَالُوا

اور ان لوگوں نے اللہ کی جیسی قدر پہچاننا واجب تھی ویسی قدر نہ پہچانی جب کہ یوں

مَا أَنزَلَ اللَّهُ عَلَىٰ بَشَرٍ مِّن شَيْءٍ ۗ قُلْ مَنْ

کہہ دیا کہ اللہ نے کسی بشر پر کوئی چیز بھی نازل نہیں کی. آپ یہ کہیئے کہ وہ

أَنزَلَ الْكِتَابَ الَّذِي جَاءَ بِهِ مُوسَىٰ نُورًا

کتاب کس نے نازل کی ہے جس کو موسیٰؑ لائے تھے جس کی یہ کیفیت

وَهُدًى لِّلنَّاسِ ۖ تَجْعَلُونَهُ قَرَاطِيسَ

ہے کہ وہ نور ہے اور لوگوں کیلئے وہ ہدایت ہے جسکو تم نے متفرق اوراق میں کر چھوڑا

تُبْدُونَهَا وَتُخْفُونَ كَثِيرًا ۖ وَعُلِّمْتُم

ہے جن کو ظاہر کردیتے ہو اور بہت سی باتوں کو چھپاتے ہو اور تم کو بہت سی ایسی باتیں

مَّا لَمْ تَعْلَمُوا أَنتُمْ وَلَا آبَاؤُكُمْ ۖ قُلِ

تعلیم کیگئی ہیں جن کو تم نہ جانتے تھے اور نہ تمہارے بڑے. آپ کہہ دیجئے کہ اللہ تعالیٰ

اللَّهُ ۖ ثُمَّ ذَرْهُمْ فِي خَوْضِهِمْ يَلْعَبُونَ (91)

نے نازل فرمایا ہے پھر انکو انکے مشغلہ میں بیہودگی کے ساتھ لگا رہنے دیجئے!

وَهَٰذَا كِتَابٌ أَنزَلْنَاهُ مُبَارَكٌ مُّصَدِّقُ

اور یہ بھی ایسی ہی کتاب ہے جس کو ہم نے نازل کیا ہے جو بڑی برکت والی ہے اپنے سے پہلی

الَّذِي بَيْنَ يَدَيْهِ وَلِتُنذِرَ أُمَّ الْقُرَىٰ

کتابوں کی تصدیق کرنے والی ہے اور تاکہ آپ مکہ والوں کو اور آس پاس والوں کو

وَمَنْ حَوْلَهَا ۚ وَالَّذِينَ يُؤْمِنُونَ

ڈرائیں۔ اور جو لوگ آخرت کا یقین رکھتے ہیں ایسے

بِالْآخِرَةِ يُؤْمِنُونَ بِهِ ۖ وَهُمْ عَلَىٰ

لوگ اس پر ایمان لے آتے ہیں اور وہ اپنی نماز

صَلَاتِهِمْ يُحَافِظُونَ (92)

پر مداومت رکھتے ہیں۔

اللہ پاک فرماتا ہے کہ جب انھوں نے رسول کی تکذیب کی تو خدا کا حق تعظیم ادا نہیں کیا. عبداللہ بن کثیر کہتے ہیں کہ یہ آیت قریش کے حق میں نازل ہوئی ہے. اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ یہود کے بارے میں ہے. یا یہ کہ انھیں کے ایک آدمی فنحاص کے بارے میں ہے یا مالک بن صیف کے بارے میں. ان سب میں پہلا قول ہے کہ اللہ تعالیٰ نے کسی انسان پر کتاب نہیں اتاری. شانِ نزول کے بارے میں پہلی بات زیادہ صحیح ہے اسلئے کہ آیت مکیہ ہے اور یہود تو اس بات کے قائل نہ تھے کہ انسان پر کوئی کتاب نہیں اتری کیونکہ وہ توریت کے اترنے کے قائل ہیں اور اہلِ وطن قریش اور عرب محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے منکر تھے. اس حجت میں کہ آپ بشر ہیں اور بشر پر کتاب نہیں اتری. جیسا کہ فرمایا: أَكَانَ لِلنَّاسِ عَجَبًا أَنْ أَوْحَيْنَا إِلَىٰ رَجُلٍ مِّنْهُمْ أَنْ أَنذِرِ النَّاسَ یعنی لوگوں کو تعجب کیوں ہے اگر ہم انھیں میں سے کسی پر وحی بھیجیں کہ لوگوں کو کفر سے ڈراؤ اور ارشاد ہے وَمَا مَنَعَ النَّاسَ أَن يُؤْمِنُوا إِذْ جَاءَهُمُ الْهُدَىٰ یعنی جب ان کے پاس ہدایت پہنچی تو ایمان لانے سے جو چیز مانع تھی وہ یہ کہ ان کا کہنا تھا کہ کیا خدا نے کسی بشر کو رسول بنا کر بھیجا ہے تو اے نبی! کہدو کہ ملائکہ اگر زمین پر چلتے پھرتے ہوتے تو ہم بھی آسمان سے کسی ملک ہی کو رسول بنا کر بھیجتے. اب یہاں اللہ پاک فرماتا ہے کہ انھوں نے اللہ کی قدر جیسا کہ چاہیئے نہیں پہچانی، یعنی کہدیا کہ اللہ تعالیٰ نے کسی بشر پر کچھ نازل نہیں کیا. اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ کہدو کہ کس نے کتاب اتاری تھی موسیٰ پر

جو لوگوں پر نور اور ہدایت ثابت ہوئی، موسیٰ کی پیش کی ہوئی کتاب توریت کس کی نازل کی ہوئی تھی، تم اور ہر کوئی یہ جانتا ہے کہ موسیٰ بن عمران کی کتاب خدا کی نازل کردہ تھی جس سے لوگ کشفِ مشکلات میں روشنی پاتے تھے، اور شبہات کی تاریکیوں میں سیدھی راہ کو ڈھونڈھ لیتے تھے، پھر فرمایا کہ تم توریت کو ورق ورق بنا کر لکھتے ہو، لیکن اس میں لکھتے ہوئے تحریف و تبدیل بھی اپنی طرف سے کرتے جاتے ہو اور کہتے یہ ہو کہ یہ بھی خدا ہی کی آیت ہے اسی لئے فرمایا کہ کچھ تو حقیقی آیتوں کو ظاہر کر دیتے ہو اور اکثر کو چھپا دیتے ہو۔ اور اللہ تعالیٰ کا قول کہ تم نے وہ کچھ جان لیا جس کو نہ تم جانتے تھے نہ تمہارے اسلاف۔ یعنی کس نے اُتارا اس قرآن کو جس نے تمہیں ساری گزشتہ خبریں بتا دیں اور ہونے والی باتوں کی پیش گوئی کر دی، جسکو نہ تم جانتے تھے نہ تمہارے باپ دادا۔ قتادہ کہتے ہیں کہ اس سے مراد مشرکین عرب ہیں اور مجاہد کہتے ہیں کہ مسلمان مراد ہیں۔ اب اللہ تعالیٰ کا قول ہے کہ اس سوال کے جواب میں تم آپ ہی جواب دیدو کہ خدا ہی نے نازل فرمایا اور وہ جس کو ابن عباس رضؓ نے کہا ہے وہ اس کلمہ کی تفسیر میں متعین ہے۔ ایسا نہیں جیسا کہ بعض متاخرین نے کہا ہے کہ قُلِ اللّٰہُ کے معنی یہ ہیں کہ تمہارا یہ خطاب ان کے لئے نہیں ہے سوائے اس کے کہ یہ کلمہ صرف ایک کلمہ یعنی لفظ اللہ ہے اور اس سے یہ لازم آئیگا کہ ایک مفرد کلمہ بھی جملہ ہو سکتا ہے جو غیر مرکب ہو۔ لیکن کلمۂ مفردہ کا لانا لغتِ عرب میں غیر مفید سمجھا گیا ہے اور اس پر سکوت نہیں ہو سکتا۔

اور قولِ باری تعالےٰ ہے کہ انہیں ضلالت و جہل میں بھٹکنے دو حتیٰ کہ موت کے سبب ان کی یقین کی آنکھیں کھل جائیں اور آخرکار وہ خدا کو جان لیں۔ اور قولِ باری ہے کہ یہ قرآن مبارک ہے اور توریت و انجیل کی تصدیق کرنے والا ہے اور تاکہ تم اس کے ذریعہ مکے اور اس کے اطراف رہنے والے قبائلِ عرب کو اور عرب و عجم کے بنی آدم کو کفر و

شرک کے بُرے نتیجے سے ڈرا سکو۔ جیسا کہ ایک دوسری آیت میں فرمایا کہ قُلْ يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اِنِّىْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَيْكُمْ جَمِيْعًا۔ یعنی کہہ دو کہ اے لوگو! میں تم سارے انسانوں کی طرف خدا کا رسول بن کر آیا ہوں تاکہ تنبیہ کر سکوں اور انہیں بھی جن تک میرا پیام پہنچے۔ اور فرمایا کہ جو لوگ کفر کریں گے ان کیلئے دوزخ کا وعدہ ہے۔ اور فرمایا تَبٰرَكَ الَّذِىْ نَزَّلَ الْفُرْقَانَ عَلٰى عَبْدِهٖ لِيَكُوْنَ لِلْعٰلَمِيْنَ نَذِيْرَا۔ مبارک ہے وہ ذات جس نے قرآن کو نازل فرمایا اپنے رسول پر تاکہ ساری دنیا جہان کیلئے وہ ڈرانے والا بنے اور فرمایا: وَقُلْ لِّلَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ وَالْاُمِّيّٖنَ ءَاَسْلَمْتُمْ فَاِنْ اَسْلَمُوْا فَقَدِ اهْتَدَوْا وَاِنْ تَوَلَّوْا فَاِنَّمَا عَلَيْكَ الْبَلٰغُ وَاللّٰهُ بَصِيْرٌ بِالْعِبَادِ۔ یعنی اہلِ کتاب اور اَن پڑھ سب ہی لوگوں سے کہدو کہ اب بھی تم ایمان لاؤ گے یا نہیں۔ اگر وہ اسلام لائیں گے تو ہدایت پالیں گے اور اگر روگردانی کریں گے تو کرنے دو، تمہارا کام بات کو صرف اُن تک پہنچا دینا تھا۔ اپنے بندوں سے خدا خوب واقف ہے اور صحیحین سے ثابت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مجھے پانچ چیزیں بخشی گئی ہیں کہ مجھ سے پہلے انبیاء میں سے کسی کو نہیں دی گئیں۔ انہیں میں سے ایک یہ ہے کہ ہر نبی خاص اپنی ہی قوم کیطرف بھیجا جاتا تھا اور میں سارے دنیا جہان کے لوگوں کی طرف بھیجا گیا ہوں، اور اسی لئے فرمایا وَالَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ يُؤْمِنُوْنَ بِهٖ۔ یعنی ہر وہ شخص جو اللہ تعالیٰ پر ایمان لائے اور یومِ آخر پر وہ اس مبارک کتاب پر بھی ایمان لائیگا جو اے محمد صلعم! ہم نے تم پر اتاری ہے، اور وہ مومنین ایسے ہیں کہ پابندی سے اپنی نماز ادا کرتے ہیں جو اللہ تعالےٰ نے اپنے اپنے اوقات میں ادا کرنے کیلئے ان پر فرض کر دی ہے۔

وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا اَوْ قَالَ

اور اس شخص سے زیادہ کون ظالم ہوگا جو اللہ تعالیٰ پر جھوٹا تہمت لگائے یا یوں کہے کہ مجھ پر

اُوْحِىَ اِلَىَّ وَلَمْ يُوْحَ اِلَيْهِ شَىْءٌ وَّمَنْ قَالَ

وحی آتی ہے حالانکہ اس کے پاس کسی بات کی بھی وحی نہیں آئی اور جو شخص یوں کہے

سَاُنْزِلُ مِثْلَ مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ ؕ وَلَوْ تَرٰۤی

کہ جیسا کلام اللہ تعالیٰ نے نازل کیا ہے اسی طرح کا میں بھی لاتا ہوں، اور اگر آپ اس وقت دیکھیں

اِذِ الظّٰلِمُوْنَ فِیْ غَمَرٰتِ الْمَوْتِ وَالْمَلٰٓئِكَةُ

جب کہ یہ ظالم لوگ موت کی سختیوں میں ہوں گے اور فرشتے

بَاسِطُوْۤا اَیْدِیْهِمْ ۚ اَخْرِجُوْۤا اَنْفُسَكُمْ ؕ اَلْیَوْمَ

اپنے ہاتھ بڑھا رہے ہوں گے۔ ہاں اپنی جانیں نکالو۔ آج تم کو

تُجْزَوْنَ عَذَابَ الْهُوْنِ بِمَا كُنْتُمْ تَقُوْلُوْنَ

ذلت کی سزا دی جائیگی اس سبب سے کہ تم اللہ تعالیٰ کے ذمہ

عَلَی اللّٰهِ غَیْرَ الْحَقِّ وَكُنْتُمْ عَنْ اٰیٰتِهٖ

جھوٹی باتیں بکتے تھے اور تم اللہ تعالیٰ کی آیات سے

تَسْتَكْبِرُوْنَ ۝ وَلَقَدْ جِئْتُمُوْنَا فُرَادٰی

تکبر کرتے تھے۔ اور تم ہمارے پاس تنہا تنہا آگئے جس طرح

كَمَا خَلَقْنٰكُمْ اَوَّلَ مَرَّةٍ وَّتَرَكْتُمْ مَّا خَوَّلْنٰكُمْ

ہم نے اول بار تم کو پیدا کیا تھا اور جو کچھ ہم نے تم کو دیا تھا اس کو اپنے پیچھے ہی

وَرَآءَ ظُهُوْرِكُمْ ۚ وَمَا نَرٰی مَعَكُمْ شُفَعَآءَكُمُ

چھوڑ آئے۔ اور ہم تو تمہارے ہمراہ تمہارے ان شفاعت کرنے والوں

الَّذِیْنَ زَعَمْتُمْ اَنَّهُمْ فِیْكُمْ شُرَكٰٓؤُا ؕ

کو نہیں دیکھتے جن کی نسبت تم دعویٰ رکھتے تھے کہ وہ تمہارے معاملہ میں شریک ہیں

لَقَدْ تَّقَطَّعَ بَیْنَكُمْ وَضَلَّ عَنْكُمْ مَّا كُنْتُمْ

واقعی تمہارے آپس میں تو قطع تعلق ہوگیا اور وہ تمہارا دعویٰ سب تم سے

تَزْعُمُوْنَ ۝

گیا گزرا ہوا۔

اللہ تعالیٰ پاک فرماتا ہے کہ اللہ پر جھوٹ باندھنے والے سے بڑھ کر اور کون ظالم ہوگا کہ وہ اس کے لئے شریک قرار دیتا ہے یا اس کے اولاد قرار دیتا ہے یا یہ دعویٰ کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کو رسول بنا کر بھیجا ہے، حالانکہ اللہ نے نہیں بھیجا اور اسی لئے فرمایا کہ "وہ کہتا ہے کہ مجھ پر بھی وحی بھیجی گئی ہے حالانکہ نہیں بھیجی گئی"۔ عکرمہ اور قتادہ کہتے ہیں کہ یہ آیت مسیلمہ کذاب کے بارے میں اتری ہے۔ اور اس سے بڑھ کر ظالم کون ہے، جو کہتا ہے کہ میں بھی ایسا قرآن نازل کر سکتا ہوں جیسا کہ اللہ نے نازل کیا۔ یعنی اللہ تعالیٰ کی وحی کے ساتھ معارضہ کرتا ہے، جیسا کہ اللہ نے فرمایا کہ "جب ان کو ہماری آیتیں سنائی جاتی ہیں تو کہتے ہیں کہ ہم نے اسے سنا لیکن اگر ہم چاہیں تو ایسا ہی ہم بھی کہہ سکتے ہیں"۔ آیت زیر ذکر میں ارشاد ہے کہ کاش تم ان ظالموں کو سکرات اور کربات موت کے عالم میں دیکھتے، جب کہ ملائکہ مارنے کے لئے ہاتھ اٹھا رہے ہوں جیسا کہ فرمایا لَئِنْ بَسَطْتَّ اِلَیَّ یَدَكَ یعنی مجھے قتل کرنے کے لئے اگر تو اپنا ہاتھ اٹھائے بھی" (قصہ ہابیل و قابیل) اور فرمایا: یَبْسُطُوْۤا اِلَیْكُمْ اَیْدِیَهُمْ وَاَلْسِنَتَهُمْ بِالسُّوْٓءِ وہ اپنے ہاتھ اپنی زبانیں تمہاری طرف دراز کرتے ہیں تاکہ تمہیں مضرت پہنچائیں اور برا بھلا کہیں۔ ضحاک و ابو صالح کہتے ہیں کہ عذاب کے لئے ہاتھ اٹھانا مراد ہے۔ جیسا کہ فرمایا "کاش تم دیکھتے کہ مرنے والے کافروں کو ملائکہ ان کے چہروں اور پیٹھوں پر بوقت مرگ مار رہے ہیں"، اور اسی لئے فرمایا۔ وَالْمَلٰٓئِكَةُ بَاسِطُوْۤا اَیْدِیْهِمْ تاکہ ان کے جسموں سے ان کی روحوں کو نکالیں۔ وہ فرشتے ان کافروں سے کہیں گے کہ اپنی روحوں کو باہر نکالو۔ کافر کا جب وقت مرگ قریب آئے گا تو ملائکہ ان کو خبر دیں گے عذاب و نکال کا، بیڑیوں، دوزخ اور حمیم کی اور غضب رحمان، تو ان کی روح ان کے جسم میں پھرنے لگے گی، نکلنے سے انکار کرے گی۔ تو ملائکہ ان کو مارنے لگیں گے حتیٰ کہ روحیں نکل جائیں، اور کہیں گے کہ اپنی روحیں نکال پھینکو! آج تمہیں بڑا ذلیل عذاب دیا جائے گا۔ اس سزا میں کہ کیسے کیسے بہتان خدا پر تراش تے تھے۔ مومن اور کافر کے وقت مرگ سے متعلق بہت سی احادیث وارد ہوئی ہیں۔ قول باری ہے کہ اللہ نے مومنین کو دنیا اور آخرت کی زندگی میں قول ثابت کے ذریعہ ثابت و قائم رکھا ہے۔ ابن مردویہ نے یہاں ایک بہت طویل حدیث سند غریب سے ذکر کی ہے۔ جو ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی بتائی گئی ہے۔ ارشاد باری ہے تم ہمارے

ع

پاس ایسے فرداً فرداً آؤ گے جیسے خلق اوّل میں پیدا کئے جاتے ہو۔ اور یہ بات ان سے معاد میں فرمائی جائے گی جیسا کہ فرمایا کہ وہ اپنے رب کے سامنے صف بصف پیش کئے جائیں گے اور اسی کیفیت میں آؤ گے جیسے کہ پہلے خلق کے وقت تھے یعنی جیسا پیدا کیا تھا ویسے ہی اُٹھائے جائیں گے اور تم اس بات کا انکار کرتے تھے اور اس یوم قیامت کو مستبعد سمجھتے تھے۔ اور فرمایا کہ دُنیا میں تم نے جو مال و متاع جمع کر رکھا تھا اس کو اپنے پیچھے چھوڑ آؤ گے، صحیح حدیث میں ہے کہ حضرتؐ نے فرمایا کہ ابن آدم کہتا ہے کہ میرا مال میرا مال ہے لیکن تیرا مال تو صرف اتنا ہی تھا جتنا کہ تو نے کھایا اور فنا کر دیا۔ پہنا اور پُرانا کر دیا یا دوسروں کو دیا اور گویا باقی رکھ لیا اسکے سوا ساری دولت دوسروں کیلئے ہے اللہ پاک ابن آدم سے پوچھے گا۔ کہاں جمع کر رکھا ہے تو کہے گا اے رب جمع کیا اور بڑھا کر وہیں چھوڑ کر آیا۔ پھر فرمایا کہ اس دن کیلئے کیا آگے بھیجا۔ وہ دیکھے گا کہ کچھ بھی نہیں بھیجا۔ پھر فرمائے گا کہ تیرے وہ شفعاء کہاں ہیں جن کو تو سمجھتا تھا کہ وہ میرے ساتھ شریک ہیں۔ اب وہ کیوں شفاعت نہیں کرتے یہ اسکو ملامت اور سرزنش کی جا رہی ہے کیونکہ وہ دنیا میں اوثان اور اصنام کو پوجتا تھا اور یہ سمجھتا تھا کہ وہ اس کی حیاتِ دنیاوی اور حیاتِ آخرت میں فائدہ بخش ہوں گے۔ قیامت کے روز تو سارے تعلقات ٹوٹ جائیں گے، گمراہی ختم ہو جائیگی، بتوں کا راج جا تا رہے گا اور اللہ پاک انسانوں سے خطاب کرے گا کہ تمہارے وہ بُت اب کہاں ہیں جنھیں تم میرے شرکاء قرار دیتے تھے اور اُن سے کہا جائے گا کہ اب تمہارے وہ معبودانِ باطل کہاں ہیں وہ کیا تمہاری اس وقت کوئی مدد کر سکتے ہیں یا تم ان کی مدد کر سکتے ہو۔ اور اِسی لئے فرمایا کہ تمہارے ساتھ اب وہ شرکاء نہیں دکھائی دے رہے ہیں جنھیں تم میرے پاس شفیع سمجھتے تھے اور انھیں بھی مستحق سمجھتے تھے کہ انکی عبادت کیجائے۔ پھر فرمایا کہ تمہارے آپس کے تعلقات اب سب قطع ہیں، بَیْنَکُمْ کو اگر رفع سے پڑھیں یعنی بَیْنُکُمْ تو مُراد یہ ہوگی کہ تمہاری جماعتیں توڑ دی جائیں گی اور اگر نصب سے پڑھیں تو مطلب ہوگا کہ باہمی اسباب و تعلقات ختم ہو جائیں گے اور اصنام و انداد سے تم نے جو امیدیں قائم کر رکھی تھیں وہ سب جاتی رہیں گی، جیسا کہ فرمایا اس وقت یہ معبودانِ باطل اپنے متبعین سے بیزاری ظاہر کریں گے۔ عذاب کو اپنی آنکھوں سے دیکھ لیں گے اور ان کے باہمی تعلقات نسب منقطع ہو جائیں گے اور ان کے متبعین کہیں گے کہ کاش ہم پھر دنیا میں بھیجے جائیں تاکہ جس طرح ان معبودوں نے ہم سے بیزاری ظاہر کی ہے۔ ہم بھی ان سے بیزار بنیں۔ دیکھو اللہ پاک کس طرح ان کے اعمال انھیں حسرت بنا کر پیش کرتا ہے۔ اب یہ آگ سے نکل نہیں سکتے اور فرمایا جب صور پھونک دیا جائے گا تو آپس میں حسب نسب کچھ باقی نہ رہے گا نہ کوئی باپ نہ کوئی بیٹا اور نہ کوئی ایک دوسرے کی پرستش کرے گا۔ اور فرمایا۔ تم جو دنیا میں ان کی پرستش کرتے تھے تو صرف دنیاوی زندگی میں محبت و مودّت کی خاطر پھر قیامت کے روز ایک دوسرے کا انکار کر بیٹھے گا اور آپس میں لعنت و ملامت کرنے لگیں گے تمہارا ٹھکانہ دوزخ ہوگا اور کوئی تمہاری مدد کو نہ اُٹھے گا۔ اور فرمایا اپنے شرکاء کو بلاؤ وہ بلائیں گے تو انکی طرف سے کوئی جواب نہ پائیں گے، اور فرمایا کہ جس روز ہم ان سب کو اکٹھا کریں گے تو مشرکین سے کہیں گے۔ (الآخر) اس سے متعلق قرآن میں بہت کثیر التعداد آیتیں ہیں

اِنَّ اللّٰهَ فَالِقُ الْحَبِّ وَالنَّوٰى ۭ يُخْرِجُ

بیشک اللہ ہی پھاڑنے والا ہے دانہ کو اور گٹھلی کو وہ جاندار کو بیجان سے

الْحَيَّ مِنَ الْمَيِّتِ وَمُخْرِجُ الْمَيِّتِ مِنَ الْحَيِّ ۭ

نکال لاتا ہے اور وہ بے جان کو جاندار سے نکالنے والا ہے۔

ذٰلِكُمُ اللّٰهُ فَاَنّٰى تُؤْفَكُوْنَ ﴿۹۵﴾ فَالِقُ

اللہ ہے سو تم کہاں اُلٹے جا رہے ہو۔ وہ صبح کا

الْاِصْبَاحِ ۚ وَجَعَلَ الَّيْلَ سَكَنًا وَّالشَّمْسَ

نکالنے والا ہے۔ اور اس نے رات کو راحت کی چیز بنائی ہے اور سورج (۹۶)

وَالْقَمَرَ حُسْبَانًا ۭ ذٰلِكَ تَقْدِيْرُ الْعَزِيْزِ الْعَلِيْمِ

اور چاند کو حساب سے رکھا ہے یہ ٹھہرائی ہوئی بات ہے ایسی ذات کی جو کہ قادر ہے علم والا ہے

وَهُوَ الَّذِىْ جَعَلَ لَكُمُ النُّجُوْمَ لِتَهْتَدُوْا

اور وہ ایسا ہے جس نے تمہارے لئے ستاروں کو پیدا کیا تاکہ تم ان کے ذریعہ سے اندھیروں میں

بِهَا فِىْ ظُلُمٰتِ الْبَرِّ وَالْبَحْرِ قَدْ فَصَّلْنَا

خشکی میں بھی اور دریا میں بھی راستہ معلوم کر سکو۔ بیشک ہم نے دلائل خوب کھول کھول

الْاٰيٰتِ لِقَوْمٍ يَّعْلَمُوْنَ ﴿۹۷﴾

کر بیان کر دیئے ہیں ان لوگوں کے لئے جو خبر رکھتے ہیں۔

اللہ پاک خبر دیتا ہے کہ زمین میں بوئے ہوئے دانے کو وہ اوپر لا کر چیر دیتا ہے اور اس میں سے مختلف نوع کی سبزیاں اور روئیدگیاں پیدا ہو جاتی ہیں۔ جن کے رنگ الگ، شکلیں الگ اور ذائقے الگ۔ اور اسی خَالِقُ الْحَبِّ وَالنَّوٰى کی تفسیر میں فرمایا کہ وہ ایک بیجان چیز کے اندر سے ایک جاندار چیز یعنی نباتات پیدا کرتا ہے اور جاندار کے اندر سے بیجان چیز نکالتا ہے جیسے بیج اور حبوب کہ بیجان چیز ہیں جو جاندار پودے کے اندر پیدا ہوتے ہیں جیسا کہ فرمایا سمجھنے کیلئے یہ بھی ایک نکتہ ہے کہ زمین تو ہوتی ہے خشک اور مُردہ لیکن پانی برسا کر ہم اُسے پھر زندہ کر دیتے ہیں اور اس سے اناج اور غلہ پیدا کرتے ہیں جسے تم کھاتے ہو يُخْرِجُ الْحَيَّ مِنَ الْمَيِّتِ یہ فَالِقُ الْحَبِّ پر معطوف ہے۔ پھر اس کی تفسیر کی گئی، پھر آیت مُخْرِجُ الْمَيِّتِ کو اس پر عطف کیا گیا۔ یہ ساری عبارت آپس میں متقارب ہے سب کا ایک ہی مفہوم ہے۔ کوئی کہتا ہے کہ بے جان انڈے سے جاندار مُرغی کا پیدا کرنا مُراد ہے یا اس کا عکس کوئی مُراد لیتا ہے کہ فاجر سے ولد صالح اور مرد صالح سے ولد فاجر مُراد ہے کیونکہ نیک بمنزلہ زندہ کے ہے اور بد بمنزلہ مردہ کے، اس کے سوا اور بہت سے اُمور مُراد ہو سکتے ہیں۔

فرمایا ہے کہ ان سب کا فاعل اللہ وحدہٗ لاشریک ہے تو پھر تم کدھر بھٹکے جا رہے ہو، حق سے مُنہ موڑتے ہو غیر خدا کی پرستش کرتے ہو، وہ روشنی اور تاریکی کا پیدا کرنے والا ہے جیسا کہ ابتدائے سورت میں فرمایا کہ اسی نے تاریکی اور روشنی بنائی یعنی ان کی روشنی کے اندر سے رات کی تاریکی نکالی، پھر رات کے اندر سے دن نکالا جس نے سارے اُفق کو روشن کر دیا رات ختم ہو گئی تاریکی جاتی رہی، دن چمک اُٹھا جیسا کہ فرمایا، رات دن کو ڈھانک دیتی ہے۔ چنانچہ اللہ تعالےٰ اشیاء متضاد کی تخلیق پر اپنی قدرتِ کاملہ کا بیان فرماتا ہے اسی لئے فرمایا کہ رات کے اندر سے دن کو چیر کر نکالنے والا ہے اور اسی طرح اس کے برعکس۔ اور رات کو تاریک اور محلِ سکون بنایا تاکہ ساری چیزیں اس میں سکون چین اور راحت لے سکیں۔ جیسا کہ فرمایا قسم ہے دن کی روشنی کی اور قسم ہے رات کی جو تاریک ہو جاتی ہے اور فرمایا، قسم ہے رات کی جو گھٹا ٹوپ تاریکی بن جاتی ہے، اور دن کی قسم ہے جو خوب روشن ہو جاتا ہے، اور فرمایا، قسم ہے دن کی جب اس کی ضیا خوب پھوٹ پڑتی ہے اور رات کی جو ساری دنیا کو گھیر لیتی ہے۔ صہیب رُومیؓ کی بیوی ان کی کثرتِ شب بیداری کی شکایت کرتے ہوئے کہتی ہیں کہ، اللہ تعالیٰ نے سب کیلئے رات کو محلِ سکون بنایا لیکن صہیبؓ کے لئے نہیں، کیونکہ صہیبؓ کو جب جنت یاد آتی ہے تو اس کے شوق میں رات رات بھر نہیں سوتے اور عبادت کرتے رہتے ہیں۔ اور جب دوزخ یاد آتی ہے تو ان کی نیند ہی اُڑ جاتی ہے۔ ابن ابی حاتم نے اس کو روایت کیا ہے، اور فرمایا کہ سورج اور چاند اپنے اپنے ضابطہ اور حساب سے چلتے رہتے ہیں ان کے قانونِ رفتار میں ذرہ بھر تغیر نہیں ہوتا نہ اِدھر اُدھر بھٹکتے ہیں۔ بلکہ ہر ایک کی منازل مقرر ہیں سردیوں اور گرمیوں میں اپنے اپنے اصول پر چلتے رہتے ہیں اور اسی مرتبہ قاعدے سے دن اور رات گھٹتے اور بڑھتے رہتے ہیں۔ جیسا کہ فرمایا، اسی خدا نے سُورج کو روشن تر بنایا اور چاند کو ٹھنڈی روشنی دی اور اس کے گھٹنے بڑھنے کی منازل قرار دیں، اور فرمایا کہ نہ شمس، قمر سے ٹکراتا ہے اور نہ اس سے آگے بڑھ جاتا ہے کہ رات کو بھی نمودار ہونے لگے، اور نہ رات دن کو آ پکڑتی ہے۔ ہر ستارہ اپنے اپنے مدار اور محیط پر گردش میں ہے۔ اور فرمایا کہ شمس و قمر اور سب

نجوم امرِ خداوندی ہی کے محکوم اور مسخر ہیں۔ اور فرمایا کہ یہ خدائے عزیز و علیم کا قرار دادہ قانون ہے کہ کوئی اس کی خلاف ورزی نہیں کرسکتا۔ کوئی چیز اس کے علم سے ہٹ نہیں سکتی۔ خواہ زمین و آسمان کا کوئی ذرہ ہی کیوں نہ ہو،

جہاں کہیں اللہ تعالٰے نے خلقِ لیل و نہار اور خلق شمس و قمر کا ذکر فرمایا ہے تو کلام کو عزیز و علیم ہی کے الفاظ پر ختم فرمایا ہے۔ جیسا کہ یہاں بھی ہے اور جیسا کہ فرمایا: ان کے سمجھنے کے لئے یہ بھی ایک نکتہ ہے کہ رات جس کے اندر سے ہم دن نکالتے ہیں، وہ ان کے لئے کیسی تاریک رہتی ہے اور سورج بھی اپنی ہی قرارگاہ پر حرکت کر رہا ہے اور اپنے مستقر کی طرف جارہا ہے یہ خدائے عزیز و علیم کا قرار دادہ معیار ہے۔ جب اللہ پاک نے اول سورہ حٰمٓ السجدۃ میں خلقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ کا ذکر فرمایا تو ارشاد ہوتا ہے کہ ہم نے اس آسمان کو چراغوں سے مزین کر رکھا ہے اور یہی چراغ دنیا کی حفاظت کا کام دیتے ہیں۔ یہ تقدیر عزیز و علیم ہے۔ اور فرمایا کہ اس نے تمہارے لئے ستارے بنا رکھے ہیں تاکہ جب تم بحر و بر کی تاریکیوں میں ہو تو ان سے راہ شناسی کا کام لو۔ اللہ تعالٰے نے فرمایا کہ یہ ستارے ایک تو آسمان کی زینت ہیں اور دوسرے یہ کہ شیاطین کو اس سے رجم کیا جاتا ہے اور تیسرے یہ کہ ان سے ظلمات بحر و بر میں راستہ پہچانا جاتا ہے۔ بعض سلف نے کہا ہے کہ نجوم کا مقصد صرف یہی تین چیزیں ہیں اس سے زیادہ اور کوئی مقصد اگر ان کا کوئی سمجھے تو اس نے خطا کی خدا کی آیات پر اضافہ کیا، پھر فرمایا کہ ہم نے اپنی آیتیں بہت تفصیل و وضاحت سے بیان کی ہیں تاکہ لوگ کچھ عقل پکڑیں اور حق کو پہچان کر باطل سے اجتناب کریں۔

وَهُوَ الَّذِيْٓ اَنْشَاَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ

اور وہ ایسا ہے جس نے تم کو ایک شخص سے پیدا کیا پھر

فَمُسْتَقَرٌّ وَّمُسْتَوْدَعٌ قَدْ فَصَّلْنَا

ایک جگہ زیادہ رہنے کی ہے اور ایک جگہ چندے رہنے کی، بیشک ہم نے دلائل خوب

الْاٰيٰتِ لِقَوْمٍ يَّفْقَهُوْنَ ﴿٩٨﴾ وَهُوَ الَّذِيْٓ

کھول کھول کر بیان کر دیئے ان لوگوں کے لئے جو سمجھ بوجھ رکھتے ہیں، اور وہ ایسا ہے جس نے

اَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَاَخْرَجْنَا بِهٖ

آسمان سے پانی برسایا پھر ہم نے اس کے ذریعہ سے ہر

نَبَاتَ كُلِّ شَيْءٍ فَاَخْرَجْنَا مِنْهُ خَضِرًا نُّخْرِجُ

قسم کے نباتات کو نکالا پھر ہم نے اس سے سبز شاخ نکالی کہ اس سے ہم اوپر تلے دانے

مِنْهُ حَبًّا مُّتَرَاكِبًا وَمِنَ النَّخْلِ مِنْ طَلْعِهَا

چڑھے ہوئے نکالتے ہیں۔ اور کھجور کے درختوں سے یعنی ان کے گچھے میں سے خوشے ہیں

قِنْوَانٌ دَانِيَةٌ وَّجَنّٰتٍ مِّنْ اَعْنَابٍ وَّالزَّيْتُوْنَ

جو نیچے کو لٹکے جاتے ہیں، اور انگوروں کے باغ اور زیتون

وَالرُّمَّانَ مُشْتَبِهًا وَّغَيْرَ مُتَشَابِهٍ اُنْظُرُوْٓا

اور انار جو کہ ایک دوسرے سے ملتے جلتے ہوتے ہیں اور ایک دوسرے سے ملتے جلتے نہیں ہوتے ہر ایک

اِلٰى ثَمَرِهٖٓ اِذَآ اَثْمَرَ وَيَنْعِهٖ اِنَّ فِيْ

کے پھل کو دیکھو جب وہ پھلتا ہے اور اس کے پکنے کو دیکھو، ان میں

ذٰلِكُمْ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ ﴿٩٩﴾

دلائل ہیں ان لوگوں کے لئے جو ایمان رکھتے ہیں۔

اللہ پاک فرماتا ہے کہ اسی نے تم کو ایک روح یعنی آدم سے پیدا کیا۔ جیسا کہ فرمایا۔ اے لوگو! اس خدا سے ڈرو جس نے آدم کو بنایا اور اس سے اس کی بیوی کو اور پھر ان دونوں سے بے انتہا مرد اور عورتیں پیدا کیں۔ اور فرمایا کہ پھر تم قرار پذیر ہوتے ہو، اور پھر دوسری جگہ سونپ دیئے جاتے ہو۔ اس جملہ کے معنی میں مفسرین کے اختلافات ہیں۔ ابن مسعود اور ابن عباس وغیرہ کہتے ہیں کہ مستقر سے مراد رحم مادر ہے اور مستودع سے مراد پشتِ پدر ہے اور بعض کہتے ہیں کہ مستقر سے مراد قرارگاہ دنیا اور مستودع سے مراد آخرت بعد از موت۔ سعید بن جبیر کہتے ہیں کہ "استقرار فی الارض" اور "ودیعت بعد مرگ" مراد ہے۔ حسن بصری کہتے ہیں کہ مرنے پر جو عمل کر گئے یہ مستقر ہے اور مستودع دار آخرت ہے۔

لیکن قول اوّل زیادہ درست ہے۔ ہم سمجھنے والوں کے لئے بات کو کس قدر واضح کر کے بیان کرتے ہیں پھر فرمایا اسی نے آسمان سے پانی برسایا جو مبارک ہے اور بندوں کے لئے رزق مہیا کرتا ہے۔ مخلوق کی مدد کرتا ہے اسی سے ہم ہر قسم کی نباتات اُگاتے ہیں، جیسا کہ فرمایا کہ پانی ہی سے ہر شئے زندگی پاتی ہے اسی سے زراعت اور سرسبز درخت اُگتے ہیں، انھیں درختوں میں پھر دانے اور پھل پیدا ہوتے ہیں۔ ہم انھیں کے اندر سے ایسے دانے نکالتے ہیں جو ایک سے ایک جُڑے ہوتے ہیں جنھیں خوشے اور گچھے کہتے ہو، درخت خرما میں خوشہ دار ڈالیاں ہوتی ہیں قنوان قنو کی جمع ہے جس کے معنی ہیں تازہ خرما کے گچھے جو قریب قریب اور ایک دوسرے کے ساتھ جُڑے جُڑے ہیں۔ ابن عباس کہتے ہیں کہ قنوان دانیہ سے چھوٹے چھوٹے درخت خرما جن کے خوشے زمین سے لگے ہوں مُراد ہیں، اہل حجاز تو اُسے "قنوان" کہتے ہیں۔ لیکن بنو تمیم کے قبیلہ والے "قنیان" (یا کے ساتھ) کہتے ہیں اور یہ "قنو" کی جمع ہے جیسے "صنوان"، صنو کی جمع ہے۔ پھر فرمایا "انگور کے باغات" یعنی انگور کے باغات ہم زمین پر پیدا کرتے ہیں۔ خرما اور انگور کا ذکر فرمایا کیونکہ یہی دونوں اہل حجاز کے بہترین ثمر سمجھے جاتے ہیں، بلکہ ساری دنیا کی بہترین ثمر ہیں۔ اللہ پاک اپنے احسان کا ذکر فرماتا ہے کہ ان خُرما اور انگور کے پھلوں سے تم شراب بناتے ہو، اور اچھی غذا اپنے لئے تیار کرتے ہو۔ یہ آیت تحریم خمر سے پہلے کی ہے۔ اور فرمایا کہ زمین میں ہم نے خُرما اور انگور کے باغات بنائے اور فرمایا کہ زیتون اور انار کے بھی باغات جو پتّوں اور شکل کے لحاظ سے ایک دوسرے سے متشابہ اور قریب ہیں لیکن پھل اور شکل اور ذائقہ اور طبیعت کے لحاظ سے بالکل مختلف ہیں۔ پھر فرمایا کہ جب وہ پک جائے تو اس کے پھل کی طرف دیکھو۔ یعنی خدا کی قدرت میں تفکّر کرو کہ کس طرح ان کو عدم سے وجود میں لایا حالانکہ پھل بننے سے پہلے یہ بھی جلانے کی لکڑی تھی۔ پھر یہی لکڑی خرما اور انگور اور دوسرے میوے بن گئی، جیسا کہ فرمایا کہ زمین پر گنجان درخت اور انگور اور زراعت کے باغات ہیں جو خوشہ دار بھی ہیں اور غیر خوشہ کی بھی۔ سب کو پانی ایک ہی قسم کا ملتا ہے لیکن کھانے میں ایک بہت افضل ہوتا ہے دوسرے سے۔ اسی لئے یہاں فرمایا کہ "اے لوگو! اس میں خدا کی قدرت و حکمت کی کمال دلالتیں ہیں" اس کو ایمان دار لوگ ہی سمجھتے ہیں اور خدا و رسول کی تصدیق کرتے ہیں۔

وَجَعَلُوْا لِلّٰهِ شُرَكَآءَ الْجِنَّ وَخَلَقَهُمْ

اور لوگوں نے شیاطین کو اللہ کا شریک قرار دے رکھا ہے حالانکہ ان لوگوں کو خدا نے پیدا کیا ہے

وَخَرَقُوْا لَهٗ بَنِيْنَ وَبَنٰتٍ بِغَيْرِ عِلْمٍ ۭ سُبْحٰنَهٗ

اور ان لوگوں نے اللہ کے حق میں بیٹے اور بیٹیاں محض بلا سند تراش رکھی ہیں، وہ پاک اور

ع ۱۲ ۱۸ وَتَعٰلٰى عَمَّا يَصِفُوْنَ (۱۰۰)

برتر ہے ان باتوں سے جن کو یہ لوگ بیان کرتے ہیں۔

یہاں مشرکین کا رَدّ ہے جو عبادت میں خدا کے ساتھ غیر کو شریک کرتے ہیں اور شیطان کی پرستش کرنے لگتے ہیں اگر یہ کہا جائے کہ وہ تو اصنام کی پرستش کرتے تھے۔ پھر شیطان کی پرستش کا کیا مطلب؟ تو جواب یہ ہے کہ، یہ بتوں کی پرستش کرتے بھی لے تو شیطان کے بہکانے اور اس کی اطاعت کرنے کی بنا پر، جیسا کہ فرمایا۔ وہ خدا کو چھوڑ کر عورتوں کی پرستش کرنے لگے (یعنی ملائکہ کو خدا کی بیٹیاں کہکر ان ملائکہ اناث کو پوجنے لگے)، وہ تو محض شیطان سرکش کی عبادت کرتے ہیں۔ جس نے کہا تھا کہ اے خدا میں تیرے بندوں کا ایک بڑا حصہ اپنی طرف کھینچ لونگا انھیں گمراہ کروں گا اُن میں دُور رَس امیدیں پیدا کرونگا۔ میں اُنھیں حکم دونگا اور وہ مویشیوں کے کان کاٹ دیا کریں گے۔ میں انھیں ایسا ہی حکم کرونگا تاکہ وہ تیری بنائی ہوئی صُورت کو بگاڑ دیں۔ اور جس نے خدا کو چھوڑ کر شیطان کو اپنا ولی اور سرپرست بنالیا، وہ بہت کھلے خسارے میں رہا۔ وہ ان مشرکین سے بڑے خوش آئند وعدے کرتا ہے، دُور رَس تمنائیں ان میں پیدا کرتا ہے اور اس کے سارے

وعدے وعید کا ہوتے ہیں۔ جیساکہ فرمایا کہ کیا تم شیطان اور اس کی ذریت کو اپناتے ہو، حالانکہ تم کو تو میرا دامن پکڑنا چاہیے تھا۔ اور ابراہیم علیہ السلام نے اپنے باپ سے کہا تھا کہ اے باپ! کیا تم شیطان کی عبادت کرتے ہو، شیطان تو رحمٰن کا نافرمان ہے۔ اور جیساکہ فرمایا۔ اے بنی آدم! کیا میں نے تمھیں بتا نہیں دیا تھا کہ شیطان کی عبادت نہ کرنا وہ تمہارا کھلا دشمن ہے۔ تم میری ہی عبادت کرو یہی صراطِ مستقیم ہے اور ملائکہ قیامت کے روز کہیں گے۔ "تو پاک ہے، تو ہمارا ولی ہے۔ یہ مشرکین اگرچہ ہمیں "بنات اللہ" کہہ کر پوجتے رہے لیکن ہمیں ان سے کوئی تعلق نہیں یہ تو دراصل شیطان کو پوجتے رہے، اسی لیے آیت زیرِ ذکر میں فرمایا کہ ان مشرکین نے شیاطین کو خدا کا شریک بنا دیا۔ حالانکہ ان کو بھی اللہ واحد ہی نے پیدا کیا ہے۔ پس وہ خدا کے ساتھ خدا کی مخلوق کو بھی کیسے پوجتے ہیں جیسے کہ ابراہیم علیہ السلام نے کہا تھا کہ کیا تم انھیں چیزوں کو پوجنے لگے ہو جن کو خود اپنے ہاتھوں سے بنایا۔ حالانکہ تم کو بھی اور تمہاری ان مصنوعات کو بھی اللہ ہی نے پیدا کیا ہے۔ اس لئے چاہیے کہ تم منفرد بالعبادت ہو کر خدائے لاشریک سے تعلق رکھو پھر فرمایا کہ انھوں نے بے سمجھی سے خدا کے لئے بیٹے اور بیٹیاں بنا ڈالیں۔ یہاں وہ صاف خلاو ندی میں گمراہ کی گمراہی پر تنبیہہ کی جا رہی ہے، وہ خدا کیلئے بیٹا قرار دیتے ہیں جیسے یہود کہتے ہیں کہ عزیر خدا کے بیٹے ہیں۔ حالانکہ وہ پیغمبر ہیں اور نصاریٰ عیسیٰ کو خدا کا بیٹا کہتے ہیں اور مشرکین عرب ملائکہ کو خدا کی بیٹیاں کہتے تھے یہ ظالم جس بات کے قائل ہیں خدا اس سے بہت بالاتر ہے۔ خَرَقُوْا کے معنی ہیں انھوں نے دل سے گھڑ لیا۔ ابن عباس کہتے ہیں، انھوں نے اٹکل لگائی۔ عوفی کہتے ہیں، انھوں نے قرار دیا مجاہد کہتے ہیں انھوں نے جھوٹی بات بنائی۔ مطلب یہ ہوا کہ وہ جن کو شریکِ عبادت کرتے ہیں حالانکہ خدائے واحد ہی نے انھیں بلا شرکت غیرے پیدا کیا ہے وہ حقیقت

سے واقفیت کے بغیر ایسا کہتے ہیں، اللہ کی عظمت سے جاہل ہیں۔ جو اللہ ہے اس کو بیٹا بیٹی بیوی کیسے ہو سکتے ہیں، اسی لئے فرمایا کہ وہ پاک ہے ان کے لغویات و بیہودہ گوئیوں سے بالاتر ہے۔

بَدِيعُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ اَنّٰى يَكُونُ لَهٗ

وہ آسمانوں اور زمین کا موجد ہے اللہ تعالیٰ کے اولاد کہاں

وَلَدٌ وَّلَمْ تَكُنْ لَّهٗ صَاحِبَةٌ وَخَلَقَ كُلَّ

ہو سکتی ہے حالانکہ اس کے کوئی رفیقِ حیات ہی نہیں۔ اور اللہ تعالیٰ نے ہر چیز کو پیدا کیا

شَيْءٍ وَهُوَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ (۱۰۱)

اور وہ ہر چیز کو خوب جانتا ہے۔

وہ زمین و آسمان کا موجد ہے خالق ہے۔ کوئی مثال زمین و آسمان کی اس کے سامنے نہیں تھی۔ چنانچہ بدعت کو بدعت اسی لئے کہتے ہیں کہ سلف میں اس کی کوئی نظیر نہیں ہوتی ہے لوگ کسی عمل کو اپنی طرف سے ایجاد کر کے اس کو بزعم خود ثواب کا کام سمجھنے لگتے ہیں، اس کا بیٹا کیسے ہوتا اس کے تو بیوی ہی نہیں اور بیٹا تو دو شیئین متنا سبین سے پیدا ہوگا اور اللہ تو کے مناسب و مشابہ تو کوئی چیز بھی نہیں جیسا کہ فرمایا کہ وہ کہتے ہیں کہ رحمٰن نے اپنا ایک بیٹا بنالیا ہے یہ بڑی جھوٹ بات ہے اسی نے ہر شے پیدا کی، پھر اسی کی مخلوق اس کی بیوی کیسے ہو گی، اس کی کوئی نظیر نہیں، پھر اس کا بیٹا اس کی نظیر بن کر کیسے آسکتا ہے۔ خدا کی ذات اس سے پاک ہے

ذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ خَالِقُ

یہ ہے اللہ تمہارا رب! اس کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں۔ ہر چیز کا

كُلِّ شَيْءٍ فَاعْبُدُوْهُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ

پیدا کرنے والا تو تم لوگ اسی کی عبادت کرو۔ اور وہ ہر چیز کا کارساز

وَّكِيْلٌ (۱۰۲) لَا تُدْرِكُهُ الْاَبْصَارُ وَهُوَ يُدْرِكُ

ہے اس کو تو کسی کی نگاہ محیط نہیں ہو سکتی اور

الْاَبْصَارَ وَهُوَ اللَّطِيْفُ الْخَبِيْرُ (۱۰۳)

وہ سب نگاہوں کو محیط ہو جاتا ہے، اور وہی بڑا باریک بین با خبر ہے۔

یہی تمہارا رب ہے، جس نے ہر شے پیدا کی ہے اس کے سوا کوئی خدا نہیں، وہی ہر شے کا خالق ہے۔ پس تم اسی کی عبادت کرو اور اس کی وحدانیت کا اقرار کرو۔ اس کا نہ کوئی لڑکا ہے نہ کوئی باپ نہ بیوی نہ کوئی اس کا عدیل و نظیر، وہ ہر شے پر حفیظ و رقیب ہے۔ ہر چیز کا مدبر ہے وہی رزق دیتا ہے رات اور دن اسی نے بنائے۔ اس کو نگاہیں پا نہیں سکتیں۔ اس مسئلہ میں ائمہ سلف کے کئی اقوال ہیں ایک تو یہ کہ اگرچہ آنکھیں اس کو آخرت میں دیکھ سکیں۔ لیکن دنیا میں نہیں دیکھ سکتیں۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث سے بالتواتر یہی ثابت ہے۔ جیسا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ جس نے یہ گمان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے خدا کو دیکھا تھا تو وہ جھوٹا ہے۔ پھر آپ نے یہی آیت پڑھی۔ ابن عباس سے اس کے برخلاف مروی ہے انھوں نے رویت باری تعالےٰ کو مطلق رکھا ہے اور ان سے یہ بھی مروی ہے کہ آپ نے اپنے دل کی آنکھوں سے خدا کو دو دفعہ دیکھا ہے اور یہ مسئلہ اول سورۃ النجم میں انشاء اللہ بیان کیا جائے گا۔ ابن عیینہ کہتے ہیں کہ دنیا میں نگاہیں اس کو نہیں دیکھیں گی، اور دوسروں نے کہا کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ آنکھ بھر کر اس کو نہیں دیکھ سکتے۔ اس تخصیص ہوتی ہے اس رویت کی جو مومنین کو دار الآخرت میں حاصل ہوگی۔ اور معتزلہ نے اپنے اقتضاء فہم کی بنا پر اس کا جو مطلب سمجھا وہ یہ ہے کہ نہ دنیا میں خدا کو دیکھ سکتے ہیں نہ آخرت میں۔ یہ عقیدہ اہل سنت والجماعت کے خلاف ہے جو نادانی کی بنا پر ہے کیونکہ اللہ کے قول سے یہ بات ثابت ہوتی ہے۔ یعنی اللہ تعالےٰ نے فرمایا۔ ایماندار لوگوں کے چہرے اس روز شگفتہ رہیں گے۔ اور اپنے رب کی طرف وہ نظر اٹھائے ہوئے ہوں گے۔ نیز کافروں سے متعلق اللہ تعالےٰ فرماتا ہے کہ وہ اپنے رب کو دیکھنے سے حجاب میں ہوں گے یعنی وہ رب کو نہیں دیکھ سکیں گے، اس سے اس بات پر دلالت ہوتی ہے کہ مومنین کے لئے رویت باری میں حجاب نہیں ہوگا اور متواترا حادیث سے بھی ثابت ہے کہ مومنین دار آخرت میں خدا کو روضات جنت میں دیکھیں گے خدا اپنے فضل سے یہ بات نصیب فرمائے۔ آمین۔ اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ مراد یہ ہے کہ عقول ادراک نہیں کر سکیں گے اور ایسا خیال بہت عجیب ہے اور ظاہر آیت کے خلاف ہے جس کا مطلب یہ ہوا کہ ادراک کے معنی رویت کے ہیں۔ واللہ اعلم نیز دوسروں کا یہ خیال ہے کہ رویت کو ثابت مانتے ہوئے ادراک کے انکار کا خلاف نہیں، اس لئے کہ ادراک رویت سے خاص تر ہے اور خاص کی نفی سے عام کی نفی نہیں ہوتی۔ اب جس ادراک کی یہاں نفی کی گئی ہے، یہ ادراک کس قسم کا ہے۔ اس میں کئی قول ہیں جیسے معرفت حقیقت۔ اور حقیقت کو جاننے والا تو بجز خدا کے اور کوئی نہیں ہو سکتا۔ اگرچہ مومن کو رویت ہوگی لیکن حقیقت اور ہی چیز ہے۔ چاند کو سب دیکھتے ہیں لیکن اس کی حقیقت، اس کی ذات اور کنہ تک کسی کی رسائی نہیں ہو سکتی۔ پس خدائے تعالےٰ تو بے مثل ہے۔ ابن علیہ کہتے ہیں کہ نہ دیکھنا مخصوص ہے دنیا کے اندر، یعنی دنیا میں آنکھوں سے کوئی نہیں دیکھ سکتا۔ بعض کہتے ہیں کہ ادراک رویت سے خاص تر ہے کیونکہ ادراک احاطہ کر لینے کو کہتے ہیں اور عدم احاطہ سے عدم رویت لازم نہیں آتی۔ جیسے سارے علم کا احاطہ نہ ہونے سے یہ لازم نہیں آتا کہ مطلق علم ہی حاصل نہیں، انسان کو احاطہ علم کا حاصل نہ ہونا اس آیت سے ثابت ہے کہ لَا یُحِیْطُوْنَ بِہٖ عِلْمًا اور صحیح مسلم میں ہے کہ: اے اللہ میں تیری ثنا کا احاطہ نہیں کر سکتا: اس کا یہ مطلب تو نہیں ہو سکتا کہ مطلق ثنا بھی نہیں کر سکتا۔ ابن عباس رضی اللہ عنہ کا قول ہے کہ کسی کی نگاہ خدا کو گھیر نہیں سکتی۔ عکرمہ سے کہا گیا کہ لَا تُدْرِکُہُ الْاَبْصَارُ تو کہا کہ کیا تم آسمان کو نہیں دیکھ سکتے، جواب دیا کہ ہاں دیکھ سکتے ہیں۔ تو کہا۔ کیا پورا آسمان بیک نظر دیکھتے ہو، غرض یہ کہ اس کی شان اس سے بالاتر ہے کہ اس پر نگاہیں پڑ سکیں۔

اللہ پاک نے فرمایا کہ مومنین کے چہرے اس روز شگفتہ ہوں گے اور اپنے رب کو دیکھیں گے۔ لیکن اس کی عنایت

کی وجہ سے اس پر محیط نہ ہو سکیں گی۔ اور اس آیت کی تفسیر میں حدیث وارد ہے کہ اگر تمام جن و انس اور شیاطین و ملائکہ جب سے کہ پیدا کئے گئے ہیں سب کی ایک صف بنائی جائے تو بھی اس کا احاطہ نہ ہو سکے۔ یہ حدیث بہت غریب ہے اور صحاح ستہ میں کہیں بھی نہیں ہے

ابن عباس رضؓ کہتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے رب کو دیکھا تھا۔ جب کہا گیا کہ کیا اللہ تعالیٰ نے نہیں کہا ہے کہ لَا تُدْرِكُهُ الْأَبْصَارُ۔ تو کہا۔ آپ بھی تو خدا کا ایک نور ہی ہیں لیکن اس آیت کا مطلب یہ ہے کہ اگر وہ بتمامہ اپنے نور کے ساتھ تجلی کرے تو آنکھیں اس کو نہیں دیکھ سکتیں۔ اور بعض یہ مطلب بیان کرتے ہیں کہ کوئی شئے اس کے سامنے قائم نہیں رہ سکتی۔ اللہ تعالیٰ نہ سوتا ہے نہ سونا اس کو سزاوار ہے۔ وہ میزان قائم کئے ہوئے ہے دن کے اعمال رات ہونے سے پہلے اور رات کے اعمال دن ہونے سے پہلے اس کے سامنے پیش ہو جاتے ہیں اس کا حجاب نور ہے یا نار ہے اگر وہ اٹھ جائے تو اس کی تجلی ساری دنیا کو جلا ڈالے گی۔ کتب متقدمہ میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے موسیٰؑ سے کہا تھا کہ اے موسیٰ! کوئی زندہ میری تجلی پا کر زندہ نہیں رہ سکتا ہے اور کوئی خشک چیز بغیر فنا کے نہیں رہ سکتی۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ "جب خدا نے پہاڑ پر تجلی کی تو وہ شکستہ و سوختہ ہو کر رہ گیا اور موسیٰ بے ہوش ہو کر گر پڑے اور جب ہوش میں آئے تو کہا سُبْحَانَكَ تُبْتُ إِلَيْكَ وَأَنَا أَوَّلُ الْمُؤْمِنِينَ

اور ادراک خاص یوم قیامت میں رؤیت کی نفی نہیں کرتا ہے وہ عباد مومنین پر اپنی تجلی فرمائے گا۔ اس کی تجلی اور جلال و عظمت اس کے حسب منشاء ہوگی نگاہیں اس کو بتمامہ ادراک نہیں کر سکتیں۔ اسی لئے امّ المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا آخرت میں رؤیت کی قائل ہیں اور دنیا میں رؤیت کی نفی کرتی ہیں۔ انھوں نے بھی احتجاج اسی آیت سے کیا ہے۔ پس جس بات کی نفی ادراک کرے کہ اس کے معنی یعنی رؤیت عظمت و جلال کے ہیں وہ بات کیسے ممکن ہے کہ کسی بشر یا کسی فرشتے سے ہو سکے۔ پھر ارشاد ہوتا ہے کہ وَهُوَ يُدْرِكُ الْأَبْصَارَ یعنی وہ لوگوں کے ابصار کا ادراک اور احاطہ کر سکتا ہے۔ کیونکہ اسی نے ابصارِ انسان کو پیدا کیا ہے پھر وہ کیسے احاطہ نہ کر سکے۔ ارشاد ہے کہ کیا وہ اپنی پیدا کی ہوئی چیز کو نہیں جانے گا وہ لطیف و خبیر ہے اور کبھی لفظ ابصار سے مبصرین مراد ہوتی ہے یعنی مبصرین اس کو نہیں دیکھ سکتے وہ لطیف ہے یعنی کسی بات کے استخراج میں بہت باریک بین ہے اور ہر چیز کے ٹھکانہ سے باخبر ہے۔ واللہ اعلم۔ جیسے کہ لقمان اپنے بیٹے کو پند دیتے وقت کہتے ہیں: يَا بُنَيَّ إِنَّهَا إِنْ تَكُ مِثْقَالَ حَبَّةٍ الخ یعنی اے میرے بچے اگر کوئی بھلائی یا برائی رائی کے دانے کے برابر بھی ہو خواہ پتھر میں ہو یا آسمانوں میں یا زمین میں، اللہ تعالیٰ اسے لے آئے گا۔ اللہ تعالیٰ نہایت باریک بین اور خبردار ہے۔

قَدْ جَاءَكُمْ بَصَائِرُ مِنْ رَبِّكُمْ فَمَنْ أَبْصَرَ

اب بلا شبہ تمہارے پاس تمہارے رب کی جانب سے حق بینی کے ذرائع پہنچ چکے ہیں سو جو

فَلِنَفْسِهِ وَمَنْ عَمِيَ فَعَلَيْهَا وَمَا أَنَا عَلَيْكُمْ

شخص دیکھ لے گا وہ اپنا فائدہ کرے گا اور جو شخص اندھا رہے گا وہ اپنا نقصان کرے گا اور میں تمہارا

بِحَفِيظٍ (104) وَكَذَٰلِكَ نُصَرِّفُ الْآيَاتِ

نگران نہیں ہوں۔ اور ہم اس طور پر دلائل کو مختلف پہلوؤں سے بیان کرتے ہیں تاکہ آپ

وَلِيَقُولُوا دَرَسْتَ وَلِنُبَيِّنَهُ لِقَوْمٍ

سب کو سمجھا دیں اور تاکہ یہ یوں کہیں کہ آپ نے کسی سے پڑھ لیا ہے اور تاکہ ہم اس کو دانشمندوں

يَعْلَمُونَ (105)

کے لئے خوب ظاہر کر دیں۔

بصائر یعنی بیّنات اور نشانیاں جو قرآن میں ہیں اور جو رسولؐ نے پیش کی ہیں۔ پس جس نے بصیرت سے کام لیا اس کی ذات کو فائدہ پہنچا۔ جیسے فرمایا کہ جو ہدایت حاصل کرے گا وہ اپنی ذات کے لئے کرے گا اور جو بھٹک جائے گا اس کی مضرت اسی پر رہے گی

اسی لئے فرمایا کہ اندھا بنے گا اس کا نقصان اسی کو پہنچے گا جیسے فرمایا کہ "آنکھیں اندھی نہیں ہوتی ہیں بلکہ دل اندھے ہوتے ہیں اور میں تم پر کچھ حافظ و رقیب و نگہبان کار تو ہوں نہیں، بلکہ میں تو صرف ایک مبلغ ہوں، ہدایت تو خدا کرتا ہے جس کو چاہے اور گمراہ ہونے دیتا ہے جس کو چاہے اور اس طرح ہم آیات کو تفصیل سے بیان کرتے جاتے ہیں جیسا کہ اس سورت میں بیان توحید پیش کیا گیا ہے اور اس بنا پر بھی کہ مشرک اور کافر کہتے ہیں کہ اے محمدؐ! یہ باتیں تم نے سابقہ اہل کتب سے نقل کر لی ہیں اور انہیں سے سیکھ کر کہہ رہے ہو۔ ابن عباسؓ کہتے ہیں کہ لفظ "دارست" ہے بمعنی تلوت۔ ان کی یہ بات مخاصمت و مجادلت کے محل میں ہے۔ جیسے ان کفار کے کذب و عناد کی خدا نے یوں خبر دی ہے کہ "کافر کہتے ہیں کہ یہ تو بنایا ہوا جھوٹ ہے اور دوسروں نے بھی اس کتاب قرآن کے بنانے میں مدد دی ہے یہ بڑے ہی ظلم اور کذب کی بات ہے وہ کہتے ہیں کہ یہ تو پہلے کے لوگوں کے ملفوظات و مکتوبات ہیں جس کو انہوں نے بھی لکھ لیا ہے۔ اور ان کفار کے زعم و کذب کے بارے میں فرماتا ہے کہ اس نے فکر کیا سوچا، اندازہ لگایا۔ کمبخت ہلاک ہو جائے کیسا غلط اندازہ لگایا۔ پھر سوچا ترش رو ہوا، منہ بگاڑا، غرور کیا اور کہنے لگا کہ یہ تو ایک پڑھا ہوا جادو ہے یہ خدا کا نہیں بشر کا کلام ہے اور فرمایا کہ ہم نیز ایسے لوگوں کے لئے وضاحت سے بات بولتے ہیں جو حق کو جان کر اس کی اتباع کرتے ہیں، باطل سے اجتناب کرتے ہیں کافروں کی گمراہی اور مومنوں کی تصدیق میں خدا کی حکمت و مصلحت ہے۔ جیسا کہ فرمایا، غلط تعبیر کرنے والے قرآن سے گمراہ بھی ہوتے ہیں اور ہدایت بھی پاتے ہیں اور فرمایا کہ جن کے دل میں مرض ہے اور جن کے دل پتھر ہیں شیطان ان کے دل میں ڈالتا ہے اور یہ چیز ان کے لئے خدا کی طرف سے آزمائش ہو جاتی ہے اور اللہ تعالیٰ ایمانداروں کو صراط مستقیم کی راہ بتاتا ہے اور فرمایا۔ ہم نے دوزخ پر فرشتے مقرر کر رکھے ہیں اور ان کی دوہ۱۹ کی مقرر کردہ تعداد اہل کفر کے لئے ایک فتنہ ہے لیکن اسی سے اہل کتاب اور ایمانداروں کا ایمان بڑھتا ہے۔ اہل کتاب اور مومنین اس میں شک نہیں کرتے (کیونکہ اہل کتاب بھی اپنی کتابوں میں یہ مقررہ تعداد کا ذکر پاتے ہیں) لیکن کافر اور بیمار دل والے لوگ بول اٹھتے ہیں کہ یہ بات پیش کرنے کی خدا کو ضرورت ہی کیا تھی اسی طرح بہت سے لوگ گمراہ ہوتے ہیں اور بہت سے ہدایت پاتے ہیں۔ اللہ تو کے لشکر کو اس کے سوا کون جانتا ہے۔ اور فرمایا ہم نے قرآن کو مومنین کے لئے شفا اور رحمت بنا کر نازل فرمایا اور وہی چیز ظالموں کے لئے خسارے کا سبب ہے اور فرما کہ کہدو، یہ قرآن مومنین کے لئے ہدایت و شفا ہے اور کافروں کے کانوں میں ڈاٹ لگے ہوئے ہیں اور وہ اندھے ہیں "قرآن کا متقین کے لئے ہدایت ہونا اور ہدایت و ضلالت اس کے منشا پر موقوف ہونا۔ اس موضوع پر بہت آیتیں ہیں اسی لئے یہاں فرمایا کہ ہم آیتیں کیسے کیسے پھیر پھیر کر بیان کرتے ہیں لیکن کافر یہی کہتے ہیں کہ کہیں سے لکھوا لائے ہو۔ ابن عباسؓ نے دَرَسْتَ بمعنی قرأت تعلمت بیان کیا ہے۔ اور حسنؒ بمعنی تقاومت کہتے ہیں۔ عمرو بن دینار کہتے ہیں کہ ابن زبیر کہتے تھے، کہ بچے یہاں دارست پڑھتے ہیں اور ہے لفظ درست۔ قرأت ابن مسعودؓ دَرَسَتْ نصب سین اور وقف تاء کے ساتھ ہے اور اس کے معنی ہیں تقادمت۔ مطلب یہ ہوا کہ جو چیز تم ہمیں سنا رہے ہو ہم متقدمین کے ذریعہ اس سے واقف ہیں۔ ابن مسعودؓ کی قرأت میں درس ہے یعنی محمدؐ نے اس کو سیکھ رکھا ہے یہ اختلاف عجیب ہے۔ ابی بن کعبؓ کہتے ہیں کہ حضرتؐ نے مجھے یوں سنایا تھا لیقولوا دَرَسْتَ یعنی سین کے جزم اور تاء کے زبر کے ساتھ۔

اِتَّبِعْ مَآ اُوْحِیَ اِلَیْكَ مِنْ رَّبِّكَ ۚ لَآ اِلٰهَ

آپ خود اس طریق پر چلتے رہیے جس کی [illegible]

اِلَّا هُوَ ۚ وَاَعْرِضْ عَنِ الْمُشْرِكِیْنَ ۝

[illegible] عبادت نہیں، اور مشرکین کی طرف [illegible]

وَلَوْ شَاءَ اللّٰهُ مَا أَشْرَكُوا ۗ وَمَا جَعَلْنَاكَ

اور اگر اللہ تعالیٰ کو منظور ہوتا تو یہ شرک نہ کرتے ۔ اور ہم نے آپ کو ان کا

عَلَيْهِمْ حَفِيظًا ۖ وَمَا أَنتَ عَلَيْهِم بِوَكِيلٍ (۱۰۷)

نگران نہیں بنایا۔ اور نہ آپ مختار ہیں

اللہ پاک رسول صلعم اور ان کی امت کو حکم دیتا ہے کہ وحی کی ہی تم اقتدا کرو اور اسی پر عمل کرو کیونکہ یہی حق ہے اور اس میں کوئی آمیزش نہیں ہے اور ان مشرکین سے اعراض کرو، ان سے درگزر کرو، ان کی ایذا رسانی کو برداشت کر لو حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ تمہیں ان معاندین پر فتح اور ظفر عطا فرمائے اور جان لو کہ ان کی گمراہی میں خدا کی حکمت ہے اگر خدا چاہتا تو ساری دنیا ہی کو ہدایت یافتہ کر دیتا سب ہدایت پر متفق ہو جاتے اور شرک کرنے والے شرک کرتے ہی نہیں۔ اس میں اللہ تعالیٰ کی خاص حکمت ہے وہ جو کرتا ہے اس پر اعتراض نہیں کیا جا سکتا۔ ہاں وہ سب سے باز پرس کر سکتا ہے ہم نے تمہیں ان کا ذمہ دار نہیں بنایا ہے ان کے جی میں جو آئے کہیں اور کریں، تم ان پر نگران کار نہیں ہو، نہ تم ان کو رزق دیتے ہو، تمہارا کام تو صرف تبلیغ کر دینا ہے جیسا کہ فرمایا کہ ان کو نصیحت کر دو۔ تم صرف نصیحت و خیر خواہی کرنے والے ہو۔ تم ان کے لئے خدائی فوجدار نہیں اور فرمایا کہ تبلیغ تمہارا کام ہے اور پھر باز پرسی ہمارا کام ہے۔

وَلَا تَسُبُّوا الَّذِينَ يَدْعُونَ مِن دُونِ

اور مسلمانو! ان کو جن کی یہ لوگ خدا کو چھوڑ کر عبادت

اللّٰهِ فَيَسُبُّوا اللّٰهَ عَدْوًا بِغَيْرِ عِلْمٍ ۗ

کرتے ہیں برا نہ کہو ورنہ یہ بھی حد سے گزر کر اللہ تعالیٰ کی شان میں گستاخی کریں گے

كَذَٰلِكَ زَيَّنَّا لِكُلِّ أُمَّةٍ عَمَلَهُمْ ثُمَّ إِلَىٰ

ہم نے اسی طرح ہر ایک طریقہ والوں کو ان کا عمل مرغوب بنا رکھا ہے۔ پھر اپنے رب ہی

رَبِّهِم مَّرْجِعُهُمْ فَيُنَبِّئُهُم بِمَا كَانُوا يَعْمَلُونَ (۱۰۸)

کے پاس ان کو جانا ہے سو وہ ان کو جتلا دے گا جو کچھ بھی وہ کیا کرتے تھے

اللہ پاک رسول کو اور مومنین کو منع فرما رہا ہے کہ مشرکین کے خداؤں کو گالیاں نہ دو اور برا بھلا نہ کہو اگرچہ اس میں یک گونہ مصلحت سہی لیکن مفاسد اس سے بڑھ کر پیدا ہوتے ہیں یعنی مقابلتاً وہ بھی مسلمانوں کے خدا کو گالیاں دیں گے۔

مشرکین کہتے تھے کہ اے محمدؐ! ہمارے بتوں کو گالی دینے سے تمہیں باز رہنا چاہئے ورنہ ہم بھی تمہارے رب کی ہجو کریں گے چنانچہ اللہ تعالیٰ نے منع فرما دیا۔ قتادہ سے مروی ہے کہ مسلمان اصنام کفار کو گالی دیتے تھے۔ پس کفار بھی بغیر حقیقت کو سمجھے عناد سے اللہ تعالیٰ کو بھی برا بھلا کہنے لگے۔ جب ابو طالب بستر مرگ پر تھے تو قریش نے مشورہ کیا کہ ابو طالب کے پاس چلیں اور ان سے کہیں کہ اپنے بھتیجے کو روک دو ہمیں یہ عار کی بات معلوم ہوتی ہے کہ ابو طالب کے مرنے کے بعد محمد (صلعم) کو قتل کر دیں۔ عرب کہیں گے کہ ابو طالب کی زندگی میں تو کچھ نہ چلی، اب جبکہ وہ مر گئے تو بزدلوں نے قتل کیا ہے۔ چنانچہ ابو جہل، ابو سفیان، عمرو بن العاص اور کئی لوگ بصورت وفد آئے اور مطلب نامی ایک شخص کو اجازت حاصل کرنے کے لئے بھیجا۔ ابو طالب نے بلا لیا۔ وہ کہنے لگے اے ابو طالب! تم ہمارے بڑے اور ہمارے سردار ہو، محمدؐ نے ہمیں تکلیف پہنچائی ہے، اور ہمارے خداؤں کو تکلیف دی ہے ہم چاہتے ہیں کہ تم انہیں بلا کر روک دو تاکہ وہ ہمارے خداؤں کا نام ہی نہ لے ورنہ ہم بھی اس کو اور اس کے خدا کو چھوڑ دیں گے تو آپ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو بلایا اور کہا کہ یہ تمہاری ہی قوم ہے اور تمہارے ہی چچا کی اولاد ہے، رسول اللہ صلعم نے فرمایا، چچا، بات کیا ہے اور یہ لوگ چاہتے کیا ہیں؟ تو وہ کہنے لگے کہ ہمارا مقصد یہ ہے کہ تم ہم سے اور ہمارے خداؤں سے دست بردار ہو جاؤ اور ہم بھی تم سے اور تمہارے خدا سے دست بردار ہو جائیں گے تو حضرت نے فرمایا کہ کیا میں تم کو ایک ایسی بات بتلاؤں کہ اگر تم نے اس کو اپنا لیا تو تم عرب اور عجم کے مالک ہو جاؤ گے اور سب ملکوں سے تمہارے پاس

خراج کی دولت آنے لگے گی۔ تو ابو جہل نے کہا کہ تمہاری ایسی ایک بات نہیں دس باتیں بھی قبول کر لیں گے، بتاؤ وہ کیا ہے۔ تو آپ نے فرمایا: کہدو لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ تو انھوں نے انکار کر دیا، منہ بنا لیا۔ ابو طالب کہنے لگے اے بھتیجے! اس کے سوا دوسری بات بتاؤ، تمہاری قوم اس کلمہ سے تو اور بھڑکتی ہے۔ تو آپ نے فرمایا، چچا! مجھے کیا حق ہے کہ اس کے سوا کوئی اور بات بولوں اگر سورج کو بھی لا کر وہ میرے ہاتھ میں رکھ دیں تو میں اس کے سوا تو کچھ نہیں کہہ سکتا۔ مطلب یہ تھا کہ ان کو مایوس کر دیں چنانچہ وہ غصے میں بھر گئے اور کہنے لگے ہمارے خداؤں کو بُرا کہنے سے رُک جاؤ ورنہ ہم تمھیں اور تمھارے خدا کو بھی گالیاں دیں گے۔ اسی لئے فرمایا کہ وہ دشمنی کی بنا پر بغیر سمجھے خدا کو بُرا بھلا کہنے لگیں گے۔ یہ وہ صورت ہے جہاں مصلحت کو بھی اس لئے نظر انداز کر دیا جاتا ہے کہ اس کے بالمقابل فساد بڑھ جائے گا۔ رسول اللہ صلعم نے فرمایا، جو اپنے والدین کو گالیاں دے وہ بڑا ملعون ہے۔ کہا گیا یا رسول اللہ! کوئی ماں باپ کو کیسے گالیاں دے گا؟ تو فرمایا کہ یہ اس کے ماں باپ کو گالیاں دیتا ہے۔ تو گویا کہ اسی پہلے شخص نے اپنے ماں باپ کو گالیاں دیں۔ ارشادِ باری ہے کہ ہم ہر امت کو اسی کا عمل اس کی نظروں میں بہتر قرار دیتے ہیں جیسا کہ یہ قوم محبتِ اصنام ہی کو پسند کرتی ہے چنانچہ گزشتہ امتیں بھی گمراہی پر تھیں اور اسی کو اپنا عملِ حسن سمجھتی تھیں۔ اللہ جو چاہتا ہے اختیار کرتا ہے اسی میں بڑی حکمت ہوتی ہے۔ پھر ان لوگوں کی بازگشت خدا ہی کی طرف ہو گی۔ اس وقت انھیں اپنے معتقدات کی خوبی یا بُرائی معلوم ہو جائے گی۔ اگر عمل نیک ہو تو نیک بدلہ اور بُرا ہو تو بُرا بدلہ ملے گا۔

وَاَقْسَمُوْا بِاللّٰهِ جَهْدَ اَيْمَانِهِمْ لَئِنْ جَآءَتْهُمْ

اور ان لوگوں نے قسموں میں بڑا زور لگا کر اللہ کی قسم کھائی کہ اگر ان کے پاس کوئی نشانی آ جائے

اٰيَةٌ لَّيُؤْمِنُنَّ بِهَا ۭ قُلْ اِنَّمَا الْاٰيٰتُ عِنْدَ

تو وہ ضرور اس پر ایمان لے آویں گے آپ کہہ دیجئے کہ نشانیاں سب خدا ہی کے قبضہ میں ہیں اور

اللّٰهِ وَمَا يُشْعِرُكُمْ ۙ اَنَّهَآ اِذَا جَآءَتْ

تم کو اس کی کیا خبر کہ وہ نشانیاں جس وقت آ جائیں گی یہ لوگ جب

لَا يُؤْمِنُوْنَ ﴿۱۰۹﴾ وَنُقَلِّبُ اَفْـِٕدَتَهُمْ

بھی ایمان نہ لائیں گے۔ اور ہم بھی ان کے دلوں کو اور

وَاَبْصَارَهُمْ كَمَا لَمْ يُؤْمِنُوْا بِهٖٓ اَوَّلَ مَرَّةٍ

ان کی نگاہوں کو پھیر دیں گے جیسا کہ یہ لوگ اس پر پہلی دفعہ ایمان نہیں لائے۔

ع ۳ ۱۰ ۹ وَّنَذَرُهُمْ فِيْ طُغْيَانِهِمْ يَعْمَهُوْنَ ﴿۱۱۰﴾

اور ہم ان کو ان کی سرکشی میں حیران رہنے دیں گے۔

مشرکین اللہ کی قسمیں کھا کھا کر بیان کرتے ہیں کہ اگر انھیں کوئی معجزہ اور خرقِ عادت بتائی جائے تو وہ ایمان لائیں گے۔ تو اے نبی صلعم! کہہ دو کہ معجزے تو خدا ہی کے پاس ہیں اگر وہ چاہے تو معجزہ بتا دے اور نہ چاہے تو نہ بتائے۔ قریش نے حضرت سے کہا کہ اے محمدؐ! تمھیں نے ہمیں بتلایا ہے کہ موسیٰؑ نے اپنا عصا پتھر پر مارا تھا تو بارہ چشمے پھوٹ پڑے تھے اور عیسیٰؑ مُردے کو زندہ کرتے تھے اور ثمود کو بھی ناقہ کا معجزہ ملا تھا۔ اگر تم بھی کوئی ایسا ہی معجزہ پیش کرو تو ہم تمہاری تصدیق کریں گے۔ حضرتؐ نے فرمایا تم کو کیا معجزہ چاہیئے؟ کہا کہ اس صفا کی پہاڑی کو ہمارے لئے سونے کی بنا دو۔ آپ نے فرمایا کہ اگر ایسا ہو جائے تو کیا تم توحید کی تصدیق کرو گے؟ کافروں نے کہا۔ ہاں۔ ہم سب تم پر ایمان لائیں گے۔ آپ اُٹھے اور خدا سے دُعا مانگنے لگے جبرئیلؑ آئے اور کہا اگر آپ چاہتے ہیں تو کوہِ صفا سونے کا بن جائیگا لیکن اگر اس پر بھی وہ ایمان نہ لائیں گے تو فوری اُن پر عذاب نازل ہو جائے گا۔ اور اگر آپ کی مرضی ہو تو یہ لوگ یونہی بلا عذاب چھوڑ دیئے جائیں تاکہ بعد کو اُن میں سے کوئی ایمان بھی لے آئیں اور توبہ کر لیں۔ چنانچہ اللہ پاک نے فرمایا کہ وہ قسمیں کھا کھا کر بیان کرتے ہیں (الی آخرہ) لیکن بات یہ ہے کہ ان میں سے اکثر لوگ نادان ہیں۔ اور فرمایا کہ ہمیں

معجزات بھیجنے سے صرف یہ بات روکتی ہے کہ اُن کے پہلوں نے بھی معجزے دیکھنے کے باوجود انکار کر دیا تھا اور یہ بھی انکار کر دیں گے تو فوری عذاب میں گرفتار ہو جائیں گے۔ اور جو مہلت کہ حاصل ہے وہ بھی جاتی رہے گی۔ تمہیں کیا خبر وہ تو معجزہ دیکھ کر بھی ایمان نہیں لائیں گے۔ کہا گیا ہے کہ یُشْعِرُکُمْ کے ذریعہ مشرکین کو مخاطب بنایا گیا ہے گویا کہ اللہ تعالیٰ ان سے فرماتا ہے کہ کیا یہ ایمان والی بات جو قسمیں کھا کر بیان کی جاتی ہے تم درحقیقت سچ سمجھتے ہو۔ اَنَّهَا اِذَا جَآءَتْ لَا یُؤْمِنُوْنَ۔ میں الف کو زیر ہے اس بنا پر کہ معجزات دیکھنے کے بعد نفی ایمان کی خبر شروع کی جا رہی ہے اور جملہ شروع ہوتا ہے تو الف سے پڑھنا پڑتا ہے۔ اور بعض نے تُؤْمِنُوْنَ یعنی (ت) سے اس لفظ کو پڑھا ہے اور کہا گیا ہے کہ قول وَمَا یُشْعِرُکُمْ کے مخاطب مومنین ہیں۔ یعنی اے مومنو! کیا تم جانتے ہو کہ ان نشانیوں کے ظاہر ہونے کے بعد بھی یہ ایمان نہیں لائیں گے۔ اس صورت میں اَنَّهَا الف کے زیر کے ساتھ بھی آسکتا ہے اور الف کے زبر کے علاوہ بھی، یعنی یُشْعِرُکُمْ کا معمول ہو کر اور اس صورت میں لَا یُؤْمِنُوْنَ کا لا صلہ واقع ہوگا جیسا کہ فرمایا وَمَا مَنَعَکَ اَلَّا تَسْجُدَ اِذْ اَمَرْتُکَ یہاں بھی الا میں کا لا صلہ واقع ہوا ہے۔ اور قولِ باری وَحَرٰمٌ عَلٰی قَرْیَةٍ اَهْلَکْنٰهَا اَنَّهُمْ لَا یَرْجِعُوْنَ یعنی جب میں نے تجھ کو حکم دیدیا تھا تو کس چیز نے تجھ کو سجدہ کرنے سے منع کیا تقدیر اس آیت کی یوں ہے کہ اے مومنو تمہارے پاس اس کا کیا ثبوت ہے کہ یہ اپنی مطلوبہ نشانی اور معجزہ پا کر ایمان ضرور لے ہی آئیں گے۔ اور بعض نے یہ بھی کہا ہے کہ اَنَّهَا بمعنی لَعَلَّهَا ہے۔ بلکہ اُبی بن کعب کی قرأت میں اَنَّهَا کے بدلے

لَعَلَّهَا ہی ہے۔ اہلِ عرب سے سُنا گیا ہے اذهب الی السوق اَنَّکَ تَشْتَرِیْ لَنَا شَیْئًا یعنی بازار جاؤ تم میرے لئے وہاں سے کچھ خرید و گے، یعنی لَعَلَّکَ تَشْتَرِیْ ہے یعنی شاید خریدو گے اسی طرح اس دعوے پر اشعارِ عرب بھی پیش کئے گئے ہیں۔ قولہ تعالیٰ وَنُقَلِّبُ اَفْئِدَتَهُمْ وَاَبْصَارَهُمْ کَمَا لَمْ یُؤْمِنُوْا بِهٖۤ اَوَّلَ مَرَّةٍ۔ اُن کے انکار اور کفر کی وجہ سے انکے دل اور ان کی نگاہیں ہم نے پھیر دی ہیں۔ اب یہ کسی بات پر جمنے والے نہیں ایمان میں اور ان میں فرق پڑ گیا ہے۔ یہ دنیا جہاں کی نشانیاں دیکھ لیں گے لیکن ایمان نہ لائیں گے۔ جیسا کہ پہلی دفعہ اُن کے اور ان کے ایمان کے درمیان حائل ہو گئے تھے۔ ابن عباسؓ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے خبر دے دی ہے، ان کے کہنے سے پہلے ہی کہ یہ کیا کہنے والے ہیں اور عمل کرنے سے پہلے ہی اطلاع دیدی کہ کیا عمل کریں گے، اور فرمایا کہ شخص آگاہ کے مانند کوئی تمہیں سچی بات نہیں بتا سکتا۔ انسان کہے گا کہ ہائے افسوس جو زیادتی اور جو گناہ کئے میں نے کئے ہیں۔ حتیٰ کہ فرمایا کہ وہ کہیں گے کہ کاش ہمیں دنیوی زندگی کا ایک اور موقع ملتا تو ہم نیکوں میں سے ہوتے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اگر وہ دنیا میں پھر واپس بھی کئے جائیں تو بھی ہدایت پر نہ چلیں گے اور فرمایا کہ اگر دنیا میں پلٹائے گئے تو منہیات کا پھر ضرور ارتکاب کریں گے۔ وہ جھوٹ کہہ رہے ہیں کہ نیک بنیں گے۔ دوبارہ دنیا میں جانے کے بعد بھی وہ حسب زندگی سابقہ ایمان نہیں لائیں گے کیونکہ اس وقت کی طرح اس وقت بھی ہم ان کے دل اور ان کی آنکھوں کو منقلب کر دیں گے اور پھر بھی ان کے اور ہدایت موقعہ کے درمیان پردہ حائل ہی رہے گا۔ اور ہم انھیں ان کی سرکشیوں میں بھٹکنے کے لئے چھوڑ دیں گے ؛

الحمد للہ، ساتویں پارہ کی تفسیر ختم ہوئی،

(کاتب محمد حنیف دیوبندی)